آقای سید محمد مہدی مازندارانی اعلی اللہ مقامہ

گذارش

خدا کا شکر ہے کہ اپنے وعدہ کے مطابق معالی السبطین فی احوالِ الحسنؑ والحسینؑ کی دوسری جلد پیش کر رہا ہوں ۔ جسکے مصنف فخر المورخین آقائی محمد مہدی مازندرانی اعلی اللہ مقامہٗ ہیں جس کا ترجمہ مولانا اثیر جاوڑی نے کیا ہے ۔

اسمیں یوم عاشورہ کے مکمل واقعات کے ساتھ ساتھ راہ کوفہ و شام اور قید خانۂ شام کے مکمل واقعات اور دربار یزید لعنؑ کی خونچکا داستان، قید خانہ شام سے رہائی اور مدینے میں واپسی، انتقام خونِ حسینؑ مختار کے ہاتھوں ۔ متوکل کے واقعات ۔ زید کے حالات زندگی اور آخر میں روضۂ امام حسینؑ کی پہلی تعمیر یہ سارے واقعات تفصیل کیساتھ درج ہیں

امید ہے مومنین کرام ان دونوں جلدوں کا مطالعہ کر کے حقائق سے پوری طرح واقفیت حاصل کر لیں گے ۔ ان دونوں جلدوں میں واقعات کو مصائب کے ساتھ مجلسوں کے طرز پر تقسیم کیا گیا ہے ۔ مومنین کرام مجالس میں انھیں سے ذاکری بھی کر سکتے ہیں ۔

ہم اپنی اس کاوش کو بھی معصومۂ عالم حضرت فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت میں پیش کر کے اس کا اجر و ثواب اپنے والد مرحوم جناب سید نجم الحسن نقوی کی روحِ پر فتوح کو ایصالِ ثواب کر رہا ہوں ۔ ؎

ہر ایک ذہن میں ہے کچھ نہ کچھ تصور حق
ہم اس تصور حق کو حسینؑ کہتے ہیں

والسلام
سید وصی ظہیر نقوی

فہرست

فصل ۱۰

شہادت مظلوم زہراؑ

پہلی مجلس

یوم عاشور یوم غم واندوہ ہے

کون نہیں جانتا ہے کہ یوم عاشور نہ صرف امت مسلمہ بلکہ عالم انسانیت کیلئے بے چینی۔ اضطراب، غم اور حزن والم میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔

ابو جعفر طوسی نے مصباح المتہجد میں عبداللہ ابن سنان سے روایت کی ہے کہ۔ میں یوم عاشور امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا رنگ زرد تھا۔ چہرہ پر اداسی برس رہی تھی۔ آنسو ٹپک رہے تھے۔

میں نے عرض کیا۔ سرکار آج خیریت تو ہے؟

رونے کا سبب کیا ہے؟

امام صادق نے فرمایا۔ کیا تو اتنا غافل ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ آج کے دن نواسہ رسول اور غریب زہرا اپنے اصحاب و اقرباء کے ساتھ تشنہ و گرسنہ شہید ہوا۔

میں نے عرض کیا۔ آج کے روزہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

آپ نے فرمایا۔ روزہ نہیں فاقہ کیا کر۔ عصر کے ایک گھنٹہ بعد فاقہ کھول لیا کر

یہ وہی وقت ہے جب بنات زہراؑ کو تین دن کے بعد کھانے اور پینے کو کچھ ملا تھا۔ اور ان کے سامنے تیس نوجوان اور کمسن ماہ رو پیاسی لاشیں پڑی تھیں اگر اس دن آنحضورؐ اس عالم فانی میں ہوتے تو تمام کائنات آپ کو تعزیت کرتی۔ پھر آپ اتنا روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

بحارالانوار میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جب عصر کے ایک گھنٹہ بعد کچھ کھاؤ اور پیؤ تو یہ دعا پڑھا کرو۔

اللھم انا امسکنا عن الماکول والمشروب حیث کان اھل بیت بنوتك فی الحرب والکرب فنحن فی ھذا الطعام والشراب بھم مقتدون۔

اے اللہ ہم نے اس لیے صبح سے کھانا اور پینا ترک کر رکھا تھا کہ تیرے اہلبیت نبی پر طعام و آب بند تھا۔ ہم اس آب و طعام میں انہی کی اقتدا کر رہے ہیں۔

بحار میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ یوم عاشور روزہ کا دن ہرگز نہیں ہے یہ آل محمد کی یاد میں فاقہ کا دن ہے۔ یہ وہ دن ہے۔ جس میں غریب زہراؑ اس کی ذریت اعوان کے انصار کو بلا جرم و خطا شہید کیا گیا۔ بہتر لاشے خاک و خون میں غلطان ریگ صحرا پر پڑے تھے ان کے زخمی اور تیروں سے چھلنی جسموں سے لباس تک اتار لیے گئے تھے۔ یہ دن مصیبت۔ غم۔ گریہ وزاری اور آہ وبکا کا دن ہے۔ اہل ارض وسما۔ اور تمام اہل ایمان کے آنسو بہانے کا دن ہے۔ ہاں آج کا دن مرجانہ کے بیٹے۔ آل زیادہ۔ آل مروان۔ آل ابوسفیان اور اہل شام کی خوشی اور عید کا دن ہے۔ اللہ ان پر اور ان کی حسبی ونسبی اولاد پر اپنا غضب نازل کرے۔ اس دن

کہ عارض کا کوئی قطعہ ایسا نہیں جو مغموم نہ ہو۔ جو شخص اس دن روزہ رکھے گا یا
اس دن کو مبارک سمجھے گا اللہ اسے قیامت میں آل زیاد سے محشور فرمائے گا۔ جو
شخص اس دن کچھ کمائے گا اللہ تا قیامت اس کے دل کو نفاق کا مرکز بنا دے
گا۔ اللہ اس کے رزق سے برکت سلب کرے گا۔ اس کے اہلبیت میں بدنصیبی
رونما ہو گی۔ اور شیطان اس کے مال اور اولاد میں مکمل حصہ دار ہوگا۔ قیامت کے
دن یزید کے ساتھ محشور ہوگا۔ جو شخص یوم عاشور کو یوم غم، یوم آہ و بکا اور یوم
حزن و مصیبت سمجھے گا قیامت کے دن شاداں و فرحاں ہوگا۔ جنت الفردوس
میں ہمارے پڑوس میں ہوگا۔ جو شخص یوم عاشورا اپنے ضروریات سے اجتناب کرے
گا اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی ہر جائز حاجت روائی فرمائے گا۔

آپ سے جب یوم عاشورہ کے روزہ کا سوال کیا گیا۔ تو آپ نے
فرمایا۔

جو شخص قتل ذریت رسول پر خوش ہوا سے روزہ رکھنا چاہیے۔ کیوں کہ
بنی امیہ۔ اہل شام اور دیگر شرکائے جنگ کربلا نے منت مانی تھی کہ آل رسول کی
جنگ میں انہیں فتح نصیب ہوئی اور صحیح و سالم واپس پلٹ آئے تو چونکہ حکومت
ہمیشہ کے لیے آل ابوسفیان کی ہو جائے گی اس لیے یوم عاشور کو ہمیشہ کے لیے
یوم عید کے بطور منایا جائے گا اور فتح کی خوشی میں اس دن روزہ رکھا جائے گا۔

امام حسینؑ کی زیارت عاشور میں ہے۔

اے اللہ! یہ وہ دن ہے جسے بنی امیہ نے مبارک سمجھا ہے۔ ویسے انتہائی
تعجب ہے۔ ایسے افراد جو اپنے کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ امت محمدؐ سے شمار کرتے ہیں۔
اور اس دن کو بھی یوم عید کے بطور مناتے ہیں۔ جس دن ذریت رسول پر مصائب

کے وہ پہاڑ ٹوٹے جنکے مقابلہ میں تاریخ عالم کا ہر ظلم اور ہر بربریت ہیچ ہے۔
اس سلسلہ میں جناب جبرئیل کا وہ جملہ جو آپ نے واقعات کربلا سناتے ہوئے حضرت
آدم سے کہا تھا کہ۔

آپ کا یہ وہ بیٹا ہے جس پر اتنے مصائب آئیں گے کہ ان کے مقابلہ میں دنیا
کی ہر مصیبت ہیچ معلوم ہو گی۔

بحار میں امام صادقؑ سے منقول ہے عبداللہ ابن فضل کہتا ہے۔ کہ میں
نے عرض کیا۔

قبلہ یوم عاشور کو آپ لوگ کیوں اس قدر یوم غم و الم مناتے ہیں۔ حالانکہ
حق تو یہ تھا کہ یوم شہادت رسول۔ یوم شہادت جناب زہرا اور یوم شہادت امام حسنؑ
اور حضرت علیؑ سب سے زیادہ یوم غم سمجھا جاتا؟

آپ نے فرمایا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ شاید یہ تو تمہیں معلوم ہوگا کہ نگاہ
قدرت میں جو مقام صاحبان کساء کا ہے وہ کسی اور کا نہیں۔ میں نے عرض کیا۔
ہاں حضور!

آپ نے فرمایا۔ جب آنحضور شہید ہوئے تو آپ کے بعد چار صاحبان کساء
موجود تھے جب جناب زہرا شہید ہوئیں تو تین ارباب کساء موجود تھے۔ جب
حضرت علیؑ شہید ہوئے تو دو اصحاب کساء باقی تھے۔ جب امام حسنؑ شہید ہوئے
تو ایک فرد کساء موجود تھا بالفاظ دیگر امام حسینؑ کا وجود ارباب کساء کی نہ صرف
یاد تھا بلکہ تمام اصحاب کساء کا قائم مقام اور امامت کے لیے باعث اطمینان تھا
امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ارباب کساء کا وجود ہی امت کے سامنے سے
معدوم ہو گیا۔ جس طرح امام حسینؑ کا وجود تمام ارباب کساء کا وجود تھا۔ اس طرح

آپ کی شہادت تمام ارباب کسار کی شہادت کا باعث بن گئی۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آخر جناب سجاد تو موجود تھے۔ اور امت کے لیے مقام اطمینان و تسلی تو موجود تھا۔

آپ نے فرمایا۔ امام سجاد۔ امام بھی تھے۔ حجت خدا بھی تھے۔ لیکن ان کی زیارت سے زیارت نبی اکرم یاد نہ آتی تھی جب کہ امام حسینؑ چونکہ آنحضور کی گود میں پلے تھے اس لیے امام حسینؑ کی زیارت سے زیارت نبی اکرم کی یاد آ جاتی تھی۔

میں نے عرض کیا۔ امت مسلمہ کی اکثریت نے اسے یوم عید کیوں بنا لیا۔

آپ نے فرمایا۔ وجہ واضح ہے کہ شہادت حسینؑ سے ان لوگوں کو انعام و اکرام ملے تھے۔ اور ان کو انعامات سے نوازنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ اس دن کا یوم غم کی بجائے یوم عید کے بطور منایا جائے۔ تاکہ امت مسلمہ ذریت رسول کو بھول جائے صرف یہی نہیں بلکہ

ان لوگوں نے زیارت امام حسینؑ کو بدعت بنا دیا۔

غم امام حسینؑ کے خلاف فتوے دیے۔

کمزور ذہن افراد کے دلوں میں وسواس پیدا کیے۔

شیخ صدوق نے امالی میں امام سجاد سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ایک دن عبداللہ ابن عباس کو دیکھا تو آپ کے آنسو ٹپک پڑے اور فرمایا۔

آنحضورؐ کے لیے احد کا دن مغموم ترین دن تھا اس دن اللہ خدا اور اسد رسول جناب حمزہ شہید ہوئے تھے۔

پھر یوم موتہ سنگین ترین دن تھا اس دن جناب جعفر ابن ابی طالب شہید ہوتے تھے۔

لیکن یہ دونوں دن یوم عاشور کے مقابلہ میں کہیں کم تھے۔ تنہا فرزند رسول تھا اور لاکھوں درندے تھے۔

اسی دن کے لیے امام رضا نے فرمایا ہے۔

یوم عاشور نے ہمیں ہمیشہ کے لیے غمزدہ کر دیا ہے۔ ہماری آنکھوں کو ہمیشہ کے لیے بہنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ اسی دن میدان کربلا میں ہمارے صغیر و کبیر اور مہمان و میزبان کی لاشیں بے دردی سے پامال کی گئیں۔ اگر کوئی شخص رونا چاہتا ہے تو اسے حسینؑ جیسے مظلوم پر رونا چاہیے۔ اگر کوئی ماتم کرنا چاہتا ہے تو حسینؑ جیسے مظلوم پر ماتم کرنا چاہیے۔ غم شبیر سے گناہوں میں بھی کمی ہوتی ہے۔

والد محترم کو پورے عشرہ محرم میں کبھی کسی نے مسکراتے ہوئے بھی نہیں دیکھا تھا۔

یوم عاشور تو آہ و بکا اور گریہ و زاری میں غش کر گر جاتے تھے۔

امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ شہادت حسینؑ پر آسمان و زمین جو کچھ آسمان و زمین میں ہے وہ سب جنت۔ جنت کے باسی سب گریاں ہوتے ہیں۔ اس دن زنجیر زنی، سینہ زنی کی جائے۔ گریبان چاک کیے جائیں۔ اور واویلا کیا جائے۔

کیونکہ ان آنسوؤں اور اس گریہ و زاری سے جناب زہراؑ کے ساتھ بھی تعاون ہے۔

منتخب میں ہے کہ جب نبی کریمؐ نے جناب زہراؑ کو شہادت امام حسینؑ کی اطلاع دی تو بڑی شدت سے رونے کے بعد جناب زہراؑ نے سوال کیا ابا جان! یہ کب ہوگا؟

آپ نے فرمایا۔ بیٹی جب نہ میں رہوں گا۔ نہ تو ہوگی۔ نہ علیؑ ہوگا۔ اور نہ حسنؑ ہوگا۔

جناب سیدہ کا گریہ بڑھ گیا۔ اور عرض کی۔ ابا جان! میرے بیٹے کو کوئی رونے والا بھی ہوگا۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹی! میری امت کی عورتیں میری ذریت کی عورتوں پر اور میری امت کے مرد میرے اہل بیت کے مردوں پر روئیں گے۔ نسلاً بعد نسل ہر سال غم کو تازہ کریں گے۔ قیامت کے دن تو عورتوں کی اور میں مردوں کی شفاعت کروں گا۔

اے فاطمہ! قیامت کے دن ہم دونوں حسینؑ پر رونے والوں کے ہاتھوں سے پکڑ کر انہیں داخل جنت کریں گے۔

قیامت کے دن ہر آنکھ اشکبار ہوگی لیکن جو آنکھ غم حسینؑ میں روئی ہو گی وہ مسرور ہوگی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ یوم عاشور ملائکہ آسمان سے شیشیاں لے کر آتے ہیں۔ ہر اس گھر اور محفل میں جاتے ہیں۔ جن میں ذکر حسینؑ ہو رہا ہوتا ہے۔ ان کے آنسوؤں کو ان شیشیوں میں۔ جمع کرتے ہیں۔ قیامت کے دن آتش جہنم کو ان آنسوؤں سے ٹھنڈا کیا جائے گا۔

مؤلف!۔

مؤلف!۔

میں عرض کروں گا اے میرے آقا و مظلوم مولا حسینؑ اگرچہ آپ پر رونے کے فوائد بہت زیادہ ہیں اور ثواب بے شمار ہیں لیکن میں تجھ پر اس ثواب کے لالچ میں نہیں روتا بلکہ اس لیے روتا ہوں کہ تو اس کا مستحق ہے کہ تجھ پر رویا جائے۔

دوسری مجلس

امام حسین دشمنان خدا اور رسول کے روبرو

جب آپ کے تمام احباب۔ اور اقربا شہید ہو گئے تو آپ نے نبی کریم کی زرہ پہنی۔ عبائے رسول دوش مبارک پر رکھی تلوار نبی کو گلے میں حمائل کیا آنحضور کے گھوڑے پر سوار۔ ابو مخنف کے مطابق اس کے بعد آپ یزیدی مسلمانوں کے سامنے آئے اور فرمایا۔

اللہ تمہیں حق سمجھائے مجھے یہ بتاؤ کہ مجھ سے کس بنیاد پر لڑتے ہو۔

کیا میں نے کسی کا کوئی حق غصب کیا ہے؟

کیا میں نے شریعت رسول میں کوئی تبدیلی کی ہے؟

میں نے سنت رسول کو بدلا ہے؟

یزیدیوں نے جواب دیا۔

ان میں سے کوئی بات نہیں ہے۔ ہم تو صرف تم سے اپنے ان آباؤ اجداد کا بدلہ لے رہے ہیں جو بدر و حنین میں آپ کے بابا کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے تھے۔

جب آپ نے ان کی یہ بات سنی تو فرمایا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس کے بعد آپ نے ان سے پوچھا۔ اگر تم لوگ مجھ سے میرے بابا ہی کا انتقام لینا چاہتے ہو تو مجھے دو باتوں کا جواب دے دو۔ یہ بتاؤ کہ میرے بابا تو اسلام پر لڑے تھے۔ کیا تم مجھے کفر پر قتل کرنا چاہتے ہو؟

میرے بابا نے بھی کبھی تمہارا پانی بند کیا تھا؟ ایک گھونٹ پانی تو پلا دو۔

ابوالاعور سلمی اور عمرو ابن حجاج زبیدی چار ہزار سواروں کے ساتھ پہرہ دے رہے تھے۔ امام حسینؑ نے پانی کی خاطر ان پر حملہ کیا۔ یہ چار ہزار کا لشکر دریا چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ آپ نے گھوڑے کو پانی میں ڈالا۔ اور فرمایا۔ انت عطشان وانا عطشان اشرب الماء۔ لیکن شاید گھوڑے نے آپ کا مطلب سمجھ لیا تھا۔ پانی کی طرف منہ جھکانے کے بعد گھوڑے نے سر بلند کر لیا اور زبان حال سے یہی کہا۔ اگر میں نے پانی پی لیا تو آپ کے نانا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ آپ جھکے۔ پانی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ چلو میں پانی لیا۔ اور گھوڑے سے فرمایا اے دیکھ پی رہا ہوں۔ تو بھی پی لے۔ آپ چلو اپنے منہ کے قریب لائے جونہی پینے کا ارادہ کیا کہ ایک ظالم نے تیر مارا جو آپ کے لبہائے مبارک پر لگا جس سے خون پانی کے چلو میں گرا۔

بحار میں ہے کہ تیر مارنے والا ابوالحتوف تھا۔ اور تیر لبوں پر نہیں پیشانی میں پیوست ہوا۔ پانی کا چلو گر گیا۔ آپ نے پیشانی سے تیر نکالا خون کا فوارہ چھوٹا۔ آپ نے چہرہ سوئے آسمان بلند کیا اور فرمایا۔

بارالہا! میں اس مقام کا شکوہ تیرے ہی دربار میں کرتا ہوں جو مجھ پانی

پینے سے روک رہے ہیں۔

اے اللہ! تو دیکھ رہا ہے کہ میں اس وقت کس حال میں ہوں۔ یہ لوگ تیرے دشمن ہیں۔ اے اللہ! ان کی جماعت کو پراگندہ کر، انہیں ایک ایک کر کے واصل جہنم فرما۔ ان میں سے کسی کو روئے ارض پر نہ چھوڑ۔ انہیں معاف نہ فرما۔

مہیج الاحزان میں ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ پانی پینے کی کوشش کی۔ اس دوران میں ایک ظالم نے پکار کر کہا۔ اے فرزند زہرا۔ آپ یہاں پانی پی رہے ہیں۔ ادھر آپ کے دشمنوں نے خیام کو آگ لگا دی ہے۔ خیام کا نام سنتے ہی آپ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی دریا سے باہر آئے خیام کا رخ کیا۔ جب خیام کو سالم دیکھا تو بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے اور فرمایا۔

شیعتی مهما شربتم — اے میرے شیعو! جب کبھی ٹھنڈا
ماء عذب فاذکرونی — پانی پینا تو میری پیاس ضرور یاد
او سمعتم بشهید — کر لینا۔ اگر کوئی مسافر شہید
او غریب فاندبونی۔ — سنتا تو میری غربت پر ضرور
آنسو بہا لینا۔

تیسری مجلس

غریب زہرا نرغہ اعدا میں

بحار میں ہے کہ جب آپ دریا سے واپس آئے۔ تو آپ نے عمر سعد سے فرمایا۔

تین میں سے ایک چن لے۔

عمر سعد نے پوچھا۔ کونسی تین؟

آپ نے فرمایا۔ مجھے واپس اپنے نانا کے حرم مدینہ جانے دے۔

عمر سعد نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے ایک گھونٹ پانی پلا دے۔

عمر سعد نے کہا۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔

آپ نے فرمایا۔ پھر ہر طرف سے حملہ کرنے کی بجائے میرے مقابلہ میں ایک ایک کو بھیج۔

عمر سعد نے کہا۔

یہ بات مانی جا سکتی ہے۔

چنانچہ عمر سعد نے ایک ایک کو بھیجنا شروع کیا۔ ادھر تین دن کے پیاسے نے ہر آنے والے کو واصل جہنم کرنا شروع کیا۔ جب ایک ہزار نو سو پچاس یزیدی واصل جہنم ہو چکے تو۔

شمر نے کہا۔ عمر سعد اس طرح تو تمام لشکر فنا ہو جائے گا لیکن حسین شہید نہیں ہوگا۔ ہر طرف سے تیر اندازی کے عام حملہ کا حکم دے تاکہ جلد از جلد ہم فارغ ہو جائیں۔

عمر سعد نے اپنی فوج کو مخاطب کر کے کہا۔

اللہ تمہیں رسوا کرے۔ بھلا معلوم ہے کہ کس کے مقابلہ میں لڑ رہے ہو یہ ابوطالب کا پوتا اور علی کا بیٹا ہے یہ اس شخص کا بیٹا ہے جس نے پورے عرب کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ ہر طرف۔ اسے حملہ کر دو۔ عمر کا یہ حکم سنکر چار ہزار کمان سے بیک وقت تیر نکلے ہر طرف سے تیروں۔ اور پتھروں کی بارش شروع ہو گئی تشنہ امام نے بھی ہر طرف حملہ کر دیا۔ تیر آپ کے سینہ اور چہرے پر برس رہے تھے۔

آپ نے فرمایا۔

اے بدترین امت! تم نے اپنے نبی کی ہر وصیت کو بھلا دیا ہے۔ تم نے اپنے نبی کی امانت میں خیانت کی ہے۔ میرے قتل کے بعد تمہارے لیے خون بہانا سستا ہو جائے گا۔ پھر اللہ میرا تم سے اس طرح انتقام لے گا کہ تمہارے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا۔

حصین ابن مالک سکونی پوچھا۔ اے فرزند رسول اللہ آپ کا انتقام ہم سے کیسے لے گا؟

آپ نے فرمایا۔ تم ایک دوسرے سے لڑو گے۔ اور ایک دوسرے سے لڑ لڑ کر فنا ہو جاؤ گے۔

بحار کے مطابق جب چار ہزار تیر اندازوں نے بیک وقت تیر اندازی کا حملہ کیا۔ تو آپ کے اور خیام کے مابین حائل ہو گئے۔

آپ نے فرمایا۔

اے بے حیاؤ۔ اگر تمہارا دین نہیں رہا تو کم از کم غیرت، عرب ہی کا پاس کرو جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک میں تم سے لڑ رہا ہوں۔ خیام کی طرف نہ جاؤ۔

اس وقت شمر نے باآواز بلند کہا۔ تمہارا مقابل شریف ہے۔ خیام سے ہٹ کر اس سے مقابلہ کرو

جب آپ کے گرد گھیرا تنگ ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔

اے بدنصیبو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میری امداد نہیں کرتے۔ مجھے قتل کر کے حجت خدا کو قتل کرو گے۔ یقین رکھو، اس وقت روئے ارض پر جابلقا اور جابلسا کے مابین میرے سوا کوئی بھی فرزند رسول نہیں ہے۔ میرے سوا کوئی ایسا نہیں جو فرزند نبی ہونے کا دعوی کر سکے۔ کم از کم ایک گھونٹ پانی ہی دے دو

اس وقت ایک ظالم نے کہا۔

اے فرزند زہراؑ۔ کیا اس دریائے فرات کو دیکھ رہا ہے کتنی روانی سے بہہ رہا ہے اور کتنا میٹھا پانی ہے۔

لیکن تجھے ایک قطرہ تک نہ ملے گا۔

آپ نے دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

بارالہا۔ اسے پیاسا مارنا۔

روایات کے مطابق یہ شخص پیاسا ہی مرا۔ پانی مانگتا تھا۔ اتنا پیتا تھا کہ اس کے منہ سے بہنے لگ جاتا تھا۔ لیکن کہتا تھا اور پانی دو مجھے پیاس لگی ہے۔ اسی طرح پانی پیتے پیتے واصل جہنم ہوا۔

چوتھی مجلس

غریب زہرا اور امداد غیبی

شیخ صدوق نے امالی میں امام صادق سے روایت کی ہے کہ چار ہزار ملائکہ آسمان سے نازل ہوئے ان کا مقصد یزیدیوں سے جنگ تھا لیکن جب وہ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ فرزند رسول شہید ہو چکا ہے تو وہ تمام کے تمام عزادار ہو کر رہ گئے۔ تا قیامت یہ ملائکہ قبر حسینؑ پر عزاداری کرتے رہیں گے۔ ان ملائکہ کے رئیس و سردار کا نام منصور ہے۔

منتخب میں ہے کہ جب امام حسینؑ تنہا رہ گئے اور آپ نے هل من ناصر ینصرنا کا استغاثہ کیا تو جنات کے کئی لشکر آئے اور انہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اور عرض کیا۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم روئے ارض کے ہر اس شخص کو موت کے گھاٹ اتار دیں جو آپ سے عداوت رکھتا ہو۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں تم تمام واپس چلے جاؤ۔ میرے نانا کی امت ہے۔ میں انہیں تمہارے ہاتھوں قتل نہیں کرانا چاہتا۔ علاوہ ازیں میرے نانا میرے منتظر ہیں۔ ابھی ابھی گھوڑے کی پیٹھ پر میری آنکھ لگی تھی۔ میرے نانا مجھے ملے ہیں۔ انہوں نے مجھے سینہ

سے لگا کر میرا پیشانی والا زخم چوم کر فرمایا ہے۔ حسینؑ! ہم سب تیرے انتظار میں ہیں۔ مشیت ایزدی یہی ہے کہ تو اپنے خون میں غلطاں ہو تیری ریش مبارک تیرے خون سے خضاب ہو۔ اور میری بیٹیاں کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک رسن بستہ بے پالان کے اونٹوں پر تشہیر کرائی جائیں۔

نانا کے اس حکم کے پیش نظر مجھے صبر کرنا ہے۔ اللہ ہی خیر الحاکمین ہے وہی مناسب فیصلہ فرمائے گا۔

جنوں نے عرض کیا۔ آقا آپ نے استغاثہ کیا ہے۔ کہیں ہمیں استغاثہ سنکر مدد نہ کرنے کی سزا تو نہ ملے گی؟

آپ نے فرمایا۔ نہیں میرے استغاثہ کا تعلق صرف انسانوں سے ہے۔ میں نے تو اپنے نانا کی امت سے مدد مانگی ہے۔

اسرار الشہادۃ میں نور الائمہ کے حوالہ سے منقول ہے کہ جب امام حسینؑ نے یزیدیوں پر حملہ کا ارادہ کیا تو اس وقت ایک بہت بڑا غبار نمودار ہوا جب غبار پھٹا تو اس میں سے ایک انتہائی مہیب شخص گھوڑے پر سوار نظر آیا۔ اس نے امام حسینؑ پر سلام کیا۔ پھر آپ کے نانا۔ آپ کے بھائی اور آپ کے بابا پر سلام کیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اس غربت اور مظلومیت کے وقت مجھ پر سلام کرنے والا تو کون ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ! میں زعفر جن ہوں۔ آپ کا غلام ہوں۔ آپ کے بابا نے جنگ بئر العلم فتح کرنے کے بعد میرے والد کو قوم جن کا بادشاہ بنایا تھا۔ آپ کا استغاثہ سنکر اپنا لشکر لے کر آیا ہوں۔ اجازت دیں تاکہ میں ان یزیدیوں کو

نابود کر دوں۔

امام حسین نے فرمایا۔ نہیں زعفر تیرا شکریہ۔ تم تو انہیں دیکھ سکتے ہو۔ لیکن یہ تمہیں نہیں دیکھ سکتے۔ یہ یک طرفہ جنگ ہو گی۔

زعفر نے عرض کیا۔ قبلہ ہم انہی کی طرح اپنی شکلیں بنا لیتے ہیں۔ اور ان کے روبرو ہو کر ان سے لڑیں گے۔

آپ نے میدان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ زعفر! بھلا اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھ۔ میرا ہم شکل نبی بیٹا۔ قمر بنی ہاشم بھائی۔ حسن کی نشانی قاسم۔ عون و محمد۔ اولاد مسلم۔ پیاس سے تڑپ تڑپ کو مجھ پر قربان ہو گئے ہیں۔ ان کے بعد جی کر میں کیا کروں گا۔ اب میں زندگی سے تھک چکا ہوں۔ اللہ تجھے جزائے خیر دے میں شہادت حاصل کرنا چاہتا ہوں اور میرے علم کے مطابق اب بہت کم وقت رہ گیا ہے۔

یہ سنکر زعفر روتا ہوا واپس چلا گیا۔

اسرار الشہادہ ہی میں علامہ دربندی نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ نے اپنی غربت۔ تنہائی۔ اقربا کے لاشے اور انصار کے ٹکڑے ٹکڑے جسم دیکھے تو ایک آہ سرد کھینچی باقی بچ جانے والے بچوں اور عیال سے الوداع کہہ کر میدان میں آئے۔ حیران و پریشان دشمنوں کے درمیان کھڑے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے اردگرد بکھری ہوئی جوان لاشوں کو دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنی غربت۔ تنہائی۔ بے کسی۔ شدت پیاس اور بے چارگی کو دیکھتے تھے۔ اور ایک مرتبہ بنات رسول کی بے مائیگی۔ عالم سفر۔ تنہائی اور پیاس کو دیکھتے تھے۔ پھر دوسری طرف سے دشمنان خدا و رسول کے تیروں سے سنگین طعن و طنز سنتے تھے۔

ایسی حالت میں آپ نے کہا۔

اما من ناصر ینصرنا؟	کوئی ایسا نہیں جو ہماری مدد کرے۔
اما من مغیث یغیثنا؟	کوئی ایسا نہیں جو ہماری فریاد رسی کرے۔
ھل من موحد یخاف اللہ فینا۔	ہے کوئی ایسا موحد جو ہمارے حال پر رحم کھائے اور اللہ سے ڈرے
ما من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ۔	کوئی ایسا نہیں جو حرم رسول کی نگرانی کا ذمہ لے۔

جب یہ صدا اطراف عالم میں گونجی۔ ارکان عرش میں زلزلہ ہوا۔ آسمان و زمین کانپنے لگے۔ ملائکہ سے تسبیحیں چھوٹ کر گر گئیں۔ تمام نے بیک زبان ہو کر عرض کیا۔

بارالہا! یہ تیرا حبیب ہے۔ تیرے حبیب کا حبیب ہے۔ ہمیں اجازت دے کہ تیرے حسینؑ کی مدد کریں۔

اس وقت آسمان سے ایک صحیفہ گرا۔ جو امام حسینؑ کے زخمی اور خون آلود ہاتھوں پر آیا۔ آپ نے اسے کھولا پڑھا لکھا تھا۔

یاحسین نحن ما حتمنا علیک الموت وما الزمنا علیک الشھادۃ فلک الخیار ولاینقص حظک عندنا فان شئت انصرف عنک ھذہ البلیۃ اناقد جعلنا السموات والارضین والملائکۃ والجن کلھم فی حکمک فامر فیھم بما ترید من اھلاک ھؤلاء الکفرۃ الفجرۃ۔	اے حسینؑ! تیرے لیے موت حتمی نہیں ہے اور نہ ہی تیرے مراتب کے لیے شہادت حتمی ہے۔ تیرے مدارج سے ایک ذرہ بھی کم نہ ہوگا۔ اگر چاہے تو یہ مصائب ہم ختم کر دیں اس وقت سے ہم نے تمام آسمانوں۔ تمام زمینوں۔ تمام ملائکہ اور جنات کو تیرے تابع فرمان کر دیا ہے جو چاہے انہیں حکم دے اور ان فاجر کافروں کے خلاف ان سے مدد حاصل کر۔

امام حسینؑ نے یہ خط پڑھ کر واپس سوئے آسمان اچھالا اور عرض کیا۔

اے اللہ! اے میرے آقا! اگر مجھے تیری محبت۔ تیرے دین کی نصرت اور تیری شریعت کے تحفظ میں ایک ہزار مرتبہ بھی قتل کیا جائے تو بھی میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ اے میرے مولا! بھلا اب آل محمد کے ان کمسن اور حسین ترین پیاسے لاشے دیکھنے کے بعد میں جی کر کیا کروں امتحان کا ایک بڑا حصہ تو وہی تھا جو میں دے چکا۔ ہم شکل نبی اور قمر بنی ہاشم کے بعد اب کونسا امتحان مشکل ہوگا۔

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ اس کے بعد آپ آگے بڑھے۔ دائیں اور بائیں دیکھا احباب و اقربا میں سے کوئی نظر نہ آیا۔ تمام لاشیں ہی لاشیں بکھری پڑی تھیں آپ نے فرمایا۔

این انت یا مسلم ابن عقیل۔

این انت یا ھانی ابن عروۃ۔

این انت یا حبیب ابن مظاہر۔

این انت یا زھیر ابن القین۔

این انت یا یزید ابن مظاھر۔

اے شیران بیشہ شجاعت۔ اے مخلص ساتھیو! آج کیا ہوا۔ میں بلاتا ہوں تم آتے نہیں۔ میں پکارتا ہوں تم جواب نہیں دیتے۔ کیا سو گئے۔ کیا اپنے امام کی نصرت کو اٹھتے نہیں۔ ذرا ادھر دیکھو تو۔ تمہاری موت نے بنات رسول کے بال کھلوا دیے۔ اے شریف زادو! اب تو نیند سے بے دار بھی ہو جاؤ۔ حرم رسول کا دفاع کرو۔ لیکن میں جانتا ہوں اب تم نہیں آؤ گے۔ ہاں مجھے ہی تمہارے پاس آنا ہوگا۔ اب بیواؤں کے بین۔ ان بہنوں کی آہ وزاری اور ان بیٹیوں کا نوحہ و بکا میں زیادہ دیر تک نہیں سن سکوں گا۔

پانچویں مجلس

جناب سجاد سے الوداع

جب آپ کے ساتھ عورتوں اور بچوں کے سوا کوئی نہ رہا۔ تو یہ دعا مانگی کفعمی نے لکھا ہے کہ یوم عاشور کی امام حسینؑ کی یہ آخری دعا ہے جو آپ نے اللہ سے کی۔

البتہ ایک دعا آپ نے امام سجاد کو تعلیم دی تھی جو آگے چل کر پیش کریں گے۔

آپ نے جو دعا کی وہ یہ ہے۔

اے اللہ! تو بلند مکان عظیم الجبروت اور سنگین گرفت والا ہے مخلوق سے مستغنی ہے۔ جو چاہے اس پر قادر ہے۔ تیری رحمت ہر ایک کے قریب ہے۔ تیرا ہر وعدہ سچا ہے۔ تیری ہر نعمت کامل ہے۔ تیرا ہر امتحان عمدہ ہے۔ جب تجھے پکارا جائے تو تو قریب ہے جب تجھے بلایا جائے تو تو جواب دیتا ہے۔ جو تیرے حضورؐ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ تو محسن کا شکریہ ادا کرتا ہے

تواپنے ہر ذکر کرنے والے کو یاد رکھتا ہے۔ میں محتاج ہو کر تجھے پکارتا ہوں۔ میں فقیر ہو کر دست نیاز بڑھاتا ہوں میں بحالت خوف تیری پناہ لیتا ہوں۔ بحالت مصائب تیرے سامنے روتا ہوں۔ بحالت کمزوری تجھ سے مدد لیتا ہوں۔ تجھ پر توکل کرتا ہوں اب ہمارے اور اس قوم کے مابین تو ہی فیصلہ کرنا۔ تجھے معلوم ہے کہ ان لوگوں نے ہمیں گھر سے بلایا پھر ہمیں تنہا چھوڑ دیا۔ پھر ہم سے جنگ کی۔ ہم تیرے نبی کی عترت ہیں۔ تیرے اس حبیب کی اولاد ہیں جسے تو نے اپنی رسالت کا امین بنا کر مصطفیٰ کیا۔

پھر آپ نے دائیں بائیں دیکھا تو آپ کو کوئی نظر نہ آیا۔ بے ساختہ رو دیئے اور عرض کیا۔

اے اللہ! تو دیکھ رہا ہے کہ تیرے نبی کی دختر کی اولاد سے کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔

پھر آپ باآواز بلند پکار دیے۔ ھل من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ۔ ھل من موحد یخاف اللہ فینا۔ ھل من مغیث یرجوا اللہ باغاشتنا ھل من معین یرجوا ما عند اللہ فی اغاشتنا۔

آپ کا یہ استغاثہ سنکر عورتوں اور بچوں نے آہ و بکا شروع کر دی۔

جناب سجاد نے بستر مرض پر جب یہ استغاثہ سنا تو ایک ہاتھ میں عصا لیا اور دوسرے میں تلوار اٹھائی اور خیمہ سے باہر آئے۔

جناب ام کلثوم زینب نے پکارا۔

سجاد بیٹے تم کہاں جاتے ہو؟

جناب سجاد نے عرض کی۔ پھوپھی جان! کیا آپ نے غریب زہرا کا استغاثہ نہیں سنا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زہرا زادہ استغاثہ کرے میں سنکر خاموش پڑا رہوں۔

امام حسین نے فرمایا۔ زینب بہن! سجاد کو اپنے خیمہ میں سلا دو۔ ورنہ روئے ارض حجت خدا سے خالی رہ جائے گا۔

اسرار الشہادہ میں علامہ دربندی نے لکھا ہے کہ جناب سجاد کو تلوار بکف دیکھ کر امام حسینؑ خود آگے بڑھے۔ بیٹے کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا خیمہ کے اندر لے آئے اور فرمایا۔ بیٹے تم کہاں جاتے ہو؟

جناب سجاد نے عرض کیا۔ اے غریب زہرا آپ کے استغاثہ نے میرے بیمار دل کو کباب کر دیا ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ استغاثہ کریں اور میں سنکر پڑا رہوں۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹے تو مریض ہے۔ تجھ سے جہاد ساقط ہے۔ تو حجت خدا ہے۔ میرے بعد میرے شیعوں کا امام ہے تو ابو الائمہ ہے۔ تو ان یتیموں کا کفیل ہے ان بیواؤں کا سہارا ہے۔ تو ان بے سہارا مستورات کو واپس مدینہ لے جائے گا۔ بیٹے تیرا جہاد کربلا میں نہیں۔ بلکہ کربلا سے کوفہ کوفہ سے شام تک ہاتھوں میں رسیاں۔ پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق ہوں گے۔ اور تجھے قدم قدم پر جنگ لڑنا ہوگی۔

جناب سجاد نے عرض کیا۔ اے مظلوم امت کیا آپ شہید ہوں گے اور میں دیکھتا رہوں گا۔

آپ نے فرمایا۔

ہاں بیٹے تو ابو الائمہ ہے۔ تو میرے بعد خلیفہ ہے۔ تو قائم بالامر ہے۔ اور اب تو ہی صراط مستقیم کا ہادی ہے۔ نانا اور بابا کے علم کا وارث ہے۔

پھر آپ نے جناب سجاد کو گلے لگایا اور بے ساختہ گریہ کیا۔

اثبات الوصیت میں ہے کہ امام حسینؑ جناب سجاد کے پاس آئے۔ آپ بستر مرض پر تھے۔ امام حسینؑ نے آپ کو وصیتیں کیں۔ اسم اعظم آپ کے سپرد کیا۔ دیگر تبرکات انبیاء کے متعلق بتایا کہ وہ سب میں نے بطور امانت ام المومنین ام سلمہ کے پاس رکھے ہیں۔ جب شام کی قید سے واپس جاؤ گے تو آپ کو مل جائیں گے۔

قطب راوندی نے کتاب الدعوات میں جناب سجاد سے روایت کی ہے کہ جب میرے مظلوم اور پیاسے بابا مجھ سے الوداع کے لیے میرے پاس آئے اس وقت آپ کا جسم تیروں سے چھلنی تھا۔ اور خون کے فوارے ہر طرف سے پھوٹ رہے تھے۔ مجھے سینہ سے لگایا۔ اور فرمایا۔ ایک دعا مجھے آپ کی دادی دختر رسول نے مصائب کے وقت پڑھنے کی خاطر بتائی تھی۔ اسے حفظ کر لے انہیں نبی کریم نے اور ان کو جبریل نے ذات احدیث کی طرف سے بطور تحفہ دی تھی۔

اللھم بحق یٰسین والقران	اے اللہ! یٰسین اور قرآن
الحکیم و بحق طٰہٰ	حکیم کا واسطہ۔ اے اللہ! طٰہٰ
والقران العظیم یامن	اور قرآن عظیم کا واسطہ۔
یقدر علی حوائج السائلین	اے وہ ذات جو سائلین کی

یامن یعلم ما فی الضمیر	حاجات روائی پر قادر ہے
یا منفس عن المکروبین	اے وہ ذات! جو ما فی
یا مفرج عن	الضمیر سے آشنا ہے۔ اے
المظلومین یا راحم	وہ ذات! جو مصیبت زدوں
الشیخ الکبیر یا رازق	کو نجات دینے والی ہے اے
الطفل الصغیر	غمزدوں کے غم دور کرنے
یامن لا یحتاج الی	والے۔ اے بوڑھوں پر
التفسیر صل علی	رحم کرنے والے۔ اے بچے
محمد وال محمد	کو رزق دینے والے۔ اے
وافعل بی۔۔۔۔	وہ ذات! جو کسی تفسیر کی محتاج
	نہیں محمد و آل محمد پر رحمت
	نازل فرما اور میری۔۔۔۔۔
	یہ حاجت روائی فرما۔

اس کے بعد آپ نے مجھے الوداع کہی۔ مجھے وداعی بوسہ دیا۔ اٹھے اور خیمہ سے باہر چلے گئے۔ میں اپنے بستر مرض پر ویسے ہی تنہا رہ گیا۔

دمعۃ الساکبہ میں ہے کہ جب امام حسینؑ تنہا رہ گئے۔ تو آپ نے سب سے پہلے اپنے بھائیوں کے خیام دیکھے۔ وہ خالی نظر آئے۔ پھر بنی عقیل کے خیام کو دیکھا ان میں بھی کوئی نظر نہ آیا۔ پھر اپنے انصار میں سے ایک ایک خیمہ کو دیکھا ان میں بھی کوئی نظر نہ آیا ہر خیمہ کو خالی دیکھ کر فرماتے تھے۔ اب کسے پکاروں؟ کون مدد کو آئے گا؟ آخر میں آپ مستورات کے خیام میں آئے

جناب سجاد شدت مرض کی وجہ سے بستر علالت پر تھے۔ دختر زہرا آپ کے سرہانے بیٹھی تھی۔ جب جناب سجاد نے اپنے بابا کو آتے ہوئے دیکھا تو اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن اٹھ نہ سکے۔ پھوپھی سے عرض کیا۔ مجھے سہارا دو فرزند رسول تشریف لا رہے ہیں۔ جناب ثانیہ زہرا نے سہارا دیا۔

امام مظلوم نے پوچھا۔ بیٹے کیا حال ہے۔

امام سجاد نے عرض کیا۔

ابا جان! الحمد للہ علی کل حال۔ ابا جان! ان منافقین سے مذاکرات کیسے چل رہے ہیں۔؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ بیٹے کیا پوچھتے ہو۔ شیطان ان پر غالب آچکا ہے جنگ شروع ہے۔ مدتوں کی پیاسی زمین کربلا ہمارے اور ان کے خون سے ایسی سیراب ہو رہی ہے کہ پھر کبھی پیاسی نہ ہوگی۔

جناب سجاد نے عرض کیا۔

ابا جان! چچا عباس کہاں ہیں؟

جناب زینب کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ فرماتی ہیں میں سوچنے لگی کہ حسینؑ بھائی کیا جواب دیتے ہیں۔ کیوں کہ میں نے بیمار سجاد کو شہادت جناب عباس کی اطلاع نہیں دی تھی۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

بیٹے آپ کے چچا شہید ہو گئے ہیں۔ ان کے دونوں ہاتھ ان ظالموں نے قلم کر دیئے تھے۔

جناب سجاد اس قدر روئے کہ آپ کو غش آگیا۔ کافی دیر بعد غش سے افاقہ ہوا۔ تو پوچھا۔ ابا جان! اور بھائی علی کہاں ہے؟

امام مظلوم نے جواب دیا بیٹے وہ بھی شہید ہو گئے۔

پھر جناب سجاد نے حبیب ابن مظاہر مسلم ابن عوسجہ۔ اور زہیر ابن قین وغیرہ میں سے ایک ایک کا نام لے کر پوچھنا شروع کیا۔ امام حسینؑ بتانے لگے بیٹے وہ بھی قتل ہو گیا ہے۔ وہ بھی قتل ہو گیا ہے۔ آخر میں امام حسینؑ نے فرمایا۔

بیٹے اس وقت مردوں میں سے ایک تم ہو اور ایک میں ہوں اور سب چلے گئے۔

اس وقت جناب سجاد نے عرض کیا۔ پھوپھی جان! مجھے ایک عصا اور تلوار دے دیجئے۔

امام حسینؑ نے پوچھا۔

بیٹے کیا کرو گے۔

امام سجاد نے عرض کیا۔ عصا پر سہارا لوں گا اور تلوار سے دشمنان خدا و رسول کے ساتھ جنگ کروں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

بیٹے ان یتیموں۔ ان بے واؤں۔ ان بن بھائیوں کی بہنوں۔ اور ان بے چاری مستورات کے ساتھ شام کون جائے گا۔ ان کا آسرا کون ہوگا۔ انہیں تسلی کون دے گا؟

امام باقر کی عمر میدان کربلا میں چار برس تھی۔ فرماتے ہیں کہ میں ہر ایک کی

شہادت دیکھتا رہا۔ لیکن جس ظلم سے میرے جد مظلوم کو شہید کیا گیا ہے۔ میں نے دیکھا میرے جد مظلوم کی شہادت کے بعد لاشہ پر تیر اندازی کی گئی۔ نیزہ بازی کی گئی۔ تلوار زنی کی گئی۔ پتھر برسائے گئے اور آخر میں چور چور لاشہ پر گھوڑے تک دوڑے گئے۔

چھٹی مجلس

خیام سے آخری الوداع

زاہد وقت۔ فاضل عصر۔ شریف زمانہ سرکار علامہ مرزا یحیٰ نوری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کربلا زیارت کی خاطر آیا زیارت سے فارغ ہو کر سو رہا تھا کہ عالم خواب میں میں نے ایک منادی سنی وہ کہہ رہا تھا۔ صحن امام حسین میں علامہ مجلسی درس دے رہے ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہاں ؟ اس نے مجھے بتایا فلاں جگہ۔ میں اس جگہ آیا دیکھا تو سرکار علامہ بر سر منبر مصروف درس ہیں۔ درس میں شامل پانچ سو سے زیادہ تو علماء تھے۔ عوام ان کے علاوہ تھے۔ درس سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر کے لیے انہوں نے موعظہ بیان فرمایا۔ موعظہ کے بعد مصائب کربلا شروع کیے تو پردہ کے اندر سے ایک کنیز سامنے آئی اور اس نے کہا۔ مادر حسینؑ فرما رہی ہیں کہ۔

آج میرے حسین بیٹے کا خیام سے الوداع پڑھو۔

چنانچہ سرکار مجلسی نے الوداع خیام شروع کیا۔

عزادارو! حقیقت یہ ہے کہ صبح عاشور سے الوداع تک اگرچہ مصائب

کے پہاڑ تھے لیکن الوداع امام حسینؑ مصائب کا وہ پہاڑ تھا جسے برداشت کرنا بس انہی زہرا زادیوں کا کام تھا جنہوں نے برداشت کیا۔

علامہ مجلسی نے بحار میں لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ نے اپنے سامنے بہتر انصار اور اٹھارہ بنی ہاشم کے پیاسے لاشے دیکھے تو بے ساختہ پکارے۔

هل من راحم يرحم آل الرسول ؟ هل من	کوئی ہے ایسا شریف جو آل رسول پر ترس کھائے؟
ناصر ينصر ذرية الطاهرة البتول ؟	ہے کوئی جو ذریت زہرا کی نصرت کرے؟

پھر فرمایا۔

یا سکینہ۔ یا فاطمہ۔ یا زینب یا ام رباب یا ام لیلیٰ یا فضۃ جاریۃ امی الزہرا علیکن فی السلام یہ آخری زیارت ہے پھر میدان محشر میں ملاقات ہوگی تمہارے سامنے مصائب کے دروازے اب کھل رہے ہیں۔

یہ الوداعی سلام سنکر تمام مستورات اپنے اپنے خیمہ سے۔ الفراق الفراق۔ الوداع الوداع کرتی ہوئی باہر آئیں۔

جناب سکینہ نے عرض کیا۔ ابا جان! کیا آپ نے واقعی موت پر کمر باندھ لی ہے؟

امام حسین نے فرمایا۔ بیٹی جس کا کوئی ناصر و مددگار نہ رہا ہو وہ اس کے سوا اور کیا کر سکتا ہے۔ بیٹی یہ دنیا فانی ہے۔ آخرت باقی ہے۔

جناب سکینہ نے عرض کیا۔ یا ابتاہ ردنا الی حرم جدنا ابا جان ہمیں ہمارے نانا کے مدینہ ہی میں پہنچا دیجئے۔

امام حسین آگے بڑھے بیٹی کو اٹھایا گلے لگایا۔ سر کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا۔ بیٹی اگر ممکن ہوتا تو میں ضرور ایسا کرتا لیکن اب تیرا بابا مجبور ہے۔ پھر فرمایا۔

سیطول بعدی یا سکینۃ	اے سکینہ میرے بعد تیرا
فاعلمی منک البکاء اذا	گریہ طویل ہو جائے گا
الموت دھانی لا تحرقی	سکینہ بیٹی! اب غم میں اس
قلبی بدمعک حسرۃً	وقت تک آنسو بہا کر میرے
مادام منی الروح فی	زخمی دل کو دکھی نہ کر جب تک
جثمانی۔	میرے جسم میں میری جان ہے

ناسخ کے مطابق جب امام حسینؑ نے اپنی کمسن سکینہ کو گلے لگایا تو تمام مستورات کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اب مصائب کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اللہ تمہارا حامی۔ محافظ اور شر اعدار سے نگہبان ہوگا۔ اپنی چادریں اور برقعے اوڑھ لو۔ ثانیہ زہرا نے پوچھا۔ اے غریب زہرا! خیام کے اندر آپ ہمیں چادریں اور برقعے اوڑھ لینے کا حکم کیوں دے رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ چند ساعات کے بعد جب میرا ذوالجناح تمہیں میری خبر شہادت دینے آئے گا اس کے فوراً بعد یہ امت محمد ان خیام کو نذر آتش کرنے آئے گی۔ کوئی خیمہ باقی نہ رہے گا۔ تمام اسباب لوٹ لیا جائے گا۔ تمہارے سروں سے چادریں نیزوں کی انیوں سے اتاری جائیں گی اور تمہیں گھوڑوں کے آگے چلنے کو کہا جائے گا۔ نہ چل سکنے والیوں کو نیزوں سے

زخمی کیا جائے گا۔

یہ سنکر تمام مخدرات نے بال کھول دیئے۔ واہ محمداہ وعلیاہ وواحدتاہ کے بین شروع کر دیتے۔ امام حسینؑ نے ثانیہ زہرا کو قریب بلایا اور فرمایا۔ مهلا یا بنت المرتضیٰ ان البکاء طویل طویل۔ اے دختر مرتضیٰ صبر کرو رونے کا وقت بہت طویل ہے۔

آپ نے خیمہ سے باہر جانے کا ارادہ کیا۔ ثانیہ زہرا نے آپ کا دامن پکڑا اور کہا۔ مهلا یا اخی حتی اتزود منك ومن نظری الیك واودعك وداع مفارق لا تلاقی بعدہ۔ بھیا ذرا سا اور ٹھہر جاؤ تاکہ جی بھر کے دیکھ لوں اور ایسا الوداع کر لوں جس کے بعد زیارت نہ ہو گی پھر بی بی نے ہاتھ چومے، سر کا بوسہ لیا۔ زخمی پیشانی چومی۔ خون آلود ریش مبارک چومی۔ گلوئے نازنین کے بوسے لئے۔ بیٹھ کر دونوں پاؤں چومے تمام ہاشمیات نے باری باری آپ کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ لیا۔ پھر آپ نے تمام ہاشمیات کو اپنے اپنے خیمہ میں واپس جانے کا حکم دیا۔ جب تمام چلی گئیں تو ثانیہ زہرا کے سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔۔ بہن میری خواہش ہے کہ ان بہتی آنکھوں سے مجھے الوداع نہ کرو۔

یہ بات سنکر ثانیہ زہرا نے کہا حسینؑ کسی بہن سے بھائی یوں نہیں کہتے تو کسی سفر پر نہیں جا رہا۔ شہید ہونے جا رہا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ سجاد بیمار ہے۔ لیکن بہر صورت جیسا بھی ہو گا میں وقت گزار لوں گی۔ مجھے معلوم ہے میرے رونے کا وقت یہی ہے جب تک آپ موجود ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد مجھے رونے کی فرصت کب ملے گی بچے روئیں گے۔ میں انہیں تسلی

دوں گی۔ عورتیں پریشان ہوں گی۔ میں انہیں مطمئن کروں گی۔

پھر آپ نے فرمایا۔

اچھا اب ایسا کرو۔ مجھے ایک ایسا لباس لا کر دو۔ جس میں کوئی رغبت نہ کرے۔

ثانیہ زہرا نے عرض کیا۔ بھیا وہ کس لیے؟

آپ نے فرمایا۔ میں جانتا ہوں میری شہادت کے بعد میرا لباس اتار لیا جائے گا۔ اس لیے چاہتا ہوں لباس ایسا کہنہ ہو جس میں کسی کے لیے کوئی کشش نہ ہو۔

دختر زہرا نے پوچھا۔

کس قسم کا ہو۔

آپ نے فرمایا۔ ایک پرانا یمنی لباس ہے۔ تجھے معلوم ہے دم آخر ماں نے تجھے ایک لباس کی وصیت کی تھی۔ یہ سنکر بنت زہرا کانپ گئیں۔ بے ساختہ بھائی کو گلے لگایا۔ اور گلے کا بوسہ لے کر عرض کیا۔ مجھے یاد تو تھا میں صرف آپ سے تصدیق چاہتی تھی۔ مخدرہ نے وہ لباس لا کر دیا۔ آپ نے اسے مزید تار تار کیا۔

لیکن تعجب ہے امت مسلمہ کی درندگی پر کہ کہ ایسا کہنہ لباس بھی آپ کے تن پاش پاش پر نہ رہنے دیا گیا۔ اور ابحر ابن کعب نے وہ پرانا لباس بھی اتار لیا۔ تاریخ کے مطابق جب یہ ظالم یہ پرانا لباس لے گیا۔ تو اس کے دونوں ہاتھ گرمیوں میں اس طرح خشک ہو جاتے تھے جیسے سوکھی شا نیں ہوں اور سردیوں میں پھول جاتے تھے۔ ان سے خون ٹپکتا تھا۔ اور بدبودار مادہ

رستا رہتا تھا۔

پھر آپ نے وہ لباس پہنا۔ اور درِ خیمہ پر رک کر اپنے ایک ایک
عزیز کو پکار کر فرمایا۔ کوئی ہے جو مجھے گھوڑے پر سوار کرے۔

بعض مورخین نے لبابہ زوجہ قمر بنی ہاشم۔ بعض نے ام فروہ مادر شہزادہ
قاسم اور بعض نے دختر زہرا کا لکھا ہے کہ انھوں نے گھوڑے کی رکاب پر ہاتھ رکھ
کر آپ کو سوار کیا۔

ساتویں مجلس

شجاعت حسینیہ

شجاعت جو آپ کو وراثۃ ملی تھی۔ کا عالم یہ تھا کہ بقول مورخین واقعہ
کربلا سے قبل لوگ شجاعت حیدریہ کا ذکر کرتے تھے۔ لیکن واقعہ کربلا کے بعد
لوگ شجاعت حیدریہ کو بھول گئے تھے اور اپنے باہمی مکالمات میں شجاعت
حسینیہ کو بطور ضرب المثل پیش کرتے تھے۔

جس طرف رخ کرتے تھے کشتوں کے پشتے لگ جاتے تھے۔ کھوپڑیاں اڑتی
تھیں۔ جسم گرتے تھے اور کلائیاں بکھرتی تھیں۔ میدان کربلا میں تڑپتے جسم۔ بکھری
کلائیوں اور پھڑکتے لاشے نظر آتے تھے۔ یہ وہ حیران کن شجاعت تھی جس نے
ہر ذی ہوش کو انگشت بدنداں کر رکھا تھا۔ بڑے بڑے نامی گرامی سورما آئے
لیکن واصل جہنم ہوئے۔ جہاں رک جاتے تھے مجال ہے جو قدم میں لغزش
آجائے یا۔ ہاتھ کانپ جائے۔ مارتے مارتے قلب لشکر پر جا پہنچے۔ جب ان
میں سے کوئی بھی مقابلہ کی تاب نہ لا سکا تو میمنہ پر حملہ کیا اور وسط لشکر میں جا دم
لیا۔ جب وہ بھاگے تو میسرہ پر حملہ کیا۔ میدان کربلا کی زمین یزیدیوں کے

نجس خون سے سرخ ہو گئی ۔ دس ہزار سے زیادہ یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ زخموں کی تعداد تو اس سے کہیں زیادہ تھی۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے ۔

واللہ ما رایت مکثورًا قط قتل ولدہ و اھل بیتہ و اصحابہ اربط جاشا ولا امضیٰ جنانا ولا اجرا مقدما من الحسین واللہ ما رایت قبلہ ولا بعدہ مثلہ و ان کانت الرجال لتشد علیہ فیشد علیھا بسیفہ فتنکشف عنہ انکشاف المعزیٰ اذا شد فیھا الذئب۔

بخدا میں نے ایسا شجاع کبھی نہیں دیکھا جس کے بیٹوں کے اہلبیت اور اصحاب کے لاشے اس کے سامنے ہوں اور حملہ کی شدت ۔ دل میں اطمینان اور پیش قدمی کی جراَت ایسی ہو جیسی فرزند زہرا کی تھی. بخدا نہ تو اس سے قبل اور نہ اس کے بعد میں نے اس جیسا دیکھا ہے اگرچہ یزیدی حملہ تو کرتے تھے لیکن جب غریب زہراؑ جوابی حملہ کرتا تھا تو اس طرح دور بھاگتے تھے جس طرح بکریوں کے ریوڑ پر بھیڑیے کا حملہ ہو۔

عمر سعد نے اپنی فوج میں سے تیس ہزار کو علیحدہ کیا۔ انہیں چار حصوں میں

بانٹا چار ہزار تلوار باز کو سامنے رکھا۔ بقیہ کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ کو دائیں طرف نیزہ زنی پر۔ ایک حصہ کو بائیں طرف سنگ اندازی پر اور چوتھے حصہ کو عقب سے تیر اندازی پر مامور کیا۔ لیکن کسی کی پیش نہیں جاتی تھی۔ آپ جب حملہ کرتے تھے تو یزیدی ٹڈی دل کی طرح بکھر بکھر جاتے تھے آپ پھر اپنے مرکز پر آکر کھڑے ہو جاتے تھے اور خیام کی طرف دیکھ کر باواز بلند لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتے تاکہ مستورات سن لیں اور انہیں حوصلہ رہے کہ ابھی تک زندہ ہیں ۔

حمید ابن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے دوران جنگ غریب زہرا کو یزیدی صفوں میں گھستے دیکھا آپ کی ریش مبارک رنگین تھی ۔ تیر اندازی نیزوں اور تلوار کی ضربات سے زرہ پر خون کی ایسی تہ چڑھی ہوتی تھی کہ زرہ نظر تک نہ آتی تھی ۔

اعلام الوریٰ میں ہے کہ جسم مقدس میں اٹک جانے والے تیر اس قدر تھے کہ دور سے تیر اس طرح نظر آتے تھے جس طرح خار پشت کے کانٹے۔ جب آپ تیروں سے نڈھال ہو گئے تو اپنے مرکز پر اس طرح آکر کھڑے جس طرح تھک گئے ہوں۔ امرائے شام میں سے تمیم ابن قحطبہ سامنے آیا اور کہا۔

اے فرزند علی اس تیس ہزار کے لشکر سے تنہا کب تک لڑو گے؟ آپ کے بیٹے بھائی اور انصار سب کو قتل ہو گئے ۔

امام حسینؑ نے جواب دیا۔

کیا میں تم سے لڑنے آیا ہوں یا تم مجھ سے جنگ کرنے آئے ہو؟

کیا میں نے تمہاری راہ روکی ہے یا تم نے میری راہ روکی ہے؟

میں نے تمہارا پانی بند کیا ہے یا تم نے مجھے مع کمسن بچوں کے پانی سے محروم کر رکھا ہے ؟

تم نے میرے چاند سے بیٹے۔ زور کمر بھائی۔ اور میرے جانثار قتل کر دیئے اب میرے جینے کے لیے رکھا ہی کیا ہے۔

اس خبیث نے کہا۔ اب زیادہ باتیں نہ کرو۔ آگے بڑھو ذرا میں بھی دیکھوں کہ آپ میں کتنا دم خم باقی ہے۔

امام حسین نے بآواز بلند تکبیر کہہ کر ایسا وار کیا کہ اس تمیم ملعون کے ساتھ پچاس یزیدی ایک ہی وار سے کٹ گئے۔ اور یزیدی گھبرا کر پیچھے ہٹے۔

یزید الطبحی نے چیخ کر کہا۔ بزدلو!

تمہیں شرم نہیں آتی تم ہزاروں کی تعداد میں ہو اور ایک کے مقابلہ میں جم کر لڑ نہیں سکتے۔ یہ ظالم اپنی شجاعت میں معروف عرب تھا۔ جب یہ آگے بڑھا تو تمام یزیدی خوش ہو گئے۔

امام حسین نے فرمایا۔

ظالم تو میرے مقابل آرہا ہے۔ حالانکہ تو مجھے جانتا ہے کہ میں کون ہوں۔؟

اس ظالم نے کوئی جواب نہ دیا۔ آگے بڑھا۔ مظلوم کربلا نے اس کے وار سے پہلے ایک ضرب سے اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔

کبریت احمر میں ابن ابی جمہور سے مروی ہے کہ مظلوم کربلا بعض ایسے افراد کو جو ان کی تلوار کی زد میں ہوتے تھے۔ قتل نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ وہ

بدنصیب متعدد بار حملہ کر کے آگے آجاتے تھے لیکن امام حسینؑ ہر مرتبہ انہیں بچا جاتے تھے۔ جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا۔ جس کسی کی صلب میں مجھے تا قیامت ایک بھی مومن نظر آتا ہے میں اسے قتل نہیں کرتا۔

جناب سجاد فرماتے ہیں کہ یوم عاشور میں نے کتنے افراد کو دیکھا جو میرے بابا پر بڑھ بڑھ کر کبھی نیزہ سے اور کبھی تلوار سے حملے کر رہے تھے۔ لیکن میرے بابا ان پر نہ حملہ کرتے تھے اور نہ انہیں قتل کرتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی نسل میں محبان اہلبیت تھے۔

یوم عاشور کے پورے جنگ میں غریب نینوا اور آپ کی طرف سے جنگ کرنے والے ہر خورد و کلاں کا نعرہ یا محمدؐ تھا۔

صاحب جواہر نے کتاب الجہاد میں لکھا ہے کہ دشمن سے جنگ میں اہل حق کے پاس ایک ایسا علامتی نعرہ ہونا چاہیے جس سے ان کی پہچان ہو اسی سلسلہ میں امام صادق نے معاویہ ابن وہب کو فرمایا ہے کہ ہمارا علامتی نعرہ یا محمدؐ ہے پھر آپ نے مختلف جنگوں میں علامتی نعرے بتائے اور اسی ضمن میں فرمایا کہ فرزند رسول کا کربلا میں علامتی نعرہ یا محمدؐ تھا۔

مؤلف!۔

مجھے اپنی جان کی قسم! بلامبالغہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ میدان کربلا میں امام حسینؑ نے شجاعت کی وہ مثال قائم کی ہے جس کے مقابلہ میں تاریخ عالم کے پاس کوئی مثال نہیں۔ اگر تاریخ شجاعت و ہمت کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف شجاعت حیدریہ ہی ہے۔ لیکن غریب زہرا کی شجاعت نے

شجاعت حیدریہ پر بھی خط تنسیخ کھینچ دیا۔ کہاں علیؑ کی جنگیں اور کہاں جنگ شبیرؑ۔

حضرت علیؑ جب میدان جنگ میں جاتے تھے تو انہیں معلوم ہوتا تھا کہ میری پشت پر ہزاروں جانثار موجود ہیں لیکن نواسہ رسول نے تنہا ہزاروں سے جنگ کی اور انہیں معلوم تھا کہ میری پشت پر بیمار سجاد اور بے سہارا مستورات کے سوا کوئی نہیں۔

حضرت علیؑ جب جنگ میں جاتے تھے تو ان کی اولاد محفوظ ہوتی تھی۔ لیکن۔

امام حسینؑ جب میدان میں آئے تو میدان ان کے۔ بیٹوں۔ بھانجوں بھائیوں اور بھتیجوں کی لاشوں سے سرخ تھا۔

حضرت علیؑ جب جنگ کرتے تھے ان کے ساتھ ان کے اہل وعیال نہیں ہوتے تھے۔

لیکن۔

امام حسینؑ جب میدان میں آئے تو کسی طرف سے کمسن سکینہ کی آواز آتی تھی یا ابناہ العطش قد قتلنی۔

کسی طرف سے کسی ماں کی آواز آتی تھی وا ابناہ۔ اور کسی طرف سے کسی بہن کی آواز آئی تھی۔ وا اخاہ۔

حضرت علیؑ تازہ دم ہو کر جنگ کرتے تھے۔

لیکن۔

غریب کربلا نے تین دن کی بھوک اور پیاس کے عالم میں جنگ کی۔

ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے۔

اگر یہ یزیدی مسلمان فرزند رسول پر پانی بند نہ کرتے تو ان کے بس میں نہ تھا کہ وہ فرزند رسول کو شہید کر دیتے۔ کیونکہ حسینؑ وہ بہادر تھا جو نہ تو جنگ سے منہ موڑنے والا تھا اور نہ قدم اٹھانے والا تھا۔ یہ اس باپ کا بیٹا تھا جس نے جنگ بدر میں سفیانی لشکر کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔

آٹھویں مجلس

زخموں کی تعداد

مناسب ہو گا اگر اس مجلس میں ہم ان زخموں کی تعداد دیکھ لیں۔ جو فرزند رسول کے تن نازنین پر پڑے تھے۔

ابو مخنف کے مطابق آپ نے جب حملہ کیا دائیں اور بائیں دو طرف سے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ تو شمر نے عمر سعد سے کہا۔ سرکار! یہ تو ایک آدمی بھی نہیں چھوڑے گا۔

عمر سعد نے کہا۔ کوئی تدبیر تم بتاؤ۔ کیا کیا جائے۔

شمر نے کہا۔ میرا خیال ہے کہ ہم اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کر دیں۔ ایک حصہ سامنے سے تلوار باز ہو۔ ایک حصہ دائیں طرف نیزہ بازوں کا ہو۔ ایک حصہ بائیں جانب سے سنگ اندازی کرے۔ اور چوتھا حصہ عقب سے آتش باری اور تیر اندازی کرے۔

جب تک ہم اسے چاروں طرف سے نہیں گھیریں گے اس وقت تک یہ ہمارے قابو میں نہیں آئے گا۔

عمر سعد نے کہا۔ آپ کا مشورہ درست ہے۔ ایسا ہی کرتے ہیں، پھر اس نے ایسا ہی کیا۔ اب کسی طرف سے تلوار کا وار ہوتا تھا! ابھی اس سے نہیں سنبھلتے تھے۔ کہ دائیں طرف سے نیزہ کی انی پڑتی تھی! ابھی اس سے نہیں نمٹتے تھے بائیں طرف سے پتھروں کی بارش سے حفاظت کا خیال آتا تھا۔ ابھی اس کا جواب نہیں دے پاتے تھے کہ عقب سے آگ۔ آتشی تیروں سے آگ کے شعلے بھڑک کر آ جاتے تھے۔

ایک روایت کے مطابق ایک ہزار نو سو زخم تھا۔

ایک روایت کے مطابق چار ہزار زخم تیروں سے تھا۔ ایک سو اسی زخم نیزہ و تلوار کا تھا مثیر الاحزان کے مطابق زخموں کی تعداد شمار سے باہر تھی۔ اور تمام کے مطابق آپ کے جسم میں اتنے تیر پیوست تھے کہ دور سے پرندے کی طرح نظر آتے تھے۔

کسی مورخ نے یہ نہیں بتایا کہ کوئی زخم پشت پر ہو۔ تمام زخم جسم کے اگلے حصہ پر تھے۔ جب آپ زخموں سے بے تاب ہو گئے تو کچھ وقت آرام کرنے کی خاطر ستانے کے لیے رکے۔ اسی حالت میں ایک پتھر آپ کی پیشانی پر پڑا آپ نے رومال نکال کر خون کو صاف کرنا چاہا۔ ابھی صاف کر نہیں پائے تھے۔ ایک زہر آلود سہ شعبہ تیر آیا جو آپ کے سینہ بے کینہ پر آ کر لگا۔ بعض مورخین کے مطابق یہ تیر آپ کے دل میں پیوست ہوا۔ آپ نے بسم اللہ و باللہ و فی سبیل اللہ و علی ملۃ رسول اللہ۔ پڑھا۔ سر سوئے۔ آسمان بلند کیا۔ اور عرض کیا۔

اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ۔ یہ لوگ ایسے شخص کے درپے قتل ہیں کہ اس کے

سوا روئے ارض پر کوئی دختر نبی کا فرزند نہیں ہے۔

پھر آپ نے دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور سامنے کی طرف سے نکالنا چاہا لیکن تیز کی نوکوں کے ٹیڑھا ہونے کی وجہ سے تیر نہ نکل سکا چنانچہ آپ زین پر جھکے اور پشت کی طرف سے تیر کو نکالا تو خون پرنالہ کی مانند پھوٹ پڑا۔ آپ نے دونوں ہاتھ زخم کے آگے رکھ دیے جب دونوں خون سے لبریز ہو گئے تو آپ نے خون کو سوئے آسمان اچھالا از روئے روایات خون کا ایک قطرہ بھی واپس نہ آیا۔ آسمان پر یہ سرخی شہادت حسینؑ سے قبل کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔

اس واقعہ کے بعد صدیوں سے خون حسینؑ کی یہ سرخی موجود ہے آپ نے پھر دوسری مرتبہ زخم کے سامنے دونوں ہاتھ رکھے۔ جب خون سے پر ہو گئے تو اپنے سر اور ریش مبارک کو خضاب کر کے فرمایا۔

هكذا القى جدى رسول الله وانا مخضوب بدمى واقول يا رسول الله قتلنى امتك ـ	میں اپنے خون سے رنگین اسی طرح اپنے نانا کی ملاقات کروں گا۔ اور انہیں بتاؤں گا۔ اے رسول خدا، آپ کی امت نے مجھے شہید کیا ہے۔

امام حسینؑ کی زیارت میں یہ لفظ ہیں۔

السلام علی مقطوع الوتین ۔	میرا سلام ہو اس پر جس کی دل سے ملنے والی رگ

کٹ چکی تھی۔

وتین وہ رگ ہوتی ہے جس کا براہ راست رابطہ دل سے ہوتا ہے۔

اس تیر کے بعد آپ جنگ کے قابل نہ رہے۔ لیکن جو بھی آپ کو گھوڑے سے اتارنے کی خاطر آتا تھا مرعوب ہو کر واپس چلا جاتا تھا۔ حتےٰ کہ مالک ابن یسر کندی آیا۔

نویں مجلس

ذین ذوالجناح سے زمین کربلا پر آمد

مورخین کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ ذین ذوالجناح سے خاک کربلا پر کب آئے۔

ابن طاؤس نے لہوف میں لکھا ہے جب آپ زخموں سے چور ہو گئے۔ اور جسم اقدس کا کوئی حصہ تیروں سے خالی نہ رہا۔ تو صالح ابن وہب نے آپ کے پہلو میں ایک نیزہ مارا جس سے آپ زین پر نہ سنبھل سکے۔ آپ زین سے جھکے دائیں رخسار کے بل زمین پر آئے اور کہا۔ بسم اللہ و باللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ۔

شیخ صدوق نے امالی میں لکھا ہے کہ ابوایوب غنوی کا وہی تیر جو آپ کے حلقوم مبارک میں پیوست ہوا تھا اور جسے آپ نے عقب سے نکالا تھا۔ اسی تیر کے بعد آپ زین پر نہ سنبھل سکے اور خاک کربلا پر آ رہے۔

ابومخنف نے بتایا ہے کہ ابوایوب غنوی کے تیر کے بعد دوسرا تیر خولی نے مارا تھا۔ جو آپ کے گلوئے نازنین پر لگا جس کے بعد آپ زین الجناح پر نہ

سنبھل سکے۔ زمین پر آئے کافی دیر تک خاک و خون میں تڑپتے بھی رہے اور بہنے والے خون کو لے کر اپنے چہرہ اور سر پر خضاب کر کے فرماتے رہے۔

ھکذا القی ربی وجدی رسول اللہ واشکوا الیہ ما نزل بی۔

اسی حالت میں اللہ اور نانا رسول سے ملاقات کر کے اسے بتاؤں گا کہ میرے ساتھ آپ کی امت نے کیا سلوک کیا ہے۔

مناقب ابن شاذان میں ہے کہ نبی کونین نے فرمایا ہے کہ میں اپنی چشم رسالت سے دیکھ رہا ہوں کہ میرا حسینؑ زخموں سے چور گھوڑے پر بیٹھا ہے ایک ظالم نے تیر مارا ہے، میرا حسینؑ زین ذوالجناح سے زمین پر آیا ہے اور اس طرح ذبح کیا جا رہا ہے جس طرح کسی حیوان کو ذبح کیا جاتا ہے۔

معدن میں مناقب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابوایوب غنوی نے آپ کے حلق مبارک پر تیر مارا آپ نے بسم اللہ و باللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا زین سے زمین پر آئے۔

نفس المہموم میں حمید ابن مسلم سے مروی ہے کہ امام حسینؑ نے خز خالص سے جبہ پہن رکھا تھا۔ آپ نے مہندی سے خضاب کر رکھا تھا۔ زین سے اترنے کے بعد پیدل بھی سواروں کو تہ تیغ کرتے ہوئے فرما رہے تھے۔ اور میں سن رہا تھا۔

اعلی تخافون. وایم

کیا اب مجھ سے ڈرتے ہو

الله انی لارجوا ان	بخدا مجھے یقین ہے کہ تمہاری
یکرمنی الله بهوانکم	طرف سے کی جانے والی
ایای ثم ینتقم لی	میری توہین کے عوض اللہ مجھے
منکم من حیث لا	محترم بنائے گا پھر تم سے
تشعرون . اما و الله	میرا اس طرح انتقام لے گا
لو قتلتمونی لقد	کہ تمہیں احساس تک نہ ہو گا
القی الله بأسکم بینکم	بخدا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا
وسفك دمائکم	تو تمہارے درمیان ایسی تلوار
ثم لا یرضی لکم	چلے گی اور اتنا خون بہے گا
بذلك حتی یضاعف	جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے
لکم العذاب	لیکن اللہ اس پر بھی اکتفا
الالیم۔	نہیں کرے گا پھر تمہارے
	عذاب الیم میں کئی گنا اضافہ
	کرے گا۔

ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ زین سے زمین پر آنے کے بعد بھی پیادہ ہو کر شہسواروں کی طرح نبرد آزما رہے۔ شہسواروں پر حملہ کرتے اور کہتے۔

اعلی قتلی تجتمعون	کیا مجھے قتل کرنے پر تم نے
واما و الله لا تقتلون	اتحاد کر لیا ہے۔ بخدا میرے
بعدی عبداً من	بعد بندگان خدا میں سے کسی

عباد الله اسخط	ایسے شخص کو قتل نہیں کرو
علیکم لقتله	گے جس کے قتل پر اللہ
منی۔	اس قدر ناراض ہو جس قدر
	میرے قتل پر ناراض ہو گا۔

نفس المہموم میں ہے کہ جب شمر نے یہ حالت دیکھی تو اس نے شہسواروں کو للکارا کہ پیادہ فوج کے عقب میں رہو تا کہ جو بھاگنے کی کوشش کرے اسے قتل کر دو۔ پیادوں نے اتنی کثرت اور شدت سے تیر اندازی کی کہ آپ کا جسم مبارک تیروں میں چھپ گیا۔

تمقام میں ہے کہ عمر سعد ایک مرتبہ آپ کو شہید کرنے کی خاطر آگے بڑھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے عمر سعد کیا تو اپنے ہاتھ سے مجھے قتل کرے گا؟۔ جونہی آپ نے یہ فرمایا۔ عمر سعد منہ پھیر کر پیچھے ہٹ گیا۔

اور پھر اعلان کیا۔

جو بھی سر حسینؑ لائے گا اسے ایک ہزار درہم انعام ملے گا۔ پھر شمر نے للکارا کر کہا تم پر لعنت ہو دیکھ کیا رہے ہو زخموں سے چور ایک کمزور اور ناتوان شخص کو قتل نہیں کر سکتے۔ آگے بڑھو اب ہر طرف سے حملے ہونے لگے کسی طرف سے وقفہ نہیں مل رہا تھا۔

زرعہ ابن شریک عقب نے سے آپ کے بائیں کندھے پر وار کیا۔ آپ نے پلٹ کر زرعہ کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا۔

منتخب کے مطابق خولی نے آپ کے سینہ پر نیزہ سے وار کیا نیزے کا پھل پشت کے پیچھے سے جا نکلا خولی نے عقب کی طرف سے آکر پشت سے نیزے

کا پھل نکالا۔ اس کے بعد آپ حالت سجدہ میں زمین بوس ہو گئے اور اللہ سے اپنی مظلومی کا شکوہ کرنے لگے۔

طبری کا بیان ہے کہ اس حالت میں جب آپ بحالت سجدہ خاک کربلا پر تڑپ رہے تھے سنان ابن انس نے نیزے کا وار کیا آپ کا شکم اقدس زمین سے جا لگا۔ اور دن کا کافی حصہ آپ اسی عالم میں پڑے تڑپتے رہے اگر یہ ظالم چاہتے تو آپ کا سر مبارک جسم اطہر سے جدا کر سکتے تھے۔ لیکن کسی میں اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ کوئی آگے بڑھ کر اس دائمی لعنت کو اپنے سر لیتا۔

ایک روایت کے مطابق آپ تین گھنٹے یونہی سوئے آسمان دیکھتے رہے اور کہتے رہے۔

صبرًا علی بلائك و	تیرے ہر امتحان اور تیری
قضائك یارب لامعبود	ہر تقدیر پر صبر کروں گا۔
سواك یا غیاث	اے اللہ! تیرے سوا کوئی
المستغیثین ۔	معبود نہیں اے دادخواہوں
	کے فریادرس ۔

ابو مخنف کی روایت کے مطابق آپ نے یہ تین گھنٹے عالم غش میں گزارے جب افاقہ ہوا تو اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن طاقت نے ساتھ نہ دیا۔ دوبارہ بیٹھ گئے اور اپنی بے کسی اور تنہائی پر رو کر کہنے لگے۔

واجداہ ۔ وامحمداہ

وابناہ ۔ واعلیاہ

واخاہ و احسناہ ۔

واغربتاہ ۔ واغوثاہ ۔ واقلۃ ناصراہ ۔

کیا فرزند محمد مصطفیٰ یونہی مظلوم شہید ہوگا؟

کیا فرزند علیؑ مرتضیٰ یونہی پیاسا ذبح کیا جائے گا؟

کیا لخت دل فاطمہ زہرا کا یونہی لباس اتار لیا جائے گا۔؟

پھر آپ غش کر گئے اور تین گھنٹے عالم غش میں رہے۔ تمام یزیدی مسلمان حیرت میں تھے انہیں پتہ نہیں چل رہا تھا کہ جگر گوشہ مصطفیٰ زندہ ہے یا اپنے نانا سے جا ملا ہے۔

یہ معلوم کرنے کیلیے کہ کیا محبوب نبی کونین زندہ ہے یا نہیں کندہ کا ایک ظالم آگے بڑھا اور اس نے آپ کی پیشانی کا نشانہ لے کر ایک پتھر سے وار کیا۔ سر مبارک پھٹ گیا۔ خون ریش مقدس پر بہنے لگا سر سے خود اتر گیا۔

بحار میں ہے کہ اسی ظالم نے تلوار سے دوسرا وار آپ کے کندھے پر کیا جس کے بعد آپ ایک مرتبہ پھر بصورت سجدہ ہو گئے۔ اب اٹھتے تھے پھر گر جاتے تھے۔ سنان ابن انس نے نیزہ سے آپ کی پسلی پر وار کیا۔ نیزہ نکال کر پھر اسی نیزہ سے سینہ پر وار کیا۔ پھر اس ظالم نے تیسرا وار تیر سے آپ کے گلوئے نازنین پر کیا۔ جس کے بعد ایک مرتبہ پھر آپ زمین بوس ہو گئے۔ پھر اٹھے۔ بیٹھ کر گلے سے تیر کھینچا۔ دونوں ہاتھ زخم کے سامنے کیے جب خون سے پر ہو گئے تو اپنے سر اور ریش مبارک پر خضاب کر کے کہا اسی حالت میں دربار خالق میں جاؤں گا۔

دسویں مجلس

ثانیہ زہرا میدان کربلا میں

جس طرح نبی اکرم کو دعوت اسلام پر زخمی کیا گیا تھا۔ اور پیشانی سے خون بہنے لگا تھا اور آپ کوہ ابو قبیس پر ایک جگہ بیٹھے رہے تھے۔ آپ کی یہ حالت سنکر جناب امیر اور ام المومنین خدیجہ الکبری تشریف لائے تھے اور آپ کے زخم پر مرہم رکھی تھی۔

پھر جب جنگ احد میں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے اور فخر مریم جناب زہراؑ تشریف لائی تھیں۔ اسی طرح امام حسینؑ کے اس آخری وقت میں جب آپ سنان ابن انس کے مسلسل واروں سے اٹھنے کے قابل نہ رہے

واجداہ کی فریاد کی تو بنت زہرا خیمہ سے باہر آئی۔

اور فرمایا۔

واخاہ۔ واسیداہ۔ واھل بیتاہ۔ کاش آسمان پر گر جاتا۔ کاش پہاڑ ٹکڑے ہو جاتے۔ پھر عمر سعد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

ویحك یا عمر أيقتل	اے عمر اللہ تجھ پر لعنت

ابو عبد اللہ و انت	کرے تو دیکھ رہا ہے اور
تنظر الیہ۔	ابو عبداللہ شہید کیے جا رہے ہیں۔

عمر سعد نے منہ دوسری طرف کر لیا کوئی جواب نہ دیا۔

بی بی نے پھر فرمایا۔

ویحکم ما فیکم	اللہ تم پر لعنت کرے کیا
مسلم۔	تم میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔

طبری کے مطابق عمر سعد امام حسینؑ کے قریب ہوا تو ثانیہ زہراؑ نے کہا۔

یا عمر بن سعد یقتل	اے عمر سعد ابو عبداللہ شہید
ابو عبد اللہ و انت	ہو رہا ہے اور تو دیکھ رہا
تنتظر الیہ۔	ہے؟

راوی کا بیان ہے کہ مجھے آج بھی وہ منظر نہیں بھولتا۔ بنت زہرا کے اس جملہ کے بعد میں نے دیکھا کہ عمر سعد کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے اس نے منہ دوسری طرف کر لیا لیکن بنت زہرا کو کوئی جواب نہ دیا۔

تظلم الزہرا کے مطابق جب دختر زہرا نے خیام میں اپنے بھائی کی فریاد سنی تو غش کھا گئی۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو باہر آئی۔ چادر میں کبھی ٹھوکر کھا کر بیٹھ جاتی تھیں اور کبھی اٹھ کر چلنے لگتی تھیں۔ جب میدان میں آئیں تو دائیں بائیں دیکھا ایک ٹیلے کے پہلو میں بھائی کو بحالت سجدہ دیکھا زخموں سے خون پرنالہ کی مانند بہہ رہا تھا۔ اپنے کو زخمی بھائی پر گرا دیا۔ گلے لگایا۔ زخموں کے

بوسے لیے اور کہنے لگیں ۔

انت الحسین اخی	میرا حسینؑ بھائی تو ہے ؟
انت ابن امی	میری ماں جایا تو ہے ؟
انت نور بصری	میری آنکھوں کا نور تو ہے ؟
انت مهجة قلبی	میرے دل کی دھڑکن تو ہے ؟
انت حمانا	ہمارا محافظ حسینؑ تو ہے ؟
وانت رجانا	ہماری جائے پناہ حسینؑ تو ہے ؟
وانت کهفنا	ہمارا غیرت پناہ حسینؑ تو ہے ؟
وانت عمادنا	ہمارا سہارا حسینؑ تو ہے ؟
وانت ابن محمد المصطفیٰ	محمدؐ مصطفیٰ کا فرزند تو ہے ؟
وانت ابن علی المرتضیٰ	علی مرتضیٰ کا بیٹا تو ہے ؟
وانت ابن فاطمة الزهراءؑ	فاطمہ زہرا کا سکون دل تو ہے ؟

مظلوم زہراؑ نے بہن کی کسی بھی بات کا جواب نہ دیا۔ بنت زہراؑ نے بہت کوشش کی لیکن جب کوئی جواب نہ ملا صرف ایک مرتبہ امام حسینؑ نے آنکھ کھولی سر سے پاؤں تک بہن کو دیکھا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ثانیہ زہرا نے کہا۔

اخی بحق جدی رسول اللہ الاما کلمتنی	آپ کو نانا رسول کا واسطہ میرے ساتھ بات کریں ۔
اخی بحق ابی امیر المؤمنین الاما خاطبتنی	بھیا آپ کو امیر المومنین بابا کا واسطہ مجھ سے بات کریں ۔

یا حشاشة مهجتی بحق امی فاطمة الزهراء الاما جاوبتنی ۔	اے میرے دل کی دھڑکن بھیا آپ کو ماں زہراؑ کا واسطہ مجھے جواب دیں ۔
یا ضیاء عینی کلمنی	اے میری آنکھوں کے نور بھیا مجھ سے بات کریں ۔
یا شقیق روحی جاوبتنی ۔	اے میری روح کے حصے مجھے جواب دو ۔

اس وقت امام حسینؑ نے آنکھ کھولی اور فرمایا۔ بہن آج کا دن وہ سخت اور فراق کا دن ہے جس کا نانا نے مجھ سے وعدہ لیا تھا وہ میرے انتظار میں ہیں۔ اتنا کہہ کر آپ کو غش آ گیا۔ بنت زہراؑ نے اپنا سہارا دیا۔ آپ پیچھے بیٹھ گئیں ۔

امام حسین نے فرمایا؟

زینب واپس خیام میں چلی جاؤ، میرے زخموں میں اضافہ ہو گیا ہے۔ میں سب کچھ تو برداشت کر رہا ہوں لیکن تیرا باہر آنا مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ۔

بنت زہراؑ نے عرض کیا۔ بھیا بھلا کسی بہن کے دل سے پوچھو۔ کیا ایسے وقت کوئی بہن اپنے بھائی کو تنہا چھوڑ سکتی ہے ؟ ۔ تجھے نانا کی رسالت، بابا کی امامت اور ماں زہرا کی عصمت کا واسطہ مجھے امام کی حیثیت سے واپس جانے کا حکم نہ دینا۔ آپ نے نانا سے کچھ وعدے کیے تھے اور مجھ سے میری ماں نے کچھ وعدے لیے تھے ۔ اگر آپ اپنا وعدہ نبھانے کے پابند ہیں تو کیا مجھ پر ماں

سے کیے گئے وعدے نبھانے کی ذمہ داری نہیں ہے۔ کاش آپ کی جگہ میں مر جاتی۔ جس بہن کا بھائی دم آخر دائیں بائیں دیکھ رہا ہو اور اس کی بہنیں اور بیٹیاں خیام کے اندر مجبور ہوں بھلا وہ بہنیں آرام کر سکتی ہیں۔

انہی باتوں میں ایک چابک نے دختر زہراؑ کے پشت کا بوسہ لیا اور ایک انتہائی مکروہ آواز آئی

اب بس بھی کر۔ اٹھ جا یہاں سے ہمیں نماز عصر بھی پڑھنا ہے دیر ہو رہی ہے

بی بی نے دونوں بازو پھیلا کر امام مظلوم کو اپنی آغوش میں لے لیا اور فرمایا۔

اے دشمن خدا تجھے میرے اس غریب اور تنہا بھائی کو قتل ہی کرنا ہے تو مجھے اتنی مہلت دے کہ میں جی بھر کے دیکھ لوں۔

شمر نے کہا۔ تو نے ابھی تک جسے جی بھر کے نہیں دیکھا اب چند لمحوں کے مہمان کو کیا دیکھے گی۔

بی بی نے فرمایا۔ ظالم تجھے کیا معلوم کہ بہن کا دل بھائی سے کبھی سیر نہیں ہوتا

شمر نے اپنی طرف سے ہر امکانی کوشش کی لیکن جب بی بی بھائی سے جدا نہ ہوئی۔ تو امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے دکھی بہن! مجھے چھوڑ دے نانا میرے انتظار میں ہے۔

بی بی بھائی کا حکم سنکر بھائی سے علیحدہ ہوئیں۔ اس وقت بی بی کی قمیص کا سامنے والا حصہ بھائی کے خون سے رنگین تھا اور پشت کا حصہ شمر کے تازیانوں سے لال ہو چکا تھا۔

شمر آگے بڑھا۔ مظلوم زہراؑ کے سینہ پر سوار ہوا۔ پھر بحالت سجدہ کیا اور تلوار گردن پر رکھی بنت زہراؑ نے تلوار کے نیچے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اور فرمایا۔

اے دشمن خدا! ترس کر۔ اس کی پیاس پر ترس کھا۔ اس کی تنہائی پر ترس کھا۔ سینہ بے کینہ تو نے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے۔

یہی وہ سینہ ہے جسے رسول عالمین چوم چوم کر سیر نہیں ہوتے تھے۔

یہی وہ سینہ ہے جسے جبریل جھلاتا تھا۔

تجھے اللہ کا واسطہ۔ مجھے اتنی اجازت دے دے کہ میں اس آخری وقت میں اس کی سکینہ بیٹی کو بلا لوں۔ اسے آخری بوسہ دے۔ اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لوں۔

لیکن اس ظالم نے کوئی بات نہ سنی اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

گیارہویں مجلس

شہادت امام حسینؑ

یہ وہ مجلس ہے جس کے عنوان ہی سے آنسو بہتے ہیں۔ غم بڑھتا ہے جگر کباب ہوتا ہے۔

لہوف کے مطابق بلال ابن نافع کا بیان ہے کہ میں عمر سعد کی فوج کے ساتھ کھڑا تھا کہ کسی نے بے ساختہ چیخ کر عمر سعد کو یوں مبارک باد دی۔

ابشر ایھا الامیر فھذا	اے امیر تجھے مبارک باد ہو
شمر قد قتل	شمر نے فرزند رسول کو شہید
الحسین۔	کر دیا ہے۔

یہ سنکر میں یزیدی سپاہیوں کی صفوں سے نکل کر سوئے مقتل آیا دیکھا تو فرزند رسول تڑپ رہے تھے۔ شمر کھڑا تھا۔

بخدا! میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسا حسینؑ نہیں دیکھا جو خاک و خون میں غلطاں ہو کر تڑپنے کے باوجود بھی حسینؑ دکھائی دیتا ہو مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے مجھے اس کے قتل ہو چکنے یا زندہ ہونے کا خیال ہی نہ رہا۔ مجھے اس کے چہرہ

کے نور اور حسن صورت نے اس طرح اپنی طرف کھینچا کہ میں ہر فکر سے بے نیاز بس دیکھتا ہی رہ گیا۔

اس مظلومیت کی آخری گھڑی میں اس نے پانی مانگا۔

ایک یزیدی نے کہا۔ اب پانی پی کر کیا کرے گا۔ چند منٹ ہی تو رہ گئے ہیں آپ کی زندگی سے۔

اس مظلوم نے فرمایا۔ ظالمو! کبھی کسی نے مرنے والے کو بھی پیاسا مارا ہے بھلا اب تمہیں مجھ سے کیا خطرہ ہے۔ اب تو میں تڑپ بھی نہیں سکتا۔ اپنے نبی نانا کے پاس جا کر انہیں بتاؤں گا کہ تم لوگوں نے مجھ سے کیا سلوک کیا ہے۔

یہ سنکر ارد گرد کھڑے تمام یزیدی ایک دم بھڑک گئے پھر کیا تھا جس کے پاس جو کچھ تھا اس نے مارنا شروع کیا یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ان کے دل میں رحم کی رتی تک نہ ہو۔ پھر انہوں نے سر کاٹ لیا۔ میں حیران رہ گیا کہ کٹنے کے بعد بھی سر پہلے کی طرح باتیں کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر میں اپنے لشکر سے یہ کہہ کر جدا ہو گیا کہ اب کبھی تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔

غریب زہراؑ کے قاتل میں اختلاف ہے۔ معتبر کتب سے ہمیں جو کچھ مل سکا ہے ہم وہ پیش کیے دیتے ہیں۔

سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں لکھا ہے کہ۔ حصین ابن نمیر نے آپ کو پہلے ایک تیر مارا پھر گھوڑے سے اترا آپ کا سر تن مجروح سے جدا کر لیا۔ اور اپنے گھوڑے کے گلے میں لٹکا لیا۔ تاکہ ابن زیاد سے جا کر انعام لے۔

علی ابن عیسٰی اربلی اور محمد ابن طلحہ شافعی نے لکھا ہے کہ عمر سعد نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ گھوڑے سے اتر کر اس مظلوم کا سر تن سے جدا کر لو۔ نصر ابن خرشنہ خیابی اپنے گھوڑے سے اترا اور کند خنجر سے گلوئے نازنین امام پر وار کرنے لگا اس ظالم نے اتنی سنگدلی سے اس قدر ضربات چلائیں کہ تمام سپاہی تڑپ اٹھے۔ عمر سعد سے برداشت نہ ہو سکا اس نے اپنے ساتھ والے ایک اور سپاہی کو حکم دیا ظالم تو جا اور اس مظلوم کو زخموں کی شدت سے نجات دلا دے۔ چنانچہ خولی گھوڑے سے اترا اور اس نے سر امام کاٹ لیا۔

ایک اور روایت ہے کہ جب آپ زین ذوالجناح سے زمین پر آ چکے تھے۔ اور اپنے خون میں غلطاں تڑپ رہے تھے۔ تو عمرو ابن حجاج زبیدی گھوڑے سے اترا جب آپ کے قریب آیا تو آپ نے دونوں آنکھیں کھول کر اس ظالم کی طرف دیکھا جب اس نے آپ کی کھلی آنکھوں کو دیکھا تو واپس ہوا گھوڑے پر بیٹھ کر شمر کے پاس آ گیا۔

شمر نے پوچھا۔ کیا ہوا تو تو سر حسین لینے گیا تھا پھر خالی ہاتھ کیوں لوٹ آیا ہے؟

عمرو ابن حجاج نے جواب دیا۔ واقعیؑ ارادہ تو یہی لے کر گیا تھا لیکن جب میں حسینؑ کے قریب گیا تو اس نے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے رسول خدا میری طرف دیکھ رہے ہوں میں نے اس مظلوم کے خون سے ہاتھ رنگنے کا ارادہ ترک کر دیا اور واپس آ گیا۔

اس کے بعد شبث ابن ربعی تلوار بدست آیا جب آپ کے قریب آیا اور آپ نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ پیچھے کی طرف دوڑ

کر یہ کہتا ہوا بھاگا۔

بخدا حسینؑ میں کبھی بھی تیرا خون اپنی گردن پر لے کر اللہ۔ تیرے نانا اور تیرے بابا کے روبرو نہیں جاؤں گا۔

تظلم الزہرا میں ہے کہ شمر آیا۔ آپ کے سینہ مبارک پر سوار ہو گیا۔ آپ کی ریش مبارک پر ہاتھ رکھا اور آپ کے سر جدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت آپ مسکرا دیے اور فرمایا۔

تو مجھے قتل کر رہا ہے کیا جانتا بھی ہے کہ میں کون ہوں؟

اس ظالم نے کہا۔ حسینؑ میں تجھے اس طرح پہچانتا ہوں جس طرح پہچاننے کا حق ہے۔

تیری ماں فاطمۃ الزہراؑ ہے۔

تیرا نانا محمد مصطفیٰؐ ہے۔

تیرا بابا علی مرتضیٰؑ ہے۔

اور

تیرے خون کا مدعی اللہ علی اعلیٰ ہے۔

یہ پہچانتے اور جانتے ہوئے میں تجھے قتل کر رہا ہوں اور مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے کہ تجھے قتل کر کے میں کسی کی مخالفت اور لعنت لے رہا ہوں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ جب تو یہ سب کچھ جانتا ہے تو پھر بتا تو سہی کہ تو مجھے قتل کیوں کر رہا ہے؟

شمر نے کہا۔ اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو یزید سے انعام کون لے گا۔

امام مظلوم نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا تیری نظر میں یزید کا انعام بہتر ہے یا میرے نانا کی شفاعت؟

شمر نے کہا۔

ارے حسینؑ یہ تو کیا کہہ رہا ہے تو تو شفاعت کی بات کر رہا ہے اگر مجھ سے کوئی پوچھے تو میں بلا خوف کہہ دوں کہ یزید سے ملنے والی ایک پائی بھی مجھے تجھ اور تیرے نانا سے محبوب تر ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

ٹھیک ہے اگر تجھے قتل کرنا ہی ہے تو پھر کم از کم مجھے ایک گھونٹ پانی تو پلا دے۔

شمر نے کہا۔ بخدا حسین! پانی کا ایک گھونٹ تو بہت ہوتا ہے۔ میں ایک قطرہ تک نہ دوں گا البتہ موت تجھے بیک وقت کئی گھونٹ گھونٹ پلاؤں گا۔

صاحب معدن نے لکھا ہے کہ شمر نے یوں جواب دیا۔

اے حسینؑ کیا تیرا یہ عقیدہ نہیں کہ تیرا باپ حوض کوثر پر اپنے محبوں کو پانی پلائے گا۔ بس تھوڑی سی دیر کے بعد اپنے بابا کے ہاتھ سے حوض کوثر پی لینا۔

ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ شمر کی یہ باتیں سنکر امام مظلوم نے فرمایا۔ فدا سے خود آنکر کے مجھے اپنی شکل تو دکھا دے جب اس نے خود اتارا آپ نے اس کا چہرہ دیکھا تو فرمایا۔

میرے نانا نے سچ فرمایا تھا۔

شمر نے پوچھا۔

آپ کے نانا نے کیا فرمایا تھا؟

غریب زہراؑ نے فرمایا۔

میرے نانا نے فرمایا تھا کہ میرے حسینؑ بیٹے کا قاتل یک چشم اور مبروص ہوگا اس کے چہرہ پر کتے کی طرح داغ اور اس کے بال خنزیر کی طرح ہوں گے۔

شمر نے کہا۔

حسینؑ تو نے مجھے کتے اور خنزیر سے تشبیہ دی ہے اب تو میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔

اس کے بعد اس ظالم نے اپنی تلوار کند گلوئے امام پر چلانا شروع کی کافی دیر تک یہ تلوار چلاتا رہا لیکن گلوئے مظلوم نہ کٹ سکا۔

غریب زہرا نے فرمایا۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ جس گلے کو رسول کونین اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک چومتے رہے ہوں۔ بھلا وہ تیری تلوار سے کٹ جائے گا؟

اس وقت یہ ظالم آپ کے سینہ سے اترا اس نے آپ کے تن پاش پاش کو بحالت سجدہ کیا اور پس گردن تلوار سے کلہاڑی کی طرح وار کرنے لگا۔

بارہویں اور تیرہویں ضرب سے آپ کا سر اقدس تن مجروح سے جدا ہوا۔ اس نے سر ہاتھ میں لے کر نیزہ پر بلند کیا۔

اور اللہ اکبر کہا۔

اس کی تکبیر سنکر پورے لشکر یزید نے تکبیر کہی۔

سچ کہا شاعر نے۔

یکبرون بان قتلت وانما
قتلوا بك التكبير والتهليلا

تیرے قتل پر تکبیریں کہی جا رہی تھیں حالانکہ تیرے ساتھ تکبیر و تہلیل بھی تو قتل ہو گئیں۔

بارہویں مجلس

بعد از شہادت آیات الٰہیہ

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو یزیدی مسلمانوں کے پاس ایک حیران و پریشان شخص آیا۔ اور دھاڑیں مارنے لگا۔ ان لوگوں نے اس سے پوچھا تجھے کیا ہو گیا ہے؟۔

اس نے کہا۔ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے نبی کونین کو میدان کربلا میں دیکھا ہے جو کبھی تمہاری جنگ کو اور کبھی غریب زہراؑ کی مظلومیت کو دیکھتے تھے۔ مجھے ڈر ہے کہیں تمہارے مظالم سے آنحضور بددعا ہی نہ کر دیں۔

کچھ لوگوں نے کہا۔ یہ پاگل ہے۔ لاشوں کی کثرت دیکھ کر حواس کھو بیٹھا ہے۔ لیکن توابین کہنے لگے نہیں یہ سچا ہے ہم نے ابن زیاد کے حکم سے جوانان جنت کے سردار کو شہید کر دیا ہے۔

امام صادقؑ سے پوچھا گیا۔

قبلہ یہ رونے والا کون تھا؟

آپ نے فرمایا۔ جبرئیل کے سوا کون ہو سکتا ہے۔

اس روایت اور واقعہ کربلا کی دیگر روایات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نہ صرف سرور انبیاءؐ بلکہ حضرت علیؑ، جناب فاطمہ اور امام حسنؑ سب کے سب میدان کربلا میں تا دفن موجود رہے۔ مزید تصدیق کے لیے ہم طرماح ابن عدی کی روایت پیش کیے دیتے ہیں۔

طرماح کا بیان ہے کہ میں زخمیوں میں پڑا تھا اگر میں قسم کھاؤں تو میری قسم سچی ہو گی میں نہ تو بے ہوش تھا اور نہ سویا ہوا تھا۔ بے دار تھا میں نے دیکھا کہ بیس سوار آئے جن کے سفید لباس تھے۔ میں نے پہلے تو یہی سمجھا کہ شاید ابن زیاد ہے۔ جو امام مظلوم کی لاش مثلہ کے لیے تلاش کر رہا ہے۔ لیکن میرا یہ وہم اس وقت غلط ہو گیا جب یہ سب امام مظلوم کے قریب آئے ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے اس نے پتھروں۔ نیزوں اور تیروں اور تلواروں کے ٹکڑے ہٹا کر مظلوم زہرا کا لاشہ برآمد کیا۔ سرہانے بیٹھ گیا کوفہ کی طرف اشارہ کیا۔ سر مظلوم آگیا۔ امام حسینؑ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

میرے بیٹے ان ظالموں نے تجھے قتل کر دیا۔ کیا یہ تجھے پہچانتے نہیں تھے۔ میرے محبوب ان ظالموں نے تیرے جسم پر چڑھنے کو کوئی جگہ خالی نہیں چھوڑی کیا تو نے انہیں بتایا نہیں تھا کہ میں تمہارے رسول کا فرزند ہوں۔

میرے پیارے حسینؑ ان ظالموں نے تجھے پانی تک نہیں دیا اور تیرے گلوئے نازنین کو بے دردی سے کاٹا تو نے انہیں بتایا نہیں تھا کہ

میرا گلا بوسہ گاہ مصطفیٰؐ ہے۔

امام حسینؑ نے اول سے آخر تک تمام واقعات ایک ایک کر کے سنائے پھر اس نے اپنے سر پر خاک کربلا ڈالی اور کہنے لگا۔ بابا آدم۔ بھائی نوح۔ بھائی موسیٰ۔ بھائی عیسیٰ ذرا دیکھو تو ان ظالموں نے کس سنگدلی سے میرے حسینؑ کو شہید کیا ہے۔ تم گواہ رہنا اللہ انہیں میری شفاعت نصیب نہ کرے۔

اس کے بعد وہ چلے گئے اور امام مظلوم پھر پہلے کی طرح ہو گئے۔

کربلا میں موجود تمام یزیدی مسلمانوں کا بیان ہے کہ جونہی سر مظلوم تن اطہر سے جدا ہوا آسمان وزمین کے مابین ایسا سیاہ اور تاریک غبار اٹھا کہ دنیا تاریک ہو گئی۔ اس کے ساتھ سرخ آندھی چلنا شروع ہو گئی ہاتھ کو ہاتھ نہیں دکھتا تھا یزیدی پہلے تو گھبرا گئے کہ عذاب آرہا ہے۔ لیکن ایک گھنٹہ بعد سب کچھ صاف ہو گیا۔

ابن حجر نے صواعق میں لکھا ہے کہ قتل فرزند الزہرا کے بعد یوم عاشور آتنی سیاہی پھیلی کہ دن میں تارے نظر آنے لگے۔ جو پتھر بھی اٹھایا جاتا اس کے نیچے سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلتا۔ تمام آسمان کا رنگ خون کی طرح سرخ ہو گیا سورج گرہن لگ گیا۔ کچھ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ قیامت آگئی ہے۔ ہر طرف وحشت اور ہیبت چھا گئی۔

کافی میں ہے کہ شہادت مظلوم کے بعد آسمان و زمین لرز گئے ملائکہ سے تسبیحیں چھوٹ گئیں۔ تمام مخلوق خدا نے عرض کیا بارالہا اگر تو اجازت دے تو ہم ان انسان نما درندوں کو تباہ کر دیں۔ اس وقت ذات احدیت نے ملائکہ کے سامنے انوار آئمہ پیش کیے اور قائم منتظر کے لیے فرمایا کہ یہ ہے وہ جو ان

خون کا انتقام لے گا۔

بحار میں ہے کہ جب شمر نے آپ کا سر تن اطہر سے جدا کیا تو ایک منادی نے عرش سے ندا دی۔

اے اپنے نبی کے بعد حیران و پریشان امت ظالمہ آج کے بعد نہ ہی تمہیں عید الضحیٰ نصیب ہوگی اور نہ عید الفطر۔

امام صادق فرماتے ہیں کہ جب تک خون مظلوم کا انتقام نہیں لیا جائے گا اس وقت تک یہ امت ہر عید اور خوشی سے محروم رہے گی۔

مدینہ میں یوم عاشور ایک آواز سنی گئی۔ آج کے بعد اس امت پر مصائب ہی مصائب نازل ہوں گے۔ قیام قائم تک کبھی یہ امت خوشی کا منہ نہ دیکھے گی۔ تمام اہل مدینہ گھبرا گئے اور ایک دوسرے کے ساتھ اس آواز پر تبصرہ کرنے لگے۔ ہر گفتگو کا نتیجہ یہی تھا کہ آج کوئی نہ کوئی عظیم حادثہ ہوا ہے۔ جب شہادت حسینؑ کی اطلاع آئی تو لوگوں کو پتہ چلا کہ آسمان سے آنے والی ندا یوم شہادت ہی تھی۔

مناقب السعدا میں یعلی ابن معاویہ سے مروی ہے کہ میں نے اس شخص کو دیکھا جس کے گھوڑے کے توبڑے میں سر غریب زہرا تھا۔ میں نے اپنے کانوں سے سر کو کہتے ہوئے سنا۔

فرقت بین راسی وجسدی فرق اللہ بین لحمک وعظمک

— تو نے میرے سر کو جسم سے جدا کیا ہے اللہ تیرے گوشت کو تیری ہڈیوں سے جدا کرے گا۔ اور تجھے درس عبرت بنائے گا۔ اس ظالم نے سر کو نکال کر زمین پر رکھا پھر تازیانہ لیا۔ اور اس وقت تک تازیانے برسائے جب تک سر سے

آواز نابندنہ ہو گئی۔

پھر میں نے مختار کے زمانہ میں اسی شخص کو گرفتار دیکھا مختار نے حکم دیا کہ اس زندہ شخص کے جسم سے گوشت کاٹ کاٹ کر کتوں کو ڈالا جائے جونہی گوشت کاٹنا شروع کرتے تھے یہ بے ہوش ہو جاتا تھا اسے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ جب ہوش میں آتا تھا تو پھر گوشت کاٹا جاتا تھا۔ حتےٰ کہ اس کے جسم پر گوشت کا ذرہ تک نہ رہا۔

آخر میں مختار نے حکم دیا کہ اب اس کے تمام جوڑ ایک دوسرے سے جدا کر کے کتوں کے آگے ڈال دیا جائے۔

احمد ابن ابو صلت نے اپنی ایک کنیز سے روایت کی ہے کہ ہمارا ایک آدمی کربلا میں یزیدی لشکر میں شامل تھا جب وہ واپس آیا تو اس کے پاس خیام اہلبیت سے لوٹا ہوا زعفران تھا۔ جب انہوں نے زعفران کو رگڑنا چاہا تو اس سے آگ کی طرح دھواں نکلنے لگا۔ اس کی بیوی نے اس میں سے کچھ لے کر ہاتھ پر لگایا فوراً ہاتھ مبروص ہو گیا۔ فدیت نبی سے لوٹے گئے اونٹ لے کر آئے اور انہیں نحر کیا جس برتن میں گوشت ڈالتے تھے اس برتن سے آگ نکلنا شروع ہو جاتی تھی۔ میں اس وقت کم سن بچی تھی۔ میں نے جب یہ دیکھا تو ایک ہڈی لے کر اسے زمین میں دفن کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک اتفاقاً وہ ہڈی نکل آئی ہم نے اسے جب توڑنے کی کوشش کی تو اس سے آگ نکلنے لگی ہمیں پتہ چل گیا کہ یہ اسی اونٹ کی ہڈی ہے۔ چنانچہ ہم نے اسے پھر دفن کر دیا۔

بحار الانوار میں جمیل ابن مرہ سے مروی ہے کہ لشکر حسین سے کچھ اونٹ

ے کر آئے انہیں نحر کیا اور گوشت کو تقسیم کیا۔ جب وہ پکایا اور کھانے بیٹھے تو تمہ سے زیادہ تلخ تھا کوئی بھی نہ کھا سکا۔

دمعۃ الساکبہ میں ہے کہ جو اونٹ جناب سید الشہداء کا خیمہ اور سامان اٹھاتا تھا اور جس پر یوم عاشورا امام حسینؑ نے سوار ہو کر اتماماً للحجۃ آخری خطبہ دیا تھا۔

یہ اونٹ جنگ کے وقت خیام کے قریب ہی تھا۔ جب شہادت ہوئی اور دنیا تاریک ہوگئی۔ گھوڑوں اور انسانوں کا شور تھا تو یہ اونٹ چلتا ہوا مقتولین کے درمیان آیا۔ کبھی اپنے دائیں اور کبھی بائیں دیکھتا تھا۔ تین گھڑ سواروں نے اس کا تعاقب کیا وہ اپنے لشکر کی طرف لے جانا چاہتے تھے لیکن نہ گیا۔

چنانچہ انہوں نے اسے اپنے حال پر چھوڑ کر اس کا پیچھا کیا۔ جب وہ خیمہ حسین مظلوم کی جگہ آیا تو اسے خیمہ نظر نہ آیا۔ اس جگہ کو سونگھا پھر اپنی آواز میں زار و قطار رونے لگا۔ ان لوگوں نے اسے جس قدر ہانکنے کی کوشش کی وہ نہ ملا۔ حتےٰ کہ اونٹ کے جسم سے تشدد کے نتیجہ میں خون بہنے لگا۔ اور گریہ بڑھ گیا۔ پھر وہ اسی جگہ بیٹھ گیا۔ اونٹ کو پتہ چل گیا کہ خیمہ لوٹ لیا گیا ہے اور اس کا راکب دوش نبی سوار شہید ہوگیا ہے۔ اپنا سر زمین پر مارنے لگا۔

اپنے جسم کو اپنے دانتوں سے کاٹنے لگا۔ حتےٰ کہ لہو لہان ہوگیا۔ ان ظالموں نے اسی جگہ اسے نحر کیا۔ اس کا گوشت بھی آپس میں تقسیم کیا۔ جب ان لوگوں نے پکایا اور کھانے کے لیے بیٹھے تو وہ تمے سے

زیادہ کڑوا تھا۔

امام حسینؑ جمعہ کے دن دس محرم کو اٹھاون برس کی عمر میں شہید ہوئے تھے۔

جہاں تک روایات کا تعلق ہے وہ متعدد ہیں. کسی میں یوم شہادت سوموار کا دن اور کسی میں بدھ کا دن ہے لیکن یہ سب غلط ہیں۔ جمعہ کی روایت ہی صحیح ہے۔

تیرہویں مجلس

ذوالجناح

اختصاص میں مروی ہے کہ حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا کہ گھوڑا کیوں ہنہناتا ہے؟

آپ نے فرمایا یوں تو گھوڑے کے ہنہنانے کے مختلف اور متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔ ویسے دن میں تین مرتبہ گھوڑا ہنہنا کر تین دعائیں مانگتا ہے۔

صبح کو گھوڑا اپنی ہنہناہٹ میں خالق سے عرض کرتا ہے۔

اللھم وسع علی سیدی الرزق۔	اے اللہ! میرے مالک کو رزق فراواں عطا کر۔

دوپہر کو ہنہنا کر دربار ربانی میں عرض کرتا ہے۔

اللھم اجعلنی الی سیدی احب من اھلہ و مالہ۔	اے اللہ! مجھے میرے مالک کی نظروں میں اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب بنا۔

دن کے آخری حصہ میں گھوڑا ہنہنا کر یہ دعا مانگتا ہے۔

اللھم ارزق سیدی علی ظھری الشھادۃ۔	اے اللہ! اگر میرے مالک کے نصیبوں میں شہادت ہے تو میری ہی پیٹھ پر اسے شہادت سے نواز۔

عزادارو! اگر اور کسی گھوڑے کی دعا قبول ہوئی یا نہ ہوئی لیکن ذوالجناح کی پہلی دعاؤں کی طرح آخری دعا بھی قبول ہوئی۔ اس سلسلہ میں جو کچھ ہمیں مدینۃ المعاجز۔ امالی شیخ صدوق اور مناقب سے مل سکا ہے اس کا خلاصہ پیش کیے دیتے ہیں۔

جب امام حسینؑ زین ذوالجناح سے خاک کربلا پر تشریف لے آئے تو ذوالجناح نے آپ کی حفاظت کی خاطر آپ کے گرد طواف کرنا شروع کیا۔ اس طواف کے دوران جو بھی آپ کے قریب آنے کی کوشش کرتا تھا ذوالجناح کے حملہ کا نشانہ بن جاتا تھا چالیس یزیدی مسلمان واصل جہنم ہو گئے پھر ذوالجناح آپ کے قریب آیا۔ آپ کے جسم اطہر کو سونگھا بوسہ گاہ نبوی کا بوسہ لیا۔ اپنی پیشانی کو خون مظلوم سے سرخ کیا۔ پھر اپنے تمام جسم کو خون مظلوم سے رنگین کیا۔ تمام میدان میں حیران و پریشان چکر لگانے لگا۔ اور حضرت موسیٰ اور حضرت علیؑ سے منقول روایت کے مطابق مرثیہ خوانی کرنے لگا۔

روایت یوں ہے۔

پھر ذوالجناح حیران وار ادھر ادھر دوڑے گا اور اپنی ہنہناہٹ میں اس امت سے اللہ کی پناہ جس نے اپنے نبی نا دے کو پیاسا شہید کر دیا ہے مانگنے کا

دوڑتا دوڑتا خیام آل محمدؐ میں آیا۔ تو درِ خیمہ جناب سید الشہدا پر اس زور سے ٹکر ماری کہ وہیں گر کر مر گیا۔

جب مستورات نے ذوالجناح کی آواز سنی تو خیمہ کے دروازہ پہ جمع ہوگئیں دیکھا تو گھوڑا خالی زین خیمہ کے دروازے پر دم توڑ چکا ہے۔ تو تمام مخدراتِ عصمت نے بین کرنا شروع کیے۔ ام کلثوم زینب تو غش کھا گئیں۔

ابو مخنف نے عبداللہ ابن قیس کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے ذوالجناح کو دریائے فرات میں چھلانگ لگاتے دیکھا ہے اور پھر خدا معلوم ذوالجناح کہاں گیا۔

طریحی کے مطابق جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو ذوالجناح نے میدانِ کربلا میں ہنہنانا شروع کر دیا۔

عمر سعد نے اپنی فوج سے کہا۔ دیکھو نبی اکرم کے عمدہ ترین گھوڑوں سے ہے اسے پکڑو اور میرے پاس لاؤ۔ ذوالجناح نے اپنے چہرہ اور پچھلی ٹانگوں سے اپنا دفاع شروع کیا۔ کتنے یزیدیوں کو کچل ڈالا اور کتنوں کو اپنی سواریوں سے گرا دیا۔ جب عمر سعد نے دیکھا کہ کسی کے ہاتھ نہیں لگ رہا تو اس نے کہا۔

اسے نہ پکڑو اور دیکھو کہ یہ کرتا کیا ہے؟

جب تمام سپاہی اِدھر اُدھر ہٹ گئے تو ذوالجناح نے ایک ایک لاش کو سونگھنا شروع کیا۔ سونگھتے سونگھتے جب لاشۂ غریب زہراؑ کے قریب آیا۔ تو پہلے سونگھا پھر کٹے ہوئے گلے کا بوسہ لیا۔ پھر اپنی پیشانی کو خون غریب سے رنگین کیا۔ تمام

دیکھنے والے حیران ہو کر دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد خیام اہلبیت کی طرف آیا تمام صحرا ذوالجناح کی دردناک ہنہناہٹ سے لرز رہا تھا۔

• جناب ام کلثوم زینب نے جب خیام کے قریب ذوالجناح کی آواز سنی تو درِ خیمہ پر آ کر دیکھا ذوالجناح کی زین خالی ہے۔ بی بی نے باآوازِ بلند بین کیا۔ قتل واللہ الحسینؑ۔ بخدا فرزندِ رسول شہید کر دیے گئے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب جناب ام کلثوم زینب نے گھوڑے کی ہنہناہٹ سنی تو کمسن سکینہ سے فرمایا بیٹی تیرے بابا کا گھوڑا آیا ہے ممکن ہے تیرے بابا پانی لائے ہوں ذرا درِ خیمہ پر جا کر پتہ کر۔ یہ شہزادی خالی جام ہاتھ میں لیے جلدی سے درِ خیمہ پہ آئی، دیکھا تو ذوالجناح کی زین خالی تھی اور پیشانی خون سے رنگین تھی اس شہزادی نے باآوازِ بلند بین کیا۔ زیارت ناحیہ سے اسی روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔

شہادت کے بعد:۔

ذرہ عمر ابن سعد نے اتاری۔

قمیص اسحاق ابن حویہ نے اتاری۔ جس نے پہنی وہ برص ہو گیا۔ امام صادقؑ کے بقول اس قمیص میں تینتیس ۳۳ نیزہ کے سوراخ اور چونتیس ۳۴ تلوار کے وار تھے۔

زیر جامہ ابحر ابن کعب تمیمی نے لیا جس نے پہنا تو اپاہج ہو گیا۔

عمامہ اخنس ابن مرثد حضرمی نے لیا۔ اس نے عمامہ سر پر رکھا تو اندھا ہو گیا۔

چادر قیس ابن اشعث نے لی۔

تلوار جمیع ابن خلق نے اتاری۔ یہ خیال رہے کہ یہ ذوالفقار نہ تھی وہ تو تبرکات انبیاء میں محفوظ تھی۔

انگوٹھی بجدل ابن سلیم نے اتاری اس ظالم نے انگوٹھی کے ساتھ انگلی بھی کاٹی تھی۔

کمربند جمال نے اتارنے کی کوشش کی تھی اس نے کمربند اتارنے کی کوشش میں مظلوم کا دایاں ہاتھ بھی کاٹ ڈالا تھا۔

چودہویں مجلس

مخدرات عصمت مقتل میں

لہوف میں ابن طاؤس نے روایت کی ہے کہ جب غریب زہرا شہید ہو چکے تو ایک کمسن بچی خیام کی طرف سے سوئے میدان آئی ایک شامی نے اسے کہا۔ بچی کہاں جا رہی ہے تمہارا آقا و مولا تو شہید ہو چکا ہے۔ بچی کہتی ہے کہ یہ سنکر میں فوراً خیام کی طرف واپس آئی اور میں نے دختران زہراؑ کو شہادت مظلوم کی اطلاع دی تو ایک دم صدائے گریہ و بکا بلند ہوئی۔

ایک روایت کے مطابق جب دختران فاطمہ کی صدائے گریہ و زاری بلند ہوئی تو عمر سعد کو غصہ آگیا اور اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ ان عورتوں کو خاموش کراؤ۔

کسی نے پوچھا۔ اے امیر یہ عورتیں ہیں انہیں کیسے چپ کرایا جائے آخر ان کے پیارے شہید ہوتے ہیں کسی کا بھائی۔ کسی کا بیٹا اور کسی کا شوہر ہے انہیں رو لینے دو وہ بے گور و کفن لاشے ان کے سامنے رکھے ہیں۔ تھک کر خود ہی چپ ہو جائیں گی۔

اس شقی نے کہا۔ تو بڑا خیر خواہ بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر انہیں نہ روکا گیا تو ساری رات سونے نہیں دینے گی تجھے معلوم نہیں کہ کتنی راتیں ہماری اسی فکر میں جاگتے گزر گئی ہیں۔ جب تک یہ زندہ تھے ان کے خوف سے جاگتے رہے اور جب یہ قتل ہو گئے تو اب ان مستورات کے گریہ سے جاگتے رہیں گے۔

ابھی اٹھو۔ خیام اکھیڑ دو۔ اور خیام کو آگ لگا دو۔ تاکہ اس نئی افتاد سے انہیں شہداء بھول جائیں اور پردوں کی فکر میں خاموش ہو جائیں۔

لہوف کے مطابق ان ظالموں نے بنات زہراؑ کو خیام سے باہر نکلنے کو کہا اور خیام میں آگ لگا دی۔ تمام مخدرات عصمت کے سروں سے چادریں نیزوں کی انیوں سے چھنی گئیں۔ ہر مستور کے ہاتھ رسی سے پس گردن باندھ دیئے گئے۔ جب کوفہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو بنات زہراؑ نے کہا۔

تمہیں اللہ کا واسطہ ہمیں جاتے وقت مقتل ہی سے لے کے جانا تاکہ آخری الوداع کریں۔

جب یہ شہزادیاں مقتل میں آئیں تو ام کلثوم زینب نے اونٹ کے بیٹھنے کا انتظار نہیں کیا۔ ایسے دردناک بین کیے کہ سننے والوں کے جگر کباب ہو رہے تھے۔

یا محمداہ صلی علیك	ہائے نانا محمدؐ۔ آپ پر آسمان
مليك السماء و هذا	کے ملائکہ نے نماز پڑھی تھی
حسين مرمل بالدماء	اور آپ کا پیارا حسینؑ
مقطع الاعضاء مسلوب	خاک و خون میں غلطاں ہے

العمامة والرداء
وبناتك سبايا
و الى الله المشتكى
و الى محمد المصطفى
و الى على المرتضى
و الى فاطمة
الزهراء والى
حمزة سيد
الشهداء يامحمد
هٰذا حسين بالعراء
تسفى عليه الصبا
قتيل اولاد البغايا
واحزناه واكرباه
اليوم مات جدى
رسول الله يا أصحاب
محمداه حقولا
و ذرية المصطفٰى
يساقون سوق
السبايا۔

جسم کے ٹکڑے ایک جگہ
نہیں ہیں۔ کوئی عمامہ لے
گیا ہے۔ اور کسی نے چادر
اتار لی ہے۔ اے نانا رسول!
آپ کی بیٹیاں رسن بستہ
کر لی گئی ہیں۔ ہمارا شکوہ اللہ
سے ہے۔ محمدؐ مصطفیٰ سے
ہے۔ علیؑ مرتضیٰ سے ہے
فاطمہ زہراؑ سے ہے۔ اور
سید الشہداء حمزہ سے ہے
اے رسول! ذرا دیکھیے تو
آپ کا پیارا حسینؑ میدان
میں کس طرح بکھرا ہوا ہے
بے کفن لاشہ پر سے ہوائیں
کیسے گزر رہی ہیں۔ باغی
عورتوں کی اولاد نے اسے
کس طرح شہید کیا ہے ہائے
غموں کی ماریاں کہاں جائیں
ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے
آج محمد مصطفیٰ شہید ہوئے ہیں

اے محمدؐ کے صحابیو! ذرا
اپنے نبی کی بیٹیوں کی حالت
دیکھو جنہیں قیدی بنا لیا
گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بنت زہراؑ کے الفاظ یوں تھے۔

اے نبی نانا۔ ذرا آکر دیکھئے تو آپ کی بیٹیاں رسن بستہ ہیں۔ اور آپ کے بیٹے میدان میں پارہ پارہ پڑے ہیں۔ ہوائیں ان کے نازک جسموں پر ریت ڈال رہی ہیں۔ نانا! ذرا اپنے حسینؑ پیارے کو آکر دیکھیے جس کا سر پس گردن سے جدا کیا گیا ہے۔ کسی نے عمامہ آتار لیا ہے اور کوئی چادر لے گیا ہے۔

میرا باپ اس جسم پر قربان ہو جائے جسے جمعہ کے دن پامال سم اسپاں کیا گیا۔

میرا باپ اس خیمہ پر قربان ہو جائے جس کی طنابیں آگ کے شعلوں نے کاٹی ہیں۔

میرا باپ ان شہدا پر قربان ہو جائے جن کے واپس پلٹنے کی امید نہیں۔

میرا باپ ان زخمیوں پر قربان ہو جائے جن کے زخموں کا علاج کرنے والا کوئی نہ تھا۔

میرا باپ اس مظلوم پر قربان ہو جائے جن کا صدقہ اگر میں بن جاتی تو دل کو سکون ہوتا۔

میرا باپ اس تنہا پر قربان ہو جائے جو مدد مانگتے مانگتے شہید ہوا۔

میرا باپ اس پیاسے پر قربان ہو جائے جسے زیر خنجر بھی پانی تک نہ ملا۔

میرا باپ اس غریب پر قربان ہو جائے جس کی ریش مبارک سے نوک نیزہ پر خون بہہ رہا ہے۔

میرا باپ اس کشتہ عبرت پر قربان ہو جائے جس کا نانا محمدؐ مصطفےٰ ہے۔

میرا باپ اس شہید پر قربان ہو جائے جو خدیجہ الکبریٰ کے دستر خوان پر پلنے والوں کے ہاتھوں ذبح ہوا۔

راوی کہتا ہے کہ یہ بین سنکر کوئی ایسا سنگدل نہ تھا جو بے ساختہ رویا نہ ہو۔ دوست دشمن دھاڑیں مار مار کر رونے لگے کمسن سکینہ نے اپنے مجبور ہاتھوں سے اپنے کو اپنے بابا کے لاشہ پر گرا دیا۔ شہزادی فرماتی ہیں میں نے اپنے بابا کی سر بریدہ لاش سے سنا۔

فرما رہے تھے۔

شیعتی ماان سربتم
عذب ماء فاذکرونی
اوسمعتم بشہید
اوغریب فاندبونی۔

میرے شیعو جب کبھی ٹھنڈا
پانی پینا میری پیاس کو
ضرور یاد کر لینا جب کسی
مسافر شہید کی خبر شہادت
سنو تو میری غربت پر ضرور
آنسو بہا لینا۔

تظلم الزہرا کے مطابق جب سادانیاں مقتل میں بے پالان کے اونٹوں

پر آئیں اور ام کلثوم زینب نے اپنے بھائی کا بے گور و کفن لاشہ دیکھا تو اونٹ پر سنبھل نہ سکیں اپنے کو زمین کربلا پر گرا دیا۔ رسن بستہ ہاتھوں سے سر بریدہ لاش کے سرہانے آئیں۔ رخ سوئے مدینہ کیا اور عرض کی۔

اے رسول خدا! ذرا اپنے حسینؑ بیٹے کا حال تو دیکھئے۔ بلا گور خاک کربلا پر پڑا ہے ریگ صحرا کفن نبی ہوئی ہے۔ رگ گردن سے بہنے والے خون سے غسل دیا گیا ہے۔ ذرا اپنی بیٹیوں کو دیکھئے جن کے سروں سے چادریں چھین لی گئی ہیں۔ تیرے حسینؑ اور اس کی اولاد کے سر نوک نیزہ پر سوار ہیں پھر بی بی جھکیں۔ اپنا منہ کٹے ہوئے گلے پر رکھا۔ چومتی جاتی تھیں اور کہتی تھیں بھیا! بہن مجبور ہے۔ تیری غربت کی قسم! اگر مجھ سے پوچھ لیا جاتا کہ یہاں رہوں گی یا شام جاؤں گی۔

تو میں یہی کہتی کہ مجھے کربلا میں رہنے دو۔ تیرے لاشہ کو اپنے ہاتھ سے دفن کرتی اور تیری قبر کی مجاور بنکر زندگی گزار دیتی۔

لیکن بھیا! تجھے معلوم ہے کہ ان بیوہ مستورات اور یتیم بچوں کا سہارا بھی کوئی نہیں۔

بھیا! کاش آپ دیکھ سکتے کہ نیزوں کی انیوں سے میری پشت بھی رنگین ہے۔

بحار میں ہے کہ بعد از شہادت عمر سعد نے منادی کی کہ کوئی ہے جو لاشہ حسینؑ کو پامال سم اسپاں کرنے کا ذمہ لے ان میں دس آدمی سامنے آئے۔

ان ملاعین کے نام یہ ہیں۔

۱۔ اسحاق ابن حویہ۔ یہ وہ ظالم ہے جس نے امام مظلوم کے جسم اطہر سے قمیص اتاری تھی۔

۲۔ اخنس ابن مرثد

۳۔ حکیم ابن طفیل سنبسی۔

۴۔ عمرو ابن صبیح صیداوی

۵۔ رجاء ابن منقذ عبدی

۶ سالم ابن خیثمہ جعفی

۷۔ صالح ابن وہب جعفی

۸۔ واخط ابن ناعم

۹۔ ہانی ابن ثبیت حضرمی

۱۰۔ اسید ابن مالک۔

ان دسوں نے اپنے گھوڑوں سے لاشہ مظلوم کو پامال کیا۔

جب یہ لوگ کوفہ آئے تو انہوں نے ابن زیاد سے انعام کا مطالبہ کیا۔

ابن زیاد نے پوچھا تم کون ہو؟

ان لوگوں نے جواب دیا ہم ہی نے تو لاشہ مظلوم پر گھوڑے دوڑائے تھے ابن زیاد نے معمولی سا انعام دیا۔

ابو عمر کا بیان ہے کہ جب ہم نے ان دس افراد کے حالات معلوم کیے تو پتہ چلا کہ یہ تمام کے تمام خالص حرام زادے تھے

مختار نے جب انہیں گرفتار کیا تو ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر ان کے زندہ جسموں کو گھوڑوں کے تلے روندوا ڈالا۔

بحار میں ہے کہ بعد از شہادت جب عمر سعد نے پامالی کا اعلان کیا۔ تو جناب فضہ نے بنت زہرا کی خدمت میں عرض کیا۔

بی بی۔ نبی اکرم کا غلام سفینہ جب کہیں جا رہا تھا اور کشتی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ کسی جزیرے کے ساحل پر گیا تھا تو ایک شیر نے اپنی پشت پر بٹھا کر اسے راستہ دکھایا تھا۔ میں کل رات سے ایک شیر کی آواز سن رہی ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس جنگل میں اسے تلاش کروں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر شیر کسی عام غلام۔ نبی کو پناہ دیتا ہے تو فرزند رسول کو ان ظالموں کے اس شر سے ضرور محفوظ رکھے گا۔ بی بی نے اجازت دی جناب فضہ جنگل میں آئی ایک مقام پر شیر کے نقش پا دیکھ کر جب آگے بڑھیں تو ایک جگہ شیر نظر آگیا۔

جناب فضہ نے فرمایا۔

اے ابوالحارث تجھے معلوم ہے کہ یہ ظالم فرزند رسول کے جسم سے کیا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی شیر جناب فضہ کے ساتھ چل پڑا۔ میدان کربلا میں آکر شیر نے اپنے کو لاش مظلوم پر گرادیا۔ کافی دیر کے بعد شیر نے لاشہ مظلوم کے گرد طواف کرنا شروع کر دیا۔

جب عمر سعد نے یہ دیکھا تو اپنے سپاہیوں سے کہا اب لاش حسینؑ کے قریب نہ جانا۔

فاضل بر غانی نے لکھا ہے کہ ان ملاعین کا پروگرام یہ تھا کہ لاش حسینؑ کا نام و نشان تک باقی نہ رہے اور دفن کرنے والوں کو ایک ذرہ بھی نہ ملے اس منصوبہ کے تحت پہلے تو ان دس ملاعین نے صرف پامال کرنے پر

اکتفا کی۔ لیکن جب دوسری مرتبہ ابن زیاد کا حکم آیا کہ لاش حسینؑ کا ایک ٹکڑا بھی سالم نہیں ملنا چاہیے۔ تاکہ قبر حسینؑ نہ بن سکے۔ اس وقت بنت زہرا کی اجازت سے جناب فضہ نے شیر کو بلایا۔ اور شیر نے دوسری پامالی سے لاشہ مظلوم کو تحفظ دیا۔

فصل ۱۱

اس فصل میں چھ مجالس ہیں

پہلی مجلس

پرندے اور خون شبیر کی تقسیم

بحار میں سلسلہ اہلبیت سے مروی ہے کہ شہادت مظلوم زہراؑ کے بعد جب آپ خاک کربلا پر بلا دفن و کفن سو رہے تھے ایک سفید رنگ پرندہ آیا اس نے اپنے پروں کو خون شبیر سے رنگین کیا اور اڑ کر درختوں کے اس جھنڈ میں آیا جہاں دوسرے پرندے دانے دنکے کی باتوں اور خوش فعلیوں میں مصروف تھے، اس پرندے نے آ کر انہیں ملامت کی کہ آج کا دن بھی کسی مسرت و شادمانی کا دن ہے؟

تمام پرندوں نے اس سے غم کی وجہ پوچھی تو اس پرندے نے اپنے پروں سے ٹپکتا ہوا خون دکھا کر انہیں بتایا کہ۔

میدان کربلا میں فرزند زہرا اپنے احبا، اقربا اور انصار کے ساتھ بلا جرم و خطا تین دن کا بھوکا اور پیاسا شہید کر دیا گیا ہے۔

اس وقت بھی اس کا جسم بلا کفن و دفن خاک کربلا پر پڑا ہے۔ اس کا خون اس کا کفن ہے اور ریگ کربلا اڑ اڑ کر اسے قبر فراہم کر رہی ہے۔ جنات کی

مستورات اس پر واویلا کر رہی ہیں۔

یہ بات سنکر تمام پرندے وہاں سے اڑکر کربلا میں آئے جب واقعات دیکھے تو تمام پرندوں نے اپنے کو لاشہ غریب کربلا پر گرا دیا۔ اپنے پر خون حسینؑ سے رنگین کیے اور ہر پرندہ ایک ایک علاقہ میں خبر شہادت پہنچانے کی خاطر اڑ گیا۔ انہی میں سے ایک پرندہ مدینہ میں آیا۔ روضہ رسول کا طواف کر کے آنحضور کو پرسہ دینے لگا۔

اس پرندہ کی آہ و بکا سنکر تمام پرندے اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اور تمام پرندوں نے اپنی زبان حال سے آنحضور کو اپنے مظلوم بیٹے کی خبر شہادت سنا کر پرسہ دیا۔ اہل مدینہ نے پرندوں کے اس غیر معمولی شور و غل پر تعجب کا اظہار کیا لیکن کسی کو کوئی پتہ نہ چل سکا آخر جب کچھ دن بعد شہادت مظلوم زہرا کی اطلاع مدینہ میں پہنچی تو اہل مدینہ کو پتہ چلا کہ اس دن پرندے خبر شہادت ہی دے رہے تھے۔

وہی پرندہ شام کے وقت بیرون مدینہ ایک یہودی کے باغ میں ایک درخت پر آکر بیٹھا۔ اور نوحہ و بکا کرنے لگا۔ اس باغ میں اس یہودی کی ایک لولی۔ اندھی۔ بہری اور بے دست و پا مجزوم لڑکی رہتی تھی جسے یہودی نے شہر سے باہر لاکر اسی باغ میں رکھا تھا۔ دن کو یہودی اپنا کام کاج کرتا تھا اور رات کے وقت بیٹی کے پاس آجاتا تھا اس رات اتفاقاً یہودی کسی کام سے باہر گیا اور واپس نہ آسکا۔ رات کے وقت جب وہ لڑکی تنہائی سے گھبرا گئی تو لیٹتے لیٹتے اسی درخت کے نیچے آگئی جس پر وہ پرندہ تھا نواحہ خوانی کر رہا تھا اور اس کے پروں سے خون مظلوم رسول ٹپک رہا تھا۔ اتفاقاً ایک قطرہ اس لڑکی

کی آنکھ میں ٹپکا اور اس کی آنکھ منور ہو گئی۔ لڑکی نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو ایک پرندہ بیٹھا ہے جو انتہائی درد انگیز انداز میں نوحہ خوانی کر رہا ہے لڑکی نے دیکھا کہ خون کا قطرہ اسی پرندہ کے پروں سے ٹپکا تھا۔ دوسرا قطرہ لڑکی نے اپنی دوسری آنکھ میں گر دایا۔ دوسری آنکھ بھی روشن ہو گئی۔ اب تو لڑکی کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور جیسے جیسے قطرات ٹپکنے لگے لڑکی اپنے جسم پر ملنے لگی۔ چند ہی منٹ میں لڑکی خون سید الشہداء کی برکت سے شفایاب ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی۔

اتنے میں صبح ہو گئی۔ لڑکی اٹھ کر باغ میں ٹہلنے لگی۔ یہودی جب باغ میں آیا تو اسے اپنی لڑکی نظر نہ آئی۔

اس نے اس چلنے والی لڑکی سے پوچھا کہ اسی باغ میں میری ایک محتاج اور اپاہج بچی رہتی تھی۔ اس لڑکی نے باپ کو گلے لگا کر کہا۔ اباجان! آپ پہچانیں میں ہی آپ کی وہ لڑکی ہوں اور اب شفایاب ہوں۔ یہ بات سنکر یہودی غش کھا کر گر گیا۔ جب اسے غش سے افاقہ ہوا تو اس نے لڑکی سے پوری روداد سنی پھر لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اس درخت کے نیچے آیا جس پر وہ پرندہ بیٹھا تھا اسے دیکھ کر کہنے لگا۔

اے پرندے تجھے اللہ عظیم کی قسم ہے۔ مجھے اتنا بتا دے کہ تو کہاں سے آیا ہے تو کون ہے؟

تیری آواز میں یہ بے پناہ غم کیسا ہے؟

اور تیرے پروں پر خون کیسا ہے؟

قدرت نے اس پرندے کو قوت گویائی سے نوازا۔ پرندے نے

تمام روداد سنائی اور بتایا کہ یہ غریب زہرا اور حبیب رسول کا خون ہے۔ میں بھی دوسرے پرندوں کی طرح ان کی خبر شہادت دیتے اڑا تھا۔ میرے حصہ میں مدینہ آیا اور میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

یہ واقعہ سنکر وہ یہودی اور اس کی بیٹی اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ اس یہودی کی بیٹی کو دیکھ کر اس یہودی کے قبیلہ میں پانچ صد یہودی مسلمان ہو گئے۔

بحار میں بنی اسد سے ایک کاشت کار سے منقول ہے کہ میں نہر علقمہ کے کنارے اپنی کاشت کو سیراب کر رہا تھا۔ سورج ڈوب رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک شیر مغرب کی طرف سے آ رہا ہے اور میدان کربلا کی طرف جا رہا ہے میں نے دل میں یہی خیال کیا کہ دو دن ہوئے یہاں اسلامی فوج کے مقابلہ میں چند باغی آئے تھے جو قتل ہو گئے اور دیگر درندوں کی طرح یہ شیر بھی پیٹ بھرنے آ رہا ہے۔

کئی دن تک میں اس شیر کو اسی طرح آتے جاتے دیکھتا رہا۔ ایک دن میں نے دل میں کہا کہ آخر ان لاشوں پر اب تو کچھ بھی نہ رہا ہوگا پھر یہ شیر روزانہ کیوں آتا ہے۔ یہ سوچ کر میں نے ایک شب شیر کا تعاقب کیا۔ میں نے دیکھا کہ شیر سیدھا ان لاشوں میں آیا ایک ایک لاش کو سونگھا پھر ایک مسلے اور پامال اسم اسپاں جسم پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں سمجھا کہ اب کھائے گا لیکن کھانے کی بجائے شیر نے اپنا چہرہ اس شہید کے خون سے رنگین کیا۔ اور ایسے آوازیں نکالیں جیسے رو رہا ہو۔ اسی اثنا میں ہر طرف سے آہ و بکا اور نوحہ و گریہ کی آوازیں آنے لگیں میں آہستہ آہستہ ان آوازوں کے قریب ہوتا گیا۔ میں نے میدان میں دیکھا کہ ہر طرف

خاک بسر عورتیں ہیں جنہوں نے سیاہ لباس پہنے ہوتے ہیں اور واحسینا واحسینا کر کے بین کر رہی ہیں۔ میں نے ایک عورت سے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو اور کیسے رو رہی ہو۔

اس نے جواب دیا تو کتنا بدنصیب ہے تیرے پڑوس میں نواسہ رسول شہید ہوا اور تجھے پتہ تک نہیں۔

میں نے پوچھا کیا وہی لاشہ نواسہ رسول کا ہے جس پر شیر کھڑا ہے اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ یہی نواسہ رسول کا لاشہ ہے۔

دوسری مجلس

واقعہ جمال

بحار میں سعید ابن مسیب سے مروی ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد میں جناب سجاد کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آقا! حج کا موسم آگیا ہے۔ ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا۔ چلے جاؤ۔ میں حج پر آیا دوران طواف ایک شخص کو دیکھا۔ جس نے تمام طواف کنندگان کو اپنی طرف مشغول کر رکھا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

اے اللہ! مجھے معاف فرما۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ اگر تمام اہل ارض و سما بھی میری شفاعت کریں تو بھی میرا جرم ایسا ہے کہ تو مجھے معاف نہیں کرے گا۔

ہم تمام نے اسے کہا۔ ظالم اگر تو ابلیس بھی ہوتا تو بھی ایسی مایوس کن باتیں نہیں کرنا چاہیں تھیں۔ اس نے کہا کہتے تو تم بھی سچ ہو لیکن میں جانتا ہوں کہ میں کتنا مجرم ہوں۔

جب ہم نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ۔

مدینہ سے لے کر کربلا تک میں امام حسینؑ کا ساربان تھا۔ میں نے آپکا کمربند دیکھا تھا جو بہت قیمتی تھا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ کاش میرا بھی ایسا ہوتا جب ہم کربلا پہنچ گئے۔ یوم عاشورا آقا شہید ہو گئے۔ میں ایک جگہ چھپ گیا جب رات ہو گئی۔ میں اپنی جگہ سے باہر آیا دیکھا تو تمام میدان کربلا منور تھا۔ مجھے رات کہیں نظر ہی نہ آتی تھی ہر طرف دن کا سماں تھا تمام مقتولین خاک کربلا پر پڑے تھے۔ مجھے میری خباثت نے کمربند پہنے پر آمادہ کیا۔ میں مقتولین کو پہچاننے لگا۔ جب لاشہ مظلوم کربلا پر آیا تو میں نے آپ کے جسم کو بغیر سر کے خاک کربلا اسی حالت میں دیکھا جس حالت میں آپ کو شہید کیا گیا تھا جب میں نے کمربند تلاش کیا تو مجھے مل گیا۔ میں نے آپ کے پامال اسم اسپاں جسم کو سیدھا کیا کمربند کو دیکھا تو گرہ پر گرہ لگی ہوئی تھی۔ میں نے ایک ایک گرہ کو کھولنا شروع کیا جب ایک گرہ بچ رہی تو امام مظلوم کا دایاں ہاتھ گرہ پر آیا۔ میں نے ہاتھ ہٹانے کی کوئی کوشش کی لیکن ہاتھ نہ اٹھ سکا میں میدان میں پھر ایک تلوار کا ٹوٹا ہوا ٹکڑا میرے ہاتھ لگا میں نے اسی سے مظلوم کی کلائی سے ہاتھ کو جدا کرنا شروع کیا۔ جب دایاں ہاتھ جدا ہو گیا تو پھر بایاں ہاتھ گرہ پر آگیا میں نے اسے بھی اسی ٹوٹے ہوئے ٹکڑے سے جدا کرنا شروع کیا۔ بس ہاتھ جدا ہوا ہی تھا کہ زمین کربلا میں زلزلہ آیا۔ میں خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ دوڑ کر لاشوں میں دبک گیا۔ دیکھا تو آسمان سے ایک نور کی عماری اترتی نظر آئی جب زمین پر اتری تو اس سے تین مرد اور ایک مستور سب سیاہ پوش برآمد ہوئے۔ میں نے سنا تو آواز آرہی تھی۔

وابناہ	ہائے میرے بیٹے۔
وامقتولاہ	ہائے کشتہ جور وجفا
واذبیحاہ	ہائے ذبح شدہ مظلوم
واحسیناہ	ہائے حسینؑ
واغریباہ	ہائے غریب
یا بنی قتلوك وما	بیٹے کیا وقت قتل تجھے
عرفوك یا بنی من شرب	پہچانتے نہ تھے۔ بیٹے کیا تجھے
الماء منعوک	پانی بھی نہ دیا۔

میں نے دیکھا تو امام مظلوم اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور عرض کیا۔ لبیك یا جداہ هاانا ذا۔ نانا تیرا غریب حسینؑ اس جگہ ہے۔

یا ابتاہ یا امیر المومنین یا اماہ یا فاطمۃ الزھراء۔ یا اخاہ المقتول بالسم علیکم منی السلام۔

پھر آپ روئے اور عرض کیا۔

نانا میرے تمام انصار قتل ہو گئے میرے بیٹے اور تمام اقربا شہید ہو گئے

نانا ہمارے جسم سے کپڑے اتار لیے گئے۔

نانا ہمارے خیمے جلا دیے گئے۔

نانا میرے بچے ذبح کر دیے گئے۔

نانا تیری بیٹیاں بے چادر کر دیں گئی۔

نانا ذرا دیکھے ان کفار نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا۔

پھر تمام بیٹھ کر رونے لگے۔ اس مستورہ نے عرض کیا۔

بابا۔ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی امت نے میرے بیٹے کو کس بیدردی سے شہید کیا ہے۔ بابا آپ اجازت دیں تو میں اپنے بیٹے کے خون سے اپنی پیشانی رنگ لوں تاکہ قیامت کے دن دربار خالق میں اسی سرخ پیشانی سے پیش ہوں۔ آنحضور نے فرمایا۔ ہاں بیٹی تو بھی پیشانی رنگین کر ہم بھی خون حسین لیں گے میں نے دیکھا تمام نے آپ کے خون سے اپنے سر رنگین کیے۔ امام حسنؑ۔ حضرت علیؑ اور آنحضور نے ہاتھوں کو کہیتوں تک سینوں کو اور اپنی ریشہائے مقدسہ کو خون حسینؑ سے سرخ کیا۔ پھر آنحضور نے پوچھا بیٹے یہ تیرا دایاں اور بایاں ہاتھ کس نے کاٹا ہے۔

میں اپنے کانوں سے سن رہا تھا امام حسینؑ نے تمام واقعہ سنا کر عرض کیا نانا میرا جمال اس وقت بھی ان لاشوں میں چھپا ہوا ہے۔

میں نے دیکھا آنحضور میری طرف آکے میرے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے جمال تجھے مجھ سے کونسا بدلہ لینا تھا۔ کیا تجھے ان مظالم سے تسلی نہیں ہوئی تھی جو میری امت نے میرے لال پر کیے تھے۔ تجھے معلوم ہے کہ ان ہاتھوں کو جبریل نے کتنی مرتبہ چوما تھا۔ اللہ تیرا چہرہ سیاہ کرے۔ اللہ تیرے ہاتھ اور پاؤں کاٹے۔ ابھی آپ کی دعا مکمل نہیں ہوئی تھی۔ کہ میرے ہاتھ شل ہو گئے اور مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میرے چہرہ پر سیاہ چادر منڈھ دی گئی ہے میں اسی حالت میں رہا وہ تمام چلے گئے اور میں یہاں آگیا

سعید کا بیان ہے کہ تمام سننے والوں نے اس پر لعنت کی اور ہر ایک نے بد دعا دی۔

تیسری مجلس

مدینہ میں خبر شہادت

شہادت نواسہ رسول کے بعد ابن زیاد نے جہاں ایک قاصد شام بھیجا وہاں ایک قاصد عبد الملک ابن الوالحارث سلمی کو گورنر مدینہ سعید ابن عمرو ابن عاص کے پاس بھیجا تاکہ اسے شہادت نواسہ رسول کی بشارت دے۔ عبد الملک نے کوشش کی کہ ابن زیاد کسی اور کو بھیج دے لیکن ابن زیاد نہ مانا۔ عبد الملک کہتا ہے کہ مجھے ابن زیاد نے کہا۔

بیماری کا بہانہ مت کر۔ تجھ سے پہلے مدینہ میں شہادت حسینؑ کی اطلاع نہیں پہنچنا چاہیے۔ یہ پیسے لے اگر سواری راستہ میں کمزور ہو جائے تو اسے چھوڑ کر دوسری خرید لینا۔

جب مدینہ میں آیا تو مجھے ایک قریشی ملا اس نے پوچھا۔

کیا خبر ہے؟

میں نے کہا گورنر کے پاس چلے آؤ معلوم ہو جائے گا۔

اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کہا۔ پتہ چل گیا ہے

فرزند رسول شہید ہو گئے

میں سعید ابن عمرو کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا۔

کوئی نئی بات؟

میں نے اطلاع شہادت دی

اس نے مجھے حکم دیا کہ مدینہ میں اعلان کر دے۔

میں نے اعلان کیا۔ بنی ہاشم میں ماتم کا طوفان اٹھا۔ جب عمرو ابن سعید نے مخدرات بنی ہاشم کے رونے کی آواز سنی تو خوش ہو کر ہنسا اور کہا۔ آج بدلہ ہو گیا۔ پھر منبر پر چڑھا۔ ابن زیاد کا خط پڑھا۔ رجزیہ اشعار پڑھے اور مزار رسول کی طرف دیکھ کر کہا۔ اے محمد بدر کا انتقام ہم نے لیا ہے ذرا دیکھ جس طرح مقتولین بدر کے بعد ہمارے گھروں سے آہ و بکا کی آواز آئی تھی آج تیرے خاندان کی عورتیں نوحہ و ماتم کر رہی ہیں ذرا سن تو لے۔

جب جناب عبد اللہ ابن جعفر طیار کو معلوم ہوا کہ میرے دونوں بیٹے شہید ہو گئے تو آپ کے ایک غلام نے ازراہ خوشامد کہا۔ ذرا حسینؑ کا حال دیکھے کہ اس کی صحبت میں ہمارے دو شہزادے بھی شہید ہو گئے۔

یہ سنکر جناب عبد اللہ نے غضب ہو کر اس ملعون کو جوتی سے مارا اور فرمایا۔

اے بدکردار ماں کے بدنصیب بیٹے۔ کیا تو حسینؑ ابن فاطمہ کے متعلق یہ بکواس کر رہا ہے۔ بخدا اگر میں ہوتا تو اپنی جان اپنے بھائی۔ اپنے آقا۔ اپنے امام حق اور اپنے سردار کے قدموں میں قربان کر دیتا۔ کتنے خوش نصیب تھے میرے لال کو کہ جو کام ان کا باپ نہ کر سکا بیٹوں نے کر دیا۔ میرا سر افتخار بلند ہو گیا ہے کہ اگر میں اپنے مرض کی بدولت اپنے مولی کی غم گساری نہ کر سکا تو باپ کی کمی بیٹوں

Presented by www.ziaraat.com

کی پوری کر دی۔ اللہ کی حمد ہے کہ میرے دونوں بیٹے میرے آقا کے قدموں میں قربان ہوئے ہیں۔

اسمابنت مسلم ابن عقیل بنی ہاشم کی مخدرات کو لے کر مزار رسول پر آئیں اور انہیں پرسہ دیا۔

از روئے روایات دو ماہ تک مدینہ کے تمام در و دیوار اس طرح سرخ رہے کہ دیکھنے والے یہی سمجھتے تھے کہ ان پر خون کا پلستر چڑھا دیا گیا ہے۔

عمرو ابن سعید نے اپنے خطبہ میں کہا۔

قتل کا بدلہ قتل ہے۔ حادثے کا بدلہ حادثہ ہے اور مصیبت کا بدلہ مصیبت ہے۔ ایک وقت تھا جب ہم ناچار ذریت رسول کا احترام کرتے تھے آج وہ وقت گزر چکا ہے۔ ہم نے مقتولین بدر کا انتقام لے لیا ہے۔

عبد اللہ سائب نے اٹھ کر کہا۔ یہ تو کیا بک رہا ہے اگر آج فاطمہ زہراؑ زندہ ہوتی تو بھلا بتا کیا کہتی؟

عمرو ابن سعید نے کہا۔ جو کچھ کہتی ہمیں اس کا ملال نہ ہوتا۔ ہم نے انتقام لے لیا ہے ہمیں اس کی پروا نہیں کہ دختر رسول کیا کہتی۔

چوتھی مجلس

دفن شہدا اور بنی اسد

سرکار علامہ نعمۃ اللہ جزائری نے عبد اللہ اسدی سے روایت کی ہے کہ جب مظلوم کربلا اپنے بھائیوں بیٹوں انصار اور دیگر اقربا کے ساتھ یوم عاشور خاک کربلا پر سو گئے۔ اور ابن سعد نے کربلا سے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو اس نے اس سلسلہ میں ابن زیاد کو لکھا کہ اب کیا کیا جائے؟

ابن زیاد نے جواب لکھا۔ اپنی فوج کے مقتولین کو دفن کر دے۔ مستورات کو رسن بستہ۔ اور سر ہائے شہدائے آل محمد کو نیزوں پر بلند کر کے۔ ذریت رسول کے مقتولین کو بے گور و کفن چھوڑ کے کوفہ چلا آ۔

ابن سعد نے جواب لکھا۔ آپ کوفہ میں بیٹھ کر حکم دے رہے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ہمارے مقتولین کتنے ہیں۔ اور ان کا دفن کرنا کتنا مشکل ہے ایک لاکھ پچاس ہزار لاش ہے انہیں میں کیسے دفن کر سکتا ہوں۔

ابن زیاد نے جواب لکھا۔ جو رؤسا اور سالار مقتول ہیں انہیں دفن کر دے بقیہ کو یونہی چھوڑ دے۔

چنانچہ ابن سعد نے جتنوں کا دفن مناسب سمجھا انہیں دفن کر دیا۔ اور رسن بستہ مستورات اور سروں کو لے کر راہی کوفہ ہوا ذریت رسول کے پاکیزہ شہداء کے پارہ پارہ لاشے ریگ صحرا پر بلا گور و کفن چھوڑ دیتے۔ تین دن تک یہ لاشے یونہی بے گور و کفن رہے۔

نہر علقمہ کے ایک کنارے پر بنی اسد کا ایک قبیلہ رہتا تھا۔ یزیدیوں کے چلے جانے کے بعد بنی اسد کی عورتیں میدان میں آئیں اور اولاد نبی و زہراؑ کے بے گور و کفن لاشوں کو دیکھا۔ جن کے زخموں سے تیسرے دن بھی تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی جام شہادت نوش کر کے سوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر تمام عورتیں حیران رہ گئیں۔

جلدی جلدی واپس اپنے قبیلہ میں آئیں اور اپنے شوہروں کو تمام حیرت انگیز حالات سے مطلع کیا۔ اور کہا آخر تم بھی مسلمان ہو، فردائے محشر میں نبی اکرم علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ تمہارے سامنے یہ پیاسے ذبح ہوتے رہے اور تم نے تلوار، نیزہ یا تیر سے ان کی مدد نہ کی اور اب بے گور و کفن لاشے دیکھ رہے ہو انہیں دفن نہیں کرتے۔

ان مردوں نے جواب دیا کہ ہمیں بنی امیہ سے ڈر لگتا ہے۔ ویسے ذہنی طور پر یہ لوگ ٹوٹ پھوٹ چکے تھے۔ اور اپنے کو فرزند رسول کی مدد نہ کرنے پر ملامت کر رہے تھے۔

عورتوں نے اپنا اصرار نہ چھوڑا اور ان کے گرد گھیرا ڈال کر انہیں دفن پر آمادہ کرتی رہیں اور کہتی رہیں تمہیں چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جانا چاہیے لعین ابن لعین نے اپنے مقتولین تو دفن کر دیتے ہیں لیکن نبی زادے یونہی خاک کربلا

پر پڑے ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی عرب ہی پوچھ لے کہ تمہارے پڑوس میں تمہارے آنکھوں کے سامنے فرزند رسول شہید ہوا اور تم نے پڑوسی کی حیثیت سے بھی اس کی نہ تو زندگی میں مدد کی اور نہ بعد از شہادت اسے دفن کیا۔ بھلا کیا جواب دو گے۔

اٹھو غیرت کرو۔ اور اپنے سے اس داغ ملامت کو اب بھی دھو ڈالو جو تمہاری نسلوں تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔

عورتوں کی ملامت سے ان کی حمیت بیدار ہو گئی۔ اٹھے میدان کربلا میں آئے۔

ان تمام نے مشورہ کیا کہ سب سے پہلے فرزند رسول کو دفن کرنا چاہیئے۔ جب میدان میں پھرنے لگے تو انہیں احساس ہوا کہ کسی لاش کا سر تو نہیں اب ہم پہچانیں گے کیسے! انہی سوچوں میں تھے کہ۔

کوفہ کی طرف سے ایک شہسوار آتا ہوا دکھائی دیا۔ پہلے تو یہ گھبرا گئے کہ ابن زیاد کا کوئی جاسوس آ رہا ہے۔ لیکن ہمت کر کے کھڑے رہے جب وہ شہسوار قریب آیا تو اس نے پوچھا کہ۔

تم لوگ یہاں کیا لینے آئے ہو؟

ان لوگوں نے جواب دیا۔ تو خواہ کوئی بھی ہے ہم سیدھی بات بتاتے ہیں ہم اولاد رسول کو دفن کرنے آئے ہیں۔ لیکن ہمیں سروں کے بغیر پہچان نہیں ہو رہی کہ کون سا لاشہ کس شہید کا ہے۔

اس شہسوار نے جب یہ بات سنی تو بے ساختہ۔

وا ابتاہ۔ وا ابا عبد اللہ ہائے بابا۔ ہائے ابو عبد اللہ

لیتك ترانی اسیرًا۔	کاش آپ دیکھتے کہ آپ کا سجاد کس طرح قیدی بنا ہوا ہے۔

پھر فرمایا۔ گھبراؤ نہیں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔ گھوڑے سے اترا۔ لاشوں میں پھرنے لگا۔ لاشہ امام حسینؑ پر آکر بیٹھ گیا۔ لاش کو اٹھایا گلے لگایا۔ اور اپنا حال غم سنانے لگا۔ بابا آپ کی شہادت سے دشمن خوش ہو رہے ہیں۔ بابا آپ کی شہادت سے بنی امیہ کے گھروں میں چراغاں ہو رہا ہے۔ بابا آپ کے بعد ہمارے دکھ لمبے ہو گئے ہیں۔ بابا آپ کے بعد ہمارے دکھ لمبے ہو گئے ہیں۔ بابا آپ کے بعد سجاد کے مصائب بڑھ گئے ہیں۔ پھر لاشہ کو زمین پر رکھا دائیں بائیں دیکھا۔ دائیں طرف تھوڑے سے فاصلہ پر ایک جگہ سے ہاتھ سے مٹی ہٹائی تو نیچے سے قبر ظاہر ہو گئی۔ اپنے ہاتھ سے غریب زہراؑ کا لاشہ اٹھایا اور سپرد قبر کیا۔ اس کے بعد بنی اسد کو بتلانے لگے کہ یہ فلاں کا لاشہ ہے اسے فلاں جگہ دفن کرو اور یہ فلاں کا لاشہ اسے فلاں جگہ دفن کرو۔ ان لاشوں سے فارغ ہو کر جناب عباس کے لاشہ کے قریب آئے۔

لاشہ کو گلے لگایا اور کہا۔

یاعماه لیتك تنظر حال الحرم و البنات و بن ینادیك۔	چچا کاش آپ ناراجی خیام کا وہ منظر دیکھتے جب تمام مستورات آپ کو بلا رہی تھیں۔

پھر قبر کھدوائی جناب عباس کو اسی جگہ دفن گیا جہاں آج مزار معلی ہے

اس کے بعد انصار کے لاشوں میں آئے۔

حبیب ابن مظاہر کے علاوہ تمام لاشوں کو ایک قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ حبیب کا لاشہ امام حسینؑ کے سرہانے دفن کرایا۔ جب ان سے فارغ ہو گئے تو بنی اسد سے فرمایا۔ آؤ اب لاشہ حر کو دفن کریں۔ لاشہ حر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

اماانت **فقد** قبل الله توبتك و زاد فی سعادتك بید لك نفسك امام ابن رسول الله۔	اللہ نے تیری توبہ قبول کر لی ہے اور فرزند رسول کے قدموں میں جان قربان کر دینے کے عوض تیری سعادت میں اضافہ فرمایا ہے۔

اس کے بعد یہ شہسوار اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جانے لگا تمام بنی اسد آپ کے رکاب سے چمٹ گئے اور کہنے لگے۔

آپ کو ان لاشوں کا واسطہ ہمیں بتائیں کہ آپ کون ہیں؟

آپ نے جواب دیا۔ میں تمہارے لیے حجت خدا۔ علی ابن حسین ہوں۔ زندان ابن زیاد سے نکل کر دفن کرنے کی خاطر آیا تھا۔ اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ اگر اس سلسلہ میں تم پر کوئی مصیبت آئے تو گھبرانا مت۔

ایقاذ القلوب میں سید محمد علی شاہ عبدالعظیمی نے دفن شہدار کا واقعہ جس طرح لکھا ہے مناسب ہو گا اگر وہ نذر قارئین کر دوں۔

جب عمر سعد مستورات کو رسن بستہ کر کے اور سروں کی نوک نیزہ پر بلند کر کے کربلا سے چلا گیا۔ تو بنی اسد جو جنگ کی وجہ سے چلے گئے تھے واپس آئے اپنے

خیمے نصب کیے۔ بنی اسد کی عورتیں میدان میں آئیں دیکھا تو ہر طرف لاشیں ہی لاشیں بکھری پڑی تھیں ان لاشوں میں کچھ لاشیں ایسی بھی تھیں جن سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ اور کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔ یہ دیکھ کر ان عورتوں نے بین کرنا شروع کر دیے کہ یہ لاشیں اولاد رسول اور ان کے انصار کی ہیں یہ مستورات روتی پیٹتی اور بین کرتی ہوئی اپنے گھروں میں آئیں اپنے مردوں سے کہنے لگیں۔

تم تو امن سے گھروں میں بیٹھے ہو ذرا جا کر میدان میں اولاد رسول کے لاشے تو دیکھو جو بے گور و کفن پڑے ہیں۔ اگر ہمارا تم پر کوئی حق ہے تو اٹھو اور ان پاکیزہ لاشوں کو دفن کرو۔ اگر تم دفن نہ کرو گے تو پھر یہ کام ہم خود ہی کریں گی۔

کسی نے کہا۔ ابن زیاد بڑا ظالم ہے اگر اسے پتہ چل گیا تو ہمیں فنا کر ڈالے گا۔

رئیس قبیلہ نے کہا۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ کوفہ کی راہ میں ہم اپنا ایک مخبر بٹھا دیتے ہیں۔ اور خود ان لاشوں کو دفن کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ اگر اس طرف سے کوئی آگیا تو ہمارا مخبر ہمیں مطلع کر دے گا۔ ہم خاموشی سے اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں گے۔

تمام مردوں نے اس مشورہ کو قبول کر لیا۔ اور ایک شخص کو راہ کوفہ پر نگرانی کیلئے مقرر کر کے دوسرے تمام میدان میں آگئے۔

ان لوگوں نے پہلے قبریں تیار کیں پھر علامات سے معلوم کر کے چاہا کہ سب سے پہلے لاشہ غریب زہراؑ کو دفن کریں۔ جب اٹھایا تو ان سے لاشہ نہ اٹھ سکا۔

انہوں نے ہر چند کوشش کی لیکن لاشہ نہ اٹھا سکے۔ پھر کہنے لگے چلو دوسری لاشیں دفن کر دیں اس کے متعلق بعد میں سوچیں گے۔

رئیس قبیلہ نے کہا۔ بھلا دوسروں کو تم کیسے دفن کر سکتے ہو جب کہ کسی لاش کے ساتھ سر نہیں ہے۔ تمہیں کیسے پتہ چلے گا کہ کس کو کس قبر میں اتار رہے ہو۔ یہ لوگ انہی باتوں میں مصروف تھے کہ ایک عرب شہسوار اچانک ان کے پاس آگیا۔ اس نے منہ چھپایا ہوا تھا۔ اس شہسوار کو دیکھ کر تمام کے تمام گھبرا کر ایک طرف ہٹ گئے شہسوار گھوڑے سے اترا حالت رکوع میں جھک کر آگے بڑھا۔ اپنے آپ کو لاشہ مظلوم کربلا پر گرا دیا۔ کبھی سونگھتا تھا اور کبھی بوسے لیتا تھا۔

پھر بنی اسد کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔

تم لوگ یہاں کیا کر رہے تھے؟

انہوں نے کہا بس ویسے آئے تھے۔

اس نے کہا سچ بتاؤ مجھ سے تمہیں کیا خوف ہے کس لیے آئے تھے۔

کہنے لگے اب صاف بتاتے ہیں۔ ان لاشوں کو دفن کرنے آئے تھے۔ لیکن ہمارا بخت ایسا نہیں ہے۔ ان بے سر کی لاشوں میں سے ایک لاشہ فرزند رسول ایسا ہے جسے ہم پہچان سکے ہیں لیکن ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے اس لاشہ کا ایک عضو بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکے۔ اور دوسری لاشوں کو ہم پہچان نہیں پا رہے۔

اسی فکر میں تھے کہ آپ آگئے۔ اور ہم اس بات سے ڈر کر پیچھے ہٹ گئے کہ کہیں آپ ابن زیاد کے جاسوس نہ ہوں۔

وہ عرب اٹھا اور اس نے ایک لکیر کھینچ کر کہا۔ اس جگہ سترہ شہدا کے لیے مزار بناؤ۔ ہم نے سترہ شہدا اس میں دفن کیے۔ پھر دوسری جگہ نشان لگا کر کہا۔ بقیہ لاشوں کو اس جگہ دفن کر دو۔ صرف ایک لاشہ بچ رہا۔ پھر کہا ان سترہ لاشوں کی قبر کے سرہانے ایک قبر بناؤ۔ جب قبر تیار ہو گئی تو ہم اس کی اعانت کے لیے آگے بڑھے۔ اس نے کہا۔ نہیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ اسے میں تنہا اتاروں گا۔

ہم نے کہا۔ بندہ خدا یہی تو وہ لاشہ ہے جسے ہم سب مل کے اٹھا تے رہے اور نہ اٹھا سکے تو اتنا کمزور ہے تنہا کیسے اٹھائے گا۔

وہ بے ساختہ رو دیا۔ اور کہا۔ میرے ساتھ میرے معاون موجود ہیں میں تنہا نہیں ہوں۔ ہم دیکھ رہے تھے اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس مظلوم کی پامال شدہ پشت کے نیچے رکھے اور کہا۔

بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ھٰذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ ماشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پھر اٹھایا اور تنہا قبر میں اتارا۔ ہم میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ اٹھانے میں شریک نہ تھا۔ ہم حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ قبر میں اتارنے کے بعد اس نے اپنا رخسارہ لاشہ کے سینہ پر رکھا۔ اور کافی دیر تک روتا رہا۔ پھر سر اٹھایا اور کہا۔

طوبی لارض تضمنت جسدک	خوش نصیب ہے وہ زمین
الشریف اما الدنیا فبعدک	جو آپ کے جسم مقدس کی
مظلمۃ و الآخرۃ بنورک	امین بن رہی ہے۔ آپ کے

مشرقۃ اما الحزن	بعد دنیا تاریک ہے اور
فسرمد واما اللیل	آپ کے نور سے آخرت
فمسھد حتی یختار	روشن ہے میرا غم دائمی
اللہ لاھل بیتک دارک	اور رات ہمیشہ بے دار ہی
التی انت فیھا مقیم	رہے گی، حتیٰ کہ اللہ آپ
بھا وعلیک منی السلام	کے اہل بیت کے لیے اسی
یا بن رسول اللہ ورحمۃ	گھر کو منتخب فرمائے جس میں
اللہ وبرکاتہ۔	آپ قیام پذیر ہیں۔ اے
	فرزند رسول اب میرا آخری
	سلام ہو، اللہ کی رحمت
	اور برکت آپ کے شامل
	حال رہے۔

پھر قبر کو مٹی سے بلند کیا۔ پھر قبر پر ہاتھ رکھا۔ اور اپنی انگلی سے لکھا۔

ھٰذا قبر الحسین ابن علی ابن ابی طالب الذی قتلوہ عطشانا غریبًا۔

یہ فرزند علی ابن ابی طالب کا مزار ہے جسے سفر میں بے دردی سے پیاسا شہید کیا گیا ہے۔

پھر بنی اسد کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ دیکھو کوئی اور لاش رہ گئی ہے؟۔

انہوں نے کہا ہاں تین لاشیں ہیں ایک درمیان میں ہے اور دو اس کے

اردگرد ہیں۔ درمیانی لاش کو بھی ہم نے اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن نہ اٹھا سکے۔

اس کے ساتھ ہم اس لاش پر آئے جب لاش کو دیکھا تو ہم نے محسوس کیا کہ بے ساختہ لاش پر گر پڑا اور بوسے کر کہا۔

منی الدنیا بعدک العفا ایا	اے قمر بنی ہاشم آپ کے بعد
قمر بنی ہاشم علیک	زمانہ میں ہر طرف خاک ہی
منی السلام	خاک نظر آتی ہے۔ میرا آخری سلام ہو۔

پھر ہمیں قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب قبر تیار ہوگئی۔ تو اسے بھی اس نے تنہا قبر میں اتارا۔ اور دوسری دو لاشوں کے لیے علیحدہ قبر بنانے کا حکم دیا۔ جب تمام لاشیں دفن ہوگئیں تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جانے لگا۔ ہم اس کے گرد ہوئے اور پوچھا کہ ہمیں بھی تو بتا دیجئے کہ ان قبور میں کون کون ہیں۔

اس نے کہا جہاں تک ضریح حسینؑ کا تعلق ہے وہ تو تمہیں معلوم ہے پہلی قبر جس میں سترہ لاشیں دفن کی ہیں وہ اولاد علی و بتول ہے۔ جن میں سے قریب ترین قبر امام حسینؑ کے ہم شکل نبی بیٹے کی ہے۔

دوسری قبر بڑی میں انصار امام حسینؑ ہیں۔

امام حسینؑ کے سرہانے جو تنہا قبر بنائی ہے یہ حبیب ابن مظاہر کی ہے۔

جو قبر دریائے فرات کے کنارے بنائی ہے وہ قمر بنی ہاشم کی ہے۔ اس کے پہلو میں جو دو قبریں بنائی ہیں وہ قمر بنی ہاشم کے دو بھائی ہیں۔

اگر میرے بعد کوئی پوچھے تو انہیں بتا دینا۔

ہم نے پوچھا۔ اے بیمار! ہمیں اپنا تعارف بھی تو کرا دو کہ آپ کون ہیں؟

اس سوال پر وہ رو دیتے اور کہا کہ اب میں تمہارا امام علیؑ بن حسینؑ ہوں۔

ہم نے حیرت سے کہا۔ کیا آپ زین العابدین ہیں؟

اس نے کہا ہاں۔

اور ہماری نظروں سے غائب ہوگئے۔

مؤلف۔

جہاں تک تاریخ کی مستند روایات کا تعلق ہے تو ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے تمام شہدا کی قبور آنحضورؐ نے اپنی نگرانی میں ملائکہ سے تیار کروائی تھیں۔ جناب سجاد نے صرف بنی اسد کو نشاندہی کی تھی۔ بحار میں ام المومنین ام سلمہ سے روایت ہے بی بی بے ساختہ رو رہی تھیں کسی نے عرض کیا بی بی اس شدت سے رونے کا سبب کیا ہے؟

تو بی بی نے جواب دیا جب سے نبی اکرم اس دنیا سے گئے ہیں میں نے کبھی خواب میں انہیں نہیں دیکھا۔ ابھی ابھی دیکھا ہے آپ کی ریش مبارک خون آلود تھی۔ سر کے بال پریشان تھے۔ اور گریبان چاک دھاڑیں مار کر رو رہے تھے۔

جب میں نے سبب پوچھا تو فرمانے لگے۔ میرا حسین شہید ہوگیا ہے۔ ابھی ان کی قبریں بنانے سے فارغ ہوا ہوں۔

شیخ طوسی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لاشۂ مظلوم کربلا کو ہاتھوں

ے نہیں اٹھایا گیا بلکہ بنی اسد ایک چٹائی لے کر آئے امام سجادؑ نے اس چٹائی پر لاش غریب کے بکھرے ٹکڑے، جمع کر کے سپرد قبر کیے۔

اس کی تصدیق دیرج کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں دیرج نے بتایا ہے کہ جب متوکل نے قبر حسینؑ کھودنے کا حکم دیا اور میں نے قبر مظلوم کھودی تو میں نے چٹائی پر جسم حسینؑ کے ٹکڑے دیکھے۔

پانچویں مجلس

شہادت فرزندان مسلمؑ

جناب مسلم ابن عقیل کے دو فرزندان محترم کی شہادت کے واقعات میں اختلاف ہے۔ جہاں تک اصل واقعہ شہادت کا تعلق ہے وہ تقریباً تمام مورخین نے ایک جیسا ہی نقل کیا ہے۔ نفس واقعہ شہادت میں مختلف نکات بہت کم ہیں اور اشتراک بہت زیادہ ہے۔

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ شہزادے ابن زیاد کی قید میں کس طرح آئے۔

ایک نظریہ یہ ہے کہ دونوں کمسن شہزادے کسی مصلحت کے پیش نظر جناب مسلم کے ساتھ کوفہ آئے تھے۔

بعض مورخین کے بقول دونوں شہزادے یوم عاشور تاراجی خیام کے وقت صحرا میں نکلے پھر راستہ بھٹک گئے۔ اور سپاہ یزید کے ہاتھ لگ گئے۔ آل محمد کے قافلہ کے زندان کوفہ سے نکل جانے کے بعد دونوں شہزادے ابن زیاد کو پیش کیے گئے۔ جنہیں ابن زیاد نے پس دیوار زندان ڈال دیا۔

بہر صورت چونکہ دونوں روایات موجود ہیں۔ اس لیے مجلس عزا میں ہر دو روایات پڑھی جاسکتی ہیں۔ اور کسی ایک روایت کو قطعاً مسترد کرکے دوسری روایت کو قطعی درست قرار دینا خلاف تحقیق ہوگا۔ کیونکہ از روئے ترجیح کسی روایت کے حق میں دلائل زیادہ نہیں ہیں۔ بعض حقائق ناآشنا اپنی ذاتی رائے کو محققین علماء کی رائے بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اور اپنی رائے دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو شان علماء کے خلاف ہے۔

ہم دونوں روایات علیحدہ علیحدہ مجلس کے عنوان سے پیش کر رہے ہیں۔

ناسخ کے مطابق جب جناب ہانی گرفتار ہو کر ابن زیاد کے پیش کیے گئے اور جناب مسلم نے ہانی کا گھر چھوڑ دیا۔ تو آپ نے اپنے دونوں بیٹوں محمد اور ابراہیم کو قاضی شریح کے سپرد فرمایا اور ان سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔

جب جناب مسلم شہید ہو گئے تو ابن زیاد کو بتایا گیا کہ جناب مسلم کے کمسن بچے محمد و ابراہیم بھی جناب مسلم کے ساتھ ہی تھے۔ لیکن انہیں کہیں چھپا دیا گیا ہے۔

چنانچہ ابن زیاد نے منادی کرائی کہ۔

جس کسی کے پاس مسلم کے بچے ہوئے اور اس نے ہمارے حوالے نہ کیے تو حکومت کی طرف سے اس کا قتل جائز ہے۔

جب قاضی شریح نے یہ منادی سنی تو اس نے دونوں بچوں کو اپنے سامنے بلایا انتہائی نرمی سے گفتگو کی بے ساختہ رو دیا۔ بچوں نے شریح سے رونے کی وجہ

پوچھی تو اس نے بتایا کہ

آپ کا والد شہید ہو چکا ہے۔

جب دونوں بچوں نے باپ کی خبر شہادت سنی تو ان کے سروں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ سفر کا عالم۔ سن چھوٹا۔ اور زمانہ دشمن دونوں نے یک آواز۔ واغربتاہ کا نعرہ بلند کیا اور رونے لگے۔ قاضی نے دونوں کو تسلی دی اور بتایا کہ۔

شاید تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ کی شہادت کے بعد تمہاری گرفتاری کے احکام صادر کیے جا چکے ہیں۔ اور اگر تمہاری صدائے گریہ کسی جاسوس نے سن لی تو ابھی ابھی گرفتار کر لیے جاؤ گے اور ساتھ ہی میں بھی گرفتار ہو جاؤنگا

بڑے شہزادے نے گلوگیر آواز کے ساتھ کہا۔

قاضی جی آپ ہماری فکر نہ کریں۔ ہم موت سے نہیں ڈرتے۔ ہمیں اپنا انجام معلوم ہو چکا ہے۔ جلد یا بدیر ہمیں تو اپنے باپ کے ساتھ ملنا ہے۔ البتہ چونکہ آپ نے ہمیں اپنے گھر رکھا ہے۔ ہم نے آپ کا کچھ دن نمک کھایا ہے۔ اس لیے آپ کے تحفظ کی خاطر ہم اپنے بابا کے غم میں آنسو نہیں بہائیں گے اور نہ ہی باآواز بلند روئیں گے۔ اپنی جان کی نسبت ہمیں آپ زیادہ عزیز ہیں۔

قاضی نے کہا۔ اس میں شک نہیں کہ میں خود گرفتار ہونا نہیں چاہتا لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم گرفتار ہو کر اس سفاک کے ہاتھ آ جاؤ۔ میں تمہیں کسی ایسے امین آدمی کے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ جو تمہیں بسلامت مدینہ پہنچا دے

شہزادوں نے کہا۔ جیسے آپ کی مرضی۔

قاضی نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا۔

میں نے سنا ہے ایک قافلہ بیرون کوفہ رکا ہوا ہے جو آج رات کسی وقت یہاں سے مدینہ روانہ ہو گا۔ تو خود چلا جا اور ان دونوں شہزادوں کو قافلہ میں سے کسی صالح اور امین شخص کے سپرد کر کے آنا۔ وہ انہیں مدینہ پہنچا دے۔ جب کافی اندھیرا چھا گیا تو قاضی کا بیٹا دونوں شہزادوں کو ساتھ لے کر بیرون کوفہ آیا معلوم ہوا قافلہ وہاں سے کوچ کر کے جا چکا ہے۔ چاندنی رات میں قافلہ کا غبار نظر آرہا تھا۔ قاضی کا بیٹا دو ایک میل تک تو ساتھ چلا۔ پھر اس نے شہزادوں سے کہا اب تم دونوں تیز تیز چلتے جاؤ۔ یہ سامنے قافلہ کا غبار ہے۔ یہ کہہ کر قاضی شریح کا بیٹا واپس آگیا دونوں شہزادے تنہا رہ گئے۔ تیز دوڑتے دوڑتے دونوں شہزادے کچھ دیر کے لیے ستانے کو بیٹھے کوفہ کے کچھ لوگ جو جا رہے تھے اور انہوں نے ابن زیاد کا حکم سن رکھا تھا۔ جب دونوں شہزادوں کو راستہ پہ بیٹھے ہوئے دیکھا تو انتہائی بے دردی سے دونوں کو واپس کوفہ لے آئے۔ اور ابن زیاد کے سپرد کر دیا۔

ابن زیاد نے مشکور نامی زندان بان کے حوالہ کر دیا۔ اور یزید کو لکھا کہ میرے پاس مسلم کے دو بیٹے گرفتار ہیں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟۔

مشکور مومن اور محب اہل بیت تھا جب اسے معلوم ہوا تو اس نے وقت شب دونوں شہزادوں کے سامنے در زندان کھول دیا۔ اپنی انگوٹھی دی اور کہا کہ قادسیہ چلے جاؤ۔ وہاں میرے بھائی کو پوچھ لینا اسے میری یہ انگوٹھی بطور علامت کے دکھا کر اپنا تعارف کرانا۔ وہ تمہیں مدینہ تک پہنچا دے گا۔

دونوں شہزادے باہر آئے۔ چونکہ راستہ سے ناواقف تھے اس لیے ساری رات چلتے رہے جب صبح ہوئی تو دیکھا تو کوفہ ہی کے ارد گرد چکر لگاتے رہے تھے

اب چھپنے کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ چنانچہ دریا کے کنارے کھجوروں کے چند درخت تھے۔ ایک کھجور پر چڑھ کے دونوں بیٹھ گئے۔ ایک عورت دریائے فرات سے پانی لینے آئی اس نے پانی میں شہزادوں کے عکس دیکھ کر جب اوپر دیکھا تو دیکھ کر حیران رہ گئی کہ چاند کے دو ٹکڑے درخت سے بڑی بے کسی کے ساتھ چھٹے ہوئے ہیں۔ اس نے دونوں شہزادوں کو نیچے آنے کے لیے کہا۔ دونوں شہزادے اس کی شفقت دیکھ کر نیچے آئے۔ یہ انہیں لے کر اپنے گھر آئی۔ اپنی مالکہ کو بتایا۔ اس نے اس کنیز کو اس خوشی میں آزاد کر دیا۔ شہزادوں کو کھانا دیا اور ایک کمرے میں لے جا کر سلا دیا۔

صبح کو ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ مشکور نے دونوں شہزادوں کو رہا کر دیا ہے اس نے مشکور کو بلایا۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ میں نے کل قیدی تیرے حوالہ کیے تھے۔

مشکور نے کہا۔ جب میں نے انہیں پہچان لیا تو انہیں چھوڑ دیا۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو نے کیوں چھوڑ دیا ہے؟

مشکور نے کہا۔ تجھے شرم نہیں آئی۔ سفر میں ان کے باپ کو شہید کر کے انہیں یتیم کر دیا۔ وہ دو کمسن بھلا تیرے لیے کیا خطرہ ہو سکتے تھے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تجھے میری سزا کا خطرہ نہیں تھا۔

مشکور نے کہا۔ تیری سزا کا ڈر کسی شریف کو نہیں ہوتا۔ لیکن مجھے عذاب خدا اور ملامت سرور انبیاء کا ڈر زیادہ تھا۔

ابن زیاد نے کہا۔ ٹھیک ہے اگر تجھے اتنا خوف خدا ہے تو پھر میری سزا کے لیے تیار ہو جاؤ۔

مشکور نے کہا۔ میں تو اسی وقت سے تیار ہوں جب سے میں نے شہزادوں کو رہا کیا تھا۔

ابن زیاد نے جلاد کو بلا کر کہا۔ اسے پانچ سو کوڑے لگا کر اس کا سر قلم کر دے۔

مشکور نے کہا۔ اللہ۔ رسول اور اہل بیت رسول کی محبت میں یہ بہت ہی کم ہے۔

جلاد نے تازیانہ اٹھایا۔ اور مشکور کے برہنہ جسم پر تازیانہ کا وار کیا۔ مشکور نے کہا۔

اللھم استعین بک واطلب منک الفرج والروح والصبر فانی قتلت فی حب اھل بیت نبیک اللھم الحقنی بنبیک والہ۔

اے اللہ میں تجھ سے مدد کشائش۔ سکون اور صبر چاہتا ہوں۔ تیرے نبی کے اہلبیت کی محبت میں قتل کیا جا رہا ہوں۔ مجھ انہی سے ملا دے۔

یہ کہہ کر مشکور خاموش ہو گیا۔ پھر تازیانے برستے رہے اور ہر تازیانے پر الحمد للہ کہتا رہا۔ آخر گر کر غش کھا گیا۔ غش سے افاقہ ہوا تو پانی مانگا۔

ابن زیاد نے کہا۔ اسے پانی مت دینا۔ پیاسا ہی اسے اپنے نبی اور اہلبیت نبی کے پاس جانے دو۔

عمرو ابن حارث نے آگے بڑھ کر سفارش کی۔ ابن زیاد نے سفارش قبول کر لی عمرو مشکور کو اٹھا کر علاج کی غرض سے گھر لے گیا۔ جب وہاں اسے غش سے افاقہ ہوا۔ تو عمرو نے پانی پیش کیا۔

مشکور نے کہا۔ بخدا مجھے میرے آقا نے پانی کا ایک جام پلا دیا ہے اب مجھے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ اس کے بعد اس محب اہل بیت کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

شہزادے جس گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے اس گھر کے مالک کا نام حارث ابن عروہ تھا۔ شاید بعض مورخین نے صرف ابن عروہ دیکھ کر یہ قیاس کیا ہے کہ یہ ظالم۔ جناب ہانی ابن عروہ کا بھائی تھا۔ لیکن ہمیں اس کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ جب یہ ظالم گھر آیا تو انتہائی بدحال تھا۔

مومنہ بیوی نے پوچھا۔ آج کیا ہے تجھے۔

اس نے کہا۔ آج صبح ابن زیاد کے دروازہ پر کھڑا تھا کہ منادی نے آواز دی جو شخص مسلم ابن عقیل کے بچوں کو گرفتار کر لائے۔

اسے نقد انعام دیا جائے گا اور اس کی ایک حسب خواہش ضرورت بھی پوری کی جائے گی۔ میں نے اسی وقت گھوڑے ان کے پیچھے لگا دیا سارا دن مارا مارا پھرتا رہا حتےٰ کہ گھوڑا گر کر جواب دے گیا۔ پھر میں پیدل ڈھونڈتا رہا لیکن بچے نہ ملے۔

اس مومنہ نے کہا۔ خدا معلوم تم لوگوں کی مت کیوں ماری گئی ہے دو کمسن بچے ہیں۔ وہ ابن زیاد کی حکومت کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر تجھے مل جاتے تو تیرے لیے انہیں گرفتار کرنے میں کیا فخر ہوتا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے نہ نیاست کا خیال ہے اور نہ عداوت نبیؐ کا۔

اس ظالم نے کہا۔ زیادہ باتیں نہ بنا۔ پتہ نہیں محمدؐ کون تھا۔ اور کیا کیا وعدے کر کے گیا ہے۔ وعدے بھی ایسے جن کا تعلق دنیا سے نہیں مرنے کے بعد۔ کیا پتہ

مرنے کے بعد ہماری سڑی ہوئی ہڈیاں زندہ بھی ہوں گی یا نہیں۔ تجھے کیا معلوم ہے اگر آج مل جاتے تو ابن زیاد کی طرف سے سونے اور چاندی کا نقد ڈھیر ملتا۔

اب اٹھ اور کھانا لا۔

مومنہ کھانا لائی۔ اس ظالم نے زہر مار کیا۔ اور سو گیا۔

دونوں شہزادے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں حمائل کر کے سو رہے تھے کہ بڑے شہزادے محمد کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے چھوٹے بھائی کو جگایا اور کہا۔ میں نے جو ابھی ابھی خواب دیکھا ہے اس سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں ہماری آخری رات ہے اور ہم کبھی نہ تو مدینہ جا سکیں گے اور نہ اپنی ماں کو مل سکیں گے۔

چھوٹے شہزادے ابراہیم نے دونوں بانہیں بھائی کے گلے میں ڈال کر عرض کیا۔ وہ کیسا خواب آپ نے دیکھا ہے۔

محمد نے کہا۔ ابھی ابھی میں نے خواب میں نبی کونین۔ نانا علیؑ۔ ماموں حسنؑ اور سیدہ زہراؑ کو دیکھا ہے۔ ہمارے بابا بھی ان کے ہمراہ تھے۔ نبی عالمین نے ہم دونوں بھائیوں کے بوسے لے کر ہمارے بابا سے شکوہ کیا ہے کہ۔

مسلم تم خود تو آ گئے اور ان کمسنوں کو سنگدل اور درندہ صفت دشمنوں میں گھرا چھوڑ کے آ گئے۔

ہمارے بابا نے عرض کیا۔ قبل صبح کو دونوں غلام زادے آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کر لیں گے۔

کمسن ابراہیم نے کہا۔ بھیا یہی خواب تو میں نے بھی دیکھا ہے۔

محمد نے کمسن بھائی کو گلے لگا کر کہا۔ آ بھیا ایک دوسرے سے الوداع کر لیں تو مجھے گلے لگا لے میں تجھے گلے لگا لوں۔

تو میری خوشبو سونگھ لے میں تیری خوشبو سونگھ لوں۔ دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کو چومنا اور الوداع کہنا شروع کیا۔ ابھی اس ظالم کو نیند نہیں آئی تھی۔

اس نے بیوی سے پوچھا۔

یہ اندر کون ہیں؟

اور کیسی آواز ہے؟

اس بے بس مومنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

یہ جفا شعار بتی لے کر اٹھا۔ کمرہ کا دروازہ کھولا۔ دیکھا دونوں شہزادے سہمے ایک دوسرے کو گلے لگائے بیٹھے ہیں۔

اس نے پوچھا۔

تم کون ہو اور یہاں کیا لینے آئے ہو؟

دونوں شہزادوں نے کہا۔ ہم آپ کے مہمان۔ تیرے نبی کی عترت اور مسلم ابن عقیل کے فرزند ہے۔

یہ سنتے ہی یہ کمینہ بپھر گیا اور کہنے لگا۔

اچھا میں نے آج تمہاری تلاش میں گھوڑا ہلاک کر ڈالا۔ خود مرنے کی حد تک تھک گیا اور تم میرے ہی گھر میں پڑے مزے لے رہے ہو۔ یہ کہہ کر اس نے ایک ہاتھ ایک شہزادے کے بال اور دوسرے ہاتھ سے دوسرے کے بال پکڑے۔ دونوں کو ایک جھٹکے سے کھڑا کیا۔ دونوں شہزادے خاموش ہو کر اس مومنہ

کی طرف دیکھنے لگے۔

اس مومنہ نے بیٹھ کر اس ظالم کے پاؤں پکڑ لیے۔ جھکی۔ پاؤں کو چوما اس کے ہاتھ چومے۔ منتیں کرنے لگی۔

کہ ذرا دیکھ تو کیسے معصوم حسینؑ، پیارے۔ مجبور اور کمسن بچے ہیں انہوں نے تیرا یا تیرے امیر کا کیا بگاڑا ہے۔ مسافر بھی ہیں اور یتیم بھی ہیں۔ ابھی تو اپنے باپ کو رو بھی نہیں۔

لیکن اس سنگدل نے اس مخدرہ کی ایک بات نہ سنی اور تشدد کرنے لگا جب تشدد کرتے کرتے تھک گیا۔ تو ایک رسی لے کر دونوں کے ہاتھ پس گردن باندھ کر زمین پر اوندھا الٹا دیا۔ کمرے کا دروازہ باہر سے مقفل کیا چابی جیب میں ڈال کر سو گیا۔ صبح تک شہزادے اسی حالت میں پڑے رہے۔

عورت پاؤں چھو چھو کر منتیں کرتی رہی لیکن یہ ہر مرتبہ تلوار کی نوک سے پرے دھکیل دیتا تھا۔ صبح کو اٹھ کر اس نے اپنے غلام کو بلایا۔ اسے تلوار دی اور کہا جا ان بچوں کو باہر لے جا اور دریائے فرات کے کنارے پر ان کے سر قلم کر کے لاشے سپرد دریا کر کے سر میرے پاس لے آتا کہ میں اپنا انعام جا کر وصول کر لوں۔

غلام نے کہا۔ اگر تیری آنکھ کا پانی مر گیا ہے تو کیا تو یہ سمجھ رہا ہے کہ ہر شخص تیری طرح شقی ہو گیا ہے۔ اولاً تو ان کمسنوں کی بے چارگی۔ سفر اور یتیمی ہی ان پر رحم کے لیے کافی ہے۔ اور ثانیاً ان کے بے گناہ خون سے ہاتھ رنگ کے قیامت کے دن میں نبی کریم کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

اس لعین نے کہا۔ اچھا اب غلام ہو کر تو مجھے ضمیر بھی کہہ رہا ہے

اور میری نافرمانی بھی کر رہا ہے لے اپنی نافرمانی کا مزہ چکھ لے۔ یہ کہہ کر اس نے تلوار کا وار کیا۔ بے چارہ غلام شہزادوں کے قدموں میں لوٹ گیا۔

زوجہ حارث اپنے بیٹے کو لے کر آئی تو یہ اپنے غلام کا سر کاٹ رہا تھا۔

بیٹے نے اس سے کہا۔ اس غلام نے تیرا کیا بگاڑا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ غلام ہونے کے علاوہ یہ میرا رضاعی بھائی بھی تھا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور غلام کا سر کاٹ کر اپنے بیٹے کی طرف پھینک کر کہنے لگا لے اپنے بھائی کا سر۔ اس نے میری نافرمانی کی ہے۔ میرے سامنے گستاخانہ کلام کیا ہے اس کی سزا یہی تھی۔

آگے آ یہ تلوار لے ان بچوں کو ساتھ لے کر دریائے فرات پر چلا جا اور ان کے سر لے کے جلدی آ جا۔

اس خوش نصیب نے کہا۔ اللہ کی پناہ۔ نہ تو میں خود ایسا کروں گا اور نہ ہی اپنے جیتے جی تجھے ان بچوں پر مزید ظلم کرنے دوں گا۔ ایک طرف ہٹ جائیں اور بچوں کو چھوڑ دیں۔

اس کی بیوی نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے رسی لینا چاہی اور کہا۔ ظالم اب انہیں چھوڑ بھی دے۔ ان کا کیا قصور ہے۔ اگر تجھے لعنت لینا ہی ہے تو ان کے خون سے ہاتھ سرخ نہ کر انہیں زندہ ابن زیاد کے پاس لے جا جو چاہے وہ کرے۔

حارث نے کہا۔ اپنا ہاتھ رسی سے الگ کر لے۔ میں ان کے سر لے کے جاؤں گا اگر زندہ لے گیا تو راستہ میں ان کے حامی مجھ سے چھین لیں گے۔

بیوی نے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اولاد رسول کو اپنی زندگی میں قتل ہوتا دیکھوں۔

اس ظالم نے تلوار کا وار کیا۔ یہ مخدرہ زخمی ہو کر ایک طرف غش کھا کر گر گئی۔

اس کا بیٹا آگے بڑھا اور کہا۔ کیا تیری عقل ٹھکانے ہے۔ غلام کو قتل کر دیا۔ میری ماں کو زخمی کر دیا اب ان بے گناہوں کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ یہ کہہ کر اس خوش نصیب نے رسی میں ہاتھ ڈال کر اسے دور کرنا چاہا۔ اس مردود نے تلوار مار کر اس غریب کو بھی شہید کر دیا۔

اب اس نے تلوار لی۔ اور آگے بڑھا دونوں شہزادے رسی میں بندھے ہوئے تھے اپنے سامنے اپنے جانثاروں کی تین لاشیں دیکھ کر کانپ رہے تھے۔

دونوں نے کہا۔ اگر تجھے قتل کرنا ہی ہے تو ہمیں آج صبح کی نماز تو قضا کر لینے دے۔

اس نے کہا۔ اب نماز پڑھ کر کیا کرو گے۔ جنت میں اپنے بابا کے پاس جا کر قضا کر لینا۔ میرے پاس اتنا وقت کہاں ہے۔ دونوں کو دریائے فرات کے کنارے لایا اور اس لعین نے بڑے پر تلوار مارنے کا ارادہ کیا۔ چھوٹے نے اپنے کو بڑے پر گرا دیا اور کہا۔

ظالم پہلے مجھے مار بھلا میں کیسے اپنے بڑے بھائی کا لاشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہوں۔ اس نے چھوٹے پر وار کرنا چاہا تو بڑے نے اپنے کو چھوٹے کی ڈھال بنا کر کہا۔

اے سنگدل کبھی بڑے بھائی کے سامنے چھوٹے کو بھی کسی نے مارا ہے۔

اس ظالم نے گلوئے نازک پر تلوار کا وار کیا۔ بڑے بھائی کا لاشہ خاک و خون میں غلطاں تڑپنے لگا۔ سر جدا کیا اور ایک طرف رکھ دیا جسم کو دریائے فرات کے سپرد کر دیا۔ چھوٹے نے اتنے میں بڑے بھائی کا سر اٹھایا۔ اسے جھولی میں رکھا اور جھک کر چومنے لگا۔ بڑے کے جسم کو دریائے فرات کے سپرد کرنے کے بعد اس نے انتہائی سنگدلی سے ابراہیم کے ہاتھوں سے محمد کا سر لیا اور ایک طرف رکھ کر چھوٹے کے سر پر تلوار سے وار کیا۔ ابراہیم بھی اپنے خون میں تڑپنے لگا اس نے جلدی سے سر جدا کیا۔ لاشہ کو سپرد فرات کیا۔ دونوں سر تھیلے میں ڈالے اور جلدی جلدی ابن زیاد کے پاس دار الامارہ میں آیا۔ دونوں سر تھیلے سے نکال کر ابن زیاد کے سامنے منبر پر رکھ دیئے۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ یہ کیا لایا ہے کس کے سر ہیں؟

حارث نے کہا۔ تیرے دشمنوں کے سر ہیں۔ آپ نے کل اعلان کیا تھا کہ مسلم کے دونوں زندان سے نکل گئے ہیں۔ جو انہیں گرفتار کر کے لائے گا اسے انعام ملے گا۔ میں زندہ تو نہیں لا سکا ان کے سر لایا ہوں مجھے اپنا انعام دے کر وعدہ پورا کرو۔

ابن زیاد نے دونوں سروں کو دھونے کا حکم دیا جب دونوں سر دھوئے گئے۔ تو ابن زیاد نے دونوں کو اپنے سامنے منبر پر رکھا۔

اور اس ظالم سے کہا۔ تو ہلاک ہو جائے ان کمسنوں کو قتل کرتے ہوئے ترس تک نہ آیا۔

حارث نے جواب دیا۔ دشمن خود ہو یا اس کا کوئی کمسن بچہ ہو اس پر ترس

کسے آتا ہے ۔

ابن زیاد نے کہا ۔ تجھے معلوم نہیں ہے کہ میں نے یزید کو ان کے متعلق لکھا تھا۔ اگر یزید مجھ سے زندہ مانگ لے تو میں کہاں سے دوں گا

حارث لاجواب ہو کر چپ ہو گیا ۔

ابن زیاد نے کہا ۔

تو انہیں زندہ میرے پاس کیوں نہ لایا ۔ میں نے تو زندہ گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا ۔ سر لانے تجھے کس نے کہا تھا ؟

حارث نے کہا ۔ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں راستہ میں مجھ سے کوئی چھین نہ لے اور میں انعام سے محروم نہ رہ جاؤں ۔

ابن زیاد نے کہا ۔

انہیں اپنے گھر میں قید رکھتا مجھے اطلاع کر دیتا ۔ میں خود ہی ان کو اپنے پاس لانے کا انتظام کر لیتا ۔

ابن زیاد کے پاس مقاتل نامی شخص ابن زیاد کا ندیم بیٹھا تھا ۔ جو محب اہل بیت تھا ۔

ابن زیاد نے اس سے کہا ۔ اس نے میری حکم عدولی کی ہے میری اجازت کے بغیر اس نے انہیں قتل کیا ہے ۔ اسے لے جا جیسے تیرا جی چاہے اسے قتل کر دے اور مجھے اس کا سر لا کے دکھا ۔

مقاتل اٹھا ۔ اور کہنے لگا ۔ اے ابن زیاد اگر آج تو مجھے کائنات کی حکومت بھی دیتا تو میں اتنا خوش نہ ہوتا جتنا میں تیری اس عطا پر خوش ہوں ۔

مقاتل نے اس لعین کے دونوں ہاتھ پس پشت باندھے ۔ اسے سر و پا برہنہ کر کے کھینچ کر باہر لایا ۔ پہلے کوفہ کی گلیوں میں اسے پھرایا ۔ دونوں شہزادوں کے سر بھی اس کے پاس تھے ۔ لوگوں کو سر دکھا کر کہنے لگا ۔

لوگو اس سنگدل اور درندہ صفت کو دیکھو جو ان پھول جیسے کمسن اور بیگناہ بچوں کا قاتل ہے ۔

جو بھی سنتا اس کے منہ پر تھوک کر لعنت بھیجتا اور مقاتل کے ساتھ ہو لیتا ۔ دریائے فرات کے پہنچتے پہنچتے اچھا خاصا مجمع لگ گیا ۔ تمام نے وہاں آ کر دیکھا ۔ ایک طرف ایک عورت عالم غش میں سسک رہی ہے ۔ ایک طرف ایک غلام کا لاشہ پڑا ہے ۔ اور ایک طرف اس کے اپنے جوان بیٹے کا لاشہ پڑا ہے ۔ یہ دیکھ کر تو لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی ۔

حارث نے مقاتل سے کہا ۔ اگر تو مجھے چھوڑ دے تو میں کہیں روپوش ہو جاؤں اور تجھے دس ہزار دینار ابھی دیتا ہوں ۔ مقاتل نے کہا ۔ دیناروں کی قیمت تیری نگاہ میں ہو گی میں تو جنت کا خواستگار ہوں اور وہ مجھے تیرے دیناروں سے نہیں ملے گی تیرے قتل سے ملے گی ۔ تو یقین کر لے اگر آج پورے کرہ ارض کی حکومت تیرے ہاتھ میں ہوتی اور تو اپنی زندگی کے عوض مجھے دیتا تو بھی میں وہ ٹھکرا دیتا ۔

مقاتل نے پہلے اس کے ہاتھ کاٹے ۔ پھر پاؤں کاٹے ۔ پھر آنکھیں پھوڑیں ۔ پھر ناک کاٹی ۔ پھر کان کاٹے ۔ پھر پیٹ چیرا تمام کٹے ہوئے اعضاء اس میں ڈال کر ایک بڑا سا پتھر لے کر اس کے لاشہ سے باندھ کر دریا میں پھینکا ۔ دریا نے قبول نہ کیا ۔ کنارے پر پھینک دیا ۔ تین مرتبہ اسے دریا میں پھینکا لیکن ہر مرتبہ دریا نے کنارے پر پھینک دیا پھر گڑھا کھود کر زمین میں دفن کیا ۔ زمین نے بھی اگل دیا ۔

تین مرتبہ کوشش کی لیکن ہر مرتبہ زمین نے باہر اگل دیا۔

آخر میں لکڑیاں جمع کر کے اس کے نجس جسم کو جلا دیا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ شہزادوں کے سروں کو دریائے فرات کے حوالہ کیا جائے۔ جب سر سپرد دریا کیے گئے تو دریا سے دونوں بے سر لاشیں برآمد ہوئیں ہر سر اپنے جسم سے مل گیا۔ پھر دونوں شہزادوں نے ایک دوسرے کو گلے لگایا اور دریا میں غائب ہو گئے۔

چھٹی مجلس

شہادت شہزادگان جناب مسلمؑ

سابقہ روایت تو تھی جو صاحب ناسخ نے روایت کی ہے۔ دوسری روایت امالی شیخ صدوق کے مطابق اس طرح ہے۔

دونوں شہزادے محمد و ابراہیم یوم عاشور خیام کی آتشزدگی کے وقت صحرا کی طرف نکلے۔ پھر راستہ بھٹک گئے اور واپس اس جگہ نہ آسکے۔ کافی دنوں کے بعد کسی یزیدی کے ہاتھ آگئے وہ انہیں لے کر ابن زیاد کے پاس آیا۔ ابن زیاد نے زندان بان کو بلا کر کہا۔

دیکھ یہ دونوں فرزندان مسلم ہیں۔ انہیں قید تنہائی میں رکھنا۔ ایک دوسرے سے الگ ہوں۔ نہ تازہ اور شکم بھر کھانا دینا اور نہ ہی انہیں ٹھنڈا پانی دینا۔

دونوں شہزادے ایک برس تک قید تنہائی میں رہے۔ ایک دن جب یہ زندان بان جو کی خشک روٹی اور گرم پانی لے کر آیا تو بڑے شہزادے محمد نے کہا۔

بندہ خدا۔ آج میں ایک درخواست کرتا ہوں۔ اگر چاہے تو صرف میری بات سن لے اور اس کے عوض میں اور کچھ نہیں دے سکتا۔ میرے حصے کا پانی اور روٹی تو اپنے بچوں کیلیے رکھ لے۔

زندان بان نے کہا۔ بتا کیا بات ہے؟

شہزادے نے کہا۔ کیا تو محمدؐ کو پہچانتا ہے؟۔

اس نے کہا۔ میں جس کی نبوت کا کلمہ پڑھتا ہوں اسے کیسے نہیں پہچانتا وہ میرے آقا ہیں۔

شہزادے نے کہا۔ کیا تو علی مرتضیٰ کو بھی پہچانتا ہے۔

اس نے کہا۔ وہ تو میرے آقا و مولیٰ تھے۔

شہزادے نے کہا۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ ہم کون ہیں؟۔

اس نے کہا مجھے صرف اسی قدر معلوم ہے کہ تم دونوں ابن زیاد کے قیدی ہو۔

شہزادے نے کہا۔ ہمیں تیری قید میں ایک سال ہو گیا ہے۔ اتنی ہمت نہیں ہو سکی کہ ہم تجھے بتلاتے کہ ہم کون ہیں۔ آج میں تجھے بتا رہا ہوں کہ ہم کون ہیں۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد اگر تو اور کوئی مہربانی نہ کر سکے تو کم از کم اتنا کرنا کہ ہم دو بھائی ہیں اور دونوں کمسن ہیں۔ ہمارا کوئی نہیں رہا سب شہید ہو گئے ہیں اگر روزانہ نہیں تو کم از کم ہفتہ میں ہم دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے سے ملنے کی اجازت دے دیا کر۔ ہم کمسن اور مجبور تمہارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ تو بھی ہمارے ساتھ چند منٹ بیٹھ لیا کر۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھنے کے سوا اور کوئی بات نہیں کریں گے۔ اگر تیری اجازت ہو گی تو ایک دوسرے سے بول لیں گے ورنہ خاموشی

سے ایک دوسرے کو دیکھ لیں گے تو تو بہتر جانتا ہے کہ ایک سال ہو رہا ہے ہم دونوں کمسن بھائیوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تک نہیں۔ وہ میرا چھوٹا بھائی ہے اب تو ایک دوسرے کی صورتیں بھی دل سے مٹتی جا رہی ہیں۔

زندان بان نے پوچھا۔ پہلے بتاؤ تو سہی کہ تم کون ہو۔

شہزادہ نے کہا۔ ہم عترت رسول علی کے نواسے۔ حسنین کے بھانجے اور مسلم کے بیٹے ہیں۔

یہ سنکر زندان بان سکتہ میں آگیا۔ کافی دیر تک گم سم بیٹھا رہا۔ پھر جلدی سے اٹھا دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا۔ چھوٹے شہزادے کو بڑے کے پاس لایا۔ اور کہنے لگا جی بھر کے ایک دوسرے کو مل لو جو باتیں کرنا ہیں کر لو۔ جب دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو بھیا بھیا کر کے ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ کافی دیر تک دونوں شہزادے ایک دوسرے کو چومتے رہے اور زندان بان دونوں کے قدم چوم چوم کر معافی مانگتا رہا۔ جب دونوں شہزادے ایک دوسرے سے مل لیے۔

تو اس نے کہا۔ میرے آقا۔ جو کچھ ہوا ہے میری لاعلمی کی وجہ سے ہوا ہے مجھے معاف کر دو اب یہ در زندان کھلا ہے۔ کھانا کھا لو اور جس طرف جی چاہے چلے جاؤ۔

میں اپنی بھگتا لوں گا۔ لیکن اس کے بعد تمہیں زندان میں رکھنے سے میں موت کو بہتر سمجھتا ہوں۔

دونوں شہزادے اللہ کا نام لے کر اٹھے۔ یہ آگے آگے چلا۔ شہزادوں کو ایک جگہ آکر کھڑا کر کے کہا یہ راستہ ہے۔ اس سے زیادہ میں آپ کا ساتھ نہیں

دے سکتا۔

دونوں شہزادے چلے۔ راستہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کوفہ کی گلیوں میں بھٹکتے رہے جب تھک گئے تو ایک دروازہ پر آکر رک گئے۔ دق الباب کیا۔ اندر سے ایک بڑھیا نکلی۔

جب اس نے شہزادوں کی صورت دیکھی تو انگشت بدنداں ہو کر کہنے لگی۔ کس ماں کے جگر پارے ہو۔ کیوں پریشان صورتیں بنا رکھی ہیں؟ بخدا آج تک بہت خوشبوئیں سونگھی ہیں۔ لیکن جتنی عمدہ مہک تمہارے ان خاک آلود جسم سے آ رہی ہے کبھی ایسی خوشبو نہیں دیکھی۔

شہزادہ محمد نے اپنا تعارف کرایا اور بتایا کہ زندان سے نکلے ہیں۔ رات چھا گئی ہے۔ راستہ نہیں جانتے۔ سال کی قید اور سختیوں نے کمزور کر دیا ہے اگر آج رات اپنے گھر میں پناہ دے دے تو کل کسی وقت ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔

اس مستور نے کہا۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ میرا داماد حارث دشمن اہل بیت اور بڑا سنگدل ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آجائے اور تمہیں میرے گھر پاکر اذیت دے اور میں قیامت کے دن نبی کریم کا سامنا نہ کر سکوں۔

شہزادوں نے کہا۔ صرف ایک رات کی بات ہے کل ہم چلے جائیں گے۔ اگر اس دوران شہادت ہمارا مقدر ہے تو پھر آپ پر تو کوئی شکوہ نہیں ہوگا ہم اپنے نانا علی مرتضیٰ اور ماموں حسینؑ شہید سے آپ کی شفاعت ضرور کریں گے۔

یہ خوش نصیب دونوں شہزادوں کو اندر لے گئی۔ کھانا دیا۔ بستر بچھا دیتے دونوں شہزادے گلے مل کر سو گئے۔ کافی رات گزر چکی تھی کہ حارث نے آکر دق الباب کیا۔

بڑھیا نے پوچھا کون ہے؟

اس نے اپنا نام بتایا۔ بڑھیا نے کہا اس وقت ادھر کیا کر رہا ہے جا اپنے گھر جا کے سو جا۔ مجھے بھی آرام کرنے دے

اس نے کہا تو دروازہ تو کھول مجھے اندر آنے دے تجھے اپنی تکلیف بتاتا ہوں۔ بڑھیا نے کافی ٹالنے کی کوشش کی لیکن جب نہ ٹلا تو بڑھیا نے ناچار دروازہ کھولا، یہ اندر آیا۔ بڑھیا نے پوچھا بتا کیا بات ہے۔ اس نے بتایا کہ آج رات ابن زیاد کے زندان سے مسلم کے دونوں بچے نکل گئے ہیں۔ ابن زیاد نے اعلان کیا ہے کہ جو ایک بچہ گرفتار کرے گا اسے ایک ہزار درہم اور جو دونوں کو گرفتار کر لائے گا۔ اسے دو ہزار درہم انعام ملیں گے۔ میں اس لالچ میں اتنا دوڑا اور بھاگا کہ میرا گھوڑا تاب نہ لا کر گر گیا۔ میں پیدل چلتا رہا لیکن اب یہاں آگیا ہوں۔ اب تو میری یہ حالت ہے کہ ایک قدم بھی نہیں چلا جاتا۔ بھوک سے برا حال ہے۔ کچھ کھانے کو دے دے۔ صبح پھر تلاش میں چلا جاؤں گا۔

اس خوش بخت نے کہا۔ ظالم! اللہ تیرا خانہ خراب کرے ان بچوں سے تو کیا لیتا ہے۔ قیامت میں نبی الانبیاء کے سامنے جاتے ہوئے تجھے شرم تو نہیں آئے گی۔

حارث نے کہا۔ تو بڑھیا ہے تجھے کیا معلوم۔ جنت پتہ نہیں ہے بھی یا نہیں۔ یہاں تو دو ہزار نقد ہیں۔

بڑھیا نے کہا۔ او بدبختا۔ اس دنیا کو کیا کرے گا جس میں آخرت نہ ہو۔

حارث نے کہا۔ بڑی بی زبان بند رکھو۔ مجھے تو شک ہونے لگا ہے کہ کہیں تو نے انہیں پناہ نہ دے رکھی ہو۔ چل تجھے ابن زیاد بلاتا ہے۔

بڑھیا نے کہا۔ تیری زبان جل جائے اے دوزخی۔ تجھے اور تیرے امیر کو گہری گور میں تڑپوں۔ مجھ سے تیرا امیر کیا لیتا ہے۔ چل دفع ہو جا یہاں سے۔

حارث نے کہا۔ اچھا اچھا صبح کے لیے کچھ نصیحتیں بچا کر رکھ لے اب مجھے کچھ کھانے کو دے۔

بڑھیا نے ہزار ہزار بددعائیں دیں۔ کھانا لا کے سامنے رکھا اس نے کھانا کھایا پانی پیا اور سو رہا۔ نیند نہیں آ رہی تھی۔

اسے شک ہوا کہ اس کمرہ میں کوئی اور سانس لے رہا ہے۔ بڑھیا سے پوچھا اور کون سو رہا ہے۔

بڑھیا نے کہا اور کون ہو گا یہاں؟

یہاں کوئی نہیں ہے۔

مگر یہ مطمئن نہ ہوا۔ اندھیرے میں اٹھ کر کمرہ میں پھرنے لگا۔ اچانک اس کا پاؤں چھوٹے شہزادے کے پہلو پر جا لگا۔

اس نے جلدی سے بیٹھ کر شہزادے پر ہاتھ ڈالا۔

شہزادے نے پوچھا کون ہے؟

حارث نے کہا۔ میں تو گھر والا ہوں تو بتا تو کون ہے؟

شہزادے نے بڑے بھائی کو جگایا اور کہا۔ بھیا اب اٹھ جا جس بات کا

خطرہ تھا وہ سامنے آگئی ہے۔

اتنے میں اس نے تشدد کر کے دونوں شہزادوں کو کھڑا کر لیا تھا۔

شہزادوں نے کہا۔ اگر ہم تجھے بتا دیں کہ ہم کون ہیں تو کیا تو ہمیں امان دے گا؟۔

حارث نے کہا۔ ہاں تمہیں امان دوں گا۔

شہزادوں نے کہا۔ اللہ اور رسول کی امان اور اللہ اور رسول کی ضمانت ہے۔

حارث نے کہا۔ ہاں دونوں کی امان اور ضمانت ہے۔

شہزادوں نے کہا۔ کیا محمد ابن عبداللہ تیری اس بات کے گواہ ہیں۔

حارث نے کہا ہاں محمد ابن عبداللہ ہمارے گواہ ہیں۔

شہزادوں نے کہا۔ اللہ بھی تیری ان باتوں کا گواہ اور ضامن ہے۔

حارث نے کہا۔ ہاں ہاں جلدی بتاؤ۔

شہزادوں نے بتایا۔ پھر ہم تیرے نبی کی عترت علی مرتضیٰؑ کے نواسے اور مسلم ابن عقیل کے بیٹے ہیں۔

حارث نے کہا۔

من الموت هربتما والى الموت وقعتما۔	موت سے بھاگ کر موت کی آغوش میں آ گئے ہو۔
الحمد لله الذى اظفرنى بكما۔	اللہ کی حمد ہے کہ اس نے مجھے یہ سعادت نصیب کی۔

اس کے بعد اس ظالم نے دونوں شہزادوں کے ہاتھ پس گردن باندھ کر

ستون کے ساتھ کھڑا کر کے باندھ دیا۔ صبح تک دونوں شہزادے یونہی ستون کے ساتھ بے بس کھڑے رہے۔ صبح کو حارث نے اپنے سیاہ فام غلام کو بلا کر کہا۔ کہ ان دونوں کو دریائے فرات پر لے جا۔ سر میرے پاس لے آ اور لاشیں سپرد دریا کر دینا۔ جلدی آنا تاکہ میں انعام کے دو ہزار درہم لے سکوں۔

غلام دونوں کو لے کر چلا۔ راستہ میں بڑے شہزادہ نے کہا۔

اے غلام تیرا رنگ ہمارے نانا رسول کے موذن بلال سے کتنا مشابہ ہے ہم نے تیرا تو کچھ نہیں بگاڑا۔

غلام نے پوچھا شہزادے تم کون ہو؟

شہزادوں نے بتایا، ہم عترت نبویہ سے ہیں۔

غلام نے تلوار پھینک دی اور حارث سے کہا۔ میں قیامت کے دن رسول عالمین کو اپنا دشمن نہیں دیکھنا چاہتا۔

حارث نے کہا۔ تو میرا نافرمان بن رہا ہے۔

غلام نے کہا۔ آقا کی فرمانبرداری اسی وقت تک ہوتی ہے جب تک وہ خود اللہ کا مطیع رہے جب آقا اللہ کا مطیع نہ رہے تو پھر غلام معصیت خالق کے سلسلہ میں اطاعت آقا کا پابند نہیں رہتا۔

یہ کہہ کر اس نے دریائے فرات میں چھلانگ لگائی اور تیر کر دوسری طرف چلا گیا۔

حارث نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا بیٹے حلال و حرام جو کچھ کما رہا ہوں تیری خاطر ہے جا ان دونوں کو دریائے فرات کے کنارے لے جا قتل کر کے لاشیں سپرد دریا کر دینا اور سر لے کے آ تاکہ ابن زیاد سے انعام لے آؤں۔

لڑکا دونوں شہزادوں کو لے کر چلا۔ راستہ میں بڑے شہزادہ نے کہا۔ اے جوان اپنی جوانی پر ترس کر۔ آتش جہنم سے ڈر، ہمارے بے گناہ خون سے ہاتھ سرخ نہ کر۔

لڑکے نے پوچھا تم ہو کون اور تمہارا جرم کیا ہے۔ میرا باپ تمہیں کیوں قتل کرنا چاہتا ہے؟

شہزادوں نے کہا۔ جہاں تک ہمارے جرم اور تیرے باپ کے قتل کرنے کا تعلق ہے تو اس کا جواب وہی دے سکتا ہے کہ ہمارا جرم کیا ہے اور وہ ہمیں کیوں قتل کرنا چاہتا ہے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم کون ہیں تو ہم تجھے بتا دیں کہ ہم آل رسول سے ہیں اور مسلم کے بیٹے ہیں۔ اور ہمارا اسکے سوا اور جرم بھی کوئی نہیں ہے کہ ہم عترت رسول سے ہیں۔

یہ بات سنکر بیٹے نے بھی تلوار پھینک دی اور دریا میں چھلانگ لگا دی۔

حارث نے کہا۔ بیٹا تو بھی نافرمان بن رہا ہے۔

لڑکے نے کہا۔ تیری نافرمانی اس بات سے بہتر ہے کہ میں اللہ کا نافرمان بن جاؤں۔

حارث نے تلوار اٹھائی اور کہنے لگا۔ میرے خیال میں یہ کام میرے سوا کوئی بھی نہ کرے گا۔ دونوں شہزادوں کو کشاں کشاں فرات پہ لایا۔ تلوار میان سے نکالی۔

جب شہزادوں نے تلوار دیکھی تو دونوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور حارث سے کہا۔

ایسا کر۔ اگر تجھے رقم کی ہی ضرورت ہے تو نبی الانبیاء کو اپنا دشمن نہ بنا ہمیں بازار میں جا کر فروخت کر دے تجھے یقیناً دو ہزار درہم سے زیادہ ملیں گے اور تیری آخرت بھی بچ جائے گی۔

حارث نے جواب دیا۔ قیامت کا ڈر تو اسے ہوگا۔ جو قیامت پر یقین رکھتا ہو۔ مجھے قیامت کا ڈر نہیں ہے۔ جو رقم ابھی سے ملے گی اس کا اس رقم سے کیا مقابلہ جو تمہیں بیچ کر ملے گی۔

شہزادوں نے کہا۔ کیا تجھے قرابت رسول کا پاس بھی نہیں؟

حارث نے کہا۔ اگر ہم رسول کو مانتے تو پھر قرابت رسول کا پاس بھی ضرور کرتے۔

شہزادوں نے کہا۔ اگر تو رسول کو مانتا نہیں ہے تو پھر تو کلمہ کیوں پڑھتا ہے۔

حارث نے کہا۔ وہ تو ایک مجبوری ہے کہ ہم نے کلمہ پڑھ لیا ہے اگر تمہارے نانا علیؑ کی تلوار کا ڈر نہ ہوتا تو ہم کب کلمہ پڑھتے۔

شہزادوں نے کہا۔ اچھا ایسا کر ہمیں زندہ ابن زیاد کے پاس لے جا وہ جو چاہے فیصلہ کرے تو ہمیں قتل نہ کر۔

حارث نے کہا۔ جب ابن زیاد ہی تمہیں قتل کرے گا تو پھر یہ کام میں خود کیوں نہ کروں۔ ابن زیاد کا تقرب ہی تمہارے قتل میں ہے۔

شہزادوں نے کہا۔ کیا تجھے ہماری کمسنی پر بھی ترس نہیں آرہا؟

حارث نے کہا۔ اللہ نے میرے دل میں تمہارے لیے رحم پیدا ہی نہیں کیا۔

شہزادوں نے کہا۔ اگر تجھے قتل کرنا ہی ہے تو ہمیں دو رکعت نماز پڑھ لینے دے۔ کیونکہ ستون کے ساتھ بندھے جانے کی وجہ سے ہماری نماز قضا ہو گئی ہے۔

حارث نے کہا۔ اگر نماز تمہیں کوئی فائدہ دیتی ہے تو بے شک پڑھ لو۔

شہزادوں نے انہی بندھے ہاتھوں سے نماز پڑھی اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

یاحی یا علیم احکم بیننا و بینہ بالحق

اے حی و علیم اور احکم الحاکمین اللہ۔ ہمارے اور اس کے مابین حق کا فیصلہ فرمانا۔

حارث نے بڑے شہزادے کا پہلے سر جدا کر کے ایک طرف رکھا۔ لاشہ کو سپرد دریا کیا۔ اتنے میں کمسن ابراہیم نے اپنے بھائی کے سر سے بہنے والے خون کے سامنے دونوں ہاتھ پھیلا کر ہاتھوں پر لیا۔ اپنے اور چہرہ کو بھائی کے خون سے خضاب کر کے کہا۔

ھکذا القی رسول اللہ و انا مخضب بدم اخی۔

رسول خدا سے اس طرح ملاقات کروں گا کہ میں نے اپنے بھائی کے خون سے خضاب کیا ہوگا۔

پھر اس ظالم نے چھوٹے شہزادے پر تلوار سے وار کیا۔ سر جدا کر کے علیحدہ رکھا۔ لاشہ کو سپرد دریا کیا۔

دونوں سروں سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ تھیلے میں ڈالے اور ابن زیاد کے پاس لے گیا۔

دونوں سر تھیلے سے نکال کر اس نے ابن زیاد کے سامنے رکھ دیے۔

جب ابن زیاد نے دونوں کے حسین چہروں پر طمانچوں کے داغ دیکھے تو تین مرتبہ اٹھا اور بیٹھا پھر حارث سے پوچھا۔

یہ تجھے کہاں ملے تھے۔

حارث نے کہا۔ ہماری بڑھیا کے مہمان تھے۔

ابن زیاد نے کہا۔ کیا تو نے عرب کی مہمان نوازی کا خیال نہ کیا؟

حارث نے کہا۔ نہیں

ابن زیاد نے کہا۔ شہزادوں نے تجھے کیا کہا تھا؟

حارث نے کہا۔ ان دونوں نے مجھے کہا تھا کہ محمدؐ کو اپنا دشمن نہ بنا اور ہمیں قتل نہ کر۔ بازار میں فروخت کر دے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو نے کیا جواب دیا تھا۔

حارث نے کہا۔ میں نے ان سے کہا میں لوں گا تو رقم ہی لیکن تمہیں فروخت کر کے نہیں تمہیں قتل کر کے اپنے امیر سے دو ہزار درہم انعام لونگا

ابن زیاد نے پوچھا۔ انہوں نے پھر تجھے کیا کہا؟

حارث نے کہا۔ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ ہمیں قتل کرنے کی بجائے ہمیں زندہ ابن زیاد کے پاس لے جا وہ جو چاہے فیصلہ کرلے۔ تو ہمیں قتل نہ کر۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ تو نے کیا جواب دیا؟

حارث نے کہا۔ کہ میں نے انہیں بتایا کہ میں ابن زیاد کا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہوں اور وہ تمہارے قتل ہی سے حاصل ہوگا۔

ابن زیاد نے کہا۔ جب انہوں نے تجھے زندہ میرے پاس لانے کو کہا تھا تو پھر تو نے ان کی یہ بات کیوں نہ مانی۔ اگر زندہ لاتا تو میں تجھے دو کی بجائے چار ہزار درہم دیتا۔

حارث نے کہا۔ میری نظر میں آپ کا تقرب صرف انہیں قتل کر کے ان کے سر لانے سے تھا۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ انہوں نے پھر تجھے کیا کہا تھا؟

حارث نے کہا۔ انہوں نے مجھے قرابت رسول کا واسطہ دیا تھا۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ تو نے کیا جواب دیا تھا۔

حارث نے کہا۔ میں نے رسول کی قرابت سے انکار کر دیا تھا۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ انہوں نے پھر کیا کہا

حارث نے کہا۔ انہوں نے مجھے اپنی کم سنی پر رحم کھانے کی درخواست کی تھی۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ تو نے کیا جواب دیا تھا۔

حارث نے کہا۔ میں نے انہیں کہا تھا کہ تمہارے لیے میرے دل میں اللہ نے رحم پیدا ہی نہیں کیا۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ انہوں نے پھر کیا کہا۔

حارث نے کہا۔ پھر انہوں نے مجھ سے نماز صبح کے قضا پڑھنے کی اجازت مانگی۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ پھر تو نے کیا کہا۔

حارث نے کہا۔ میں نے کہا اگر نماز تمہیں فائدہ دیتی ہے تو پڑھ لو۔

ابن زیاد نے کہا۔ پھر انہوں نے کیا کہا۔

حارث نے کہا۔ پھر انہوں نے دو دو رکعت نماز پڑھی۔

ابن زیاد نے کہا۔ پھر انہوں نے کیا کیا۔

حارث نے کہا۔ پھر انہوں نے دعا مانگی، اے علیم و خبیر اور احکم الحاکمین ہمارے اور اس کے مابین بالحق فیصلہ فرما۔

ابن زیاد نے کہا۔ بس اللہ نے بچوں کی دعا قبول کر لی ہے۔ اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا۔ کوئی ہے جو اس ظالم کو اس کے کیفر کردار تک پہنچائے۔

ابن زیاد کی یہ پیشکش سنکر اہل دربار میں سے ایک شامی اٹھا اور اس نے کہا۔ اگر اجازت ہو تو میں اسے واصل جہنم کرنے پر تیار ہوں۔

ابن زیاد نے کہا۔ اسے ضرور لے جا۔ قتل وہیں کرنا جہاں اس نے ان دونوں معصوموں کو شہید کیا ہے۔ یہ خیال رکھنا کہ اس کا نجس خون ان کے بے گناہ خون سے نہ ملے اور سر جلدی لے کے آنا۔ وہ لے گیا۔ اسے واصل جہنم کر کے سر لایا۔

ابن زیاد نے سر کو نوک نیزہ پر نصب کر کے نیزہ کو گاڑھ دینے کا حکم دیا۔ جب سر گاڑھا گیا تو بچے پتھر مار مار کر کہتے تھے۔ دیکھو یہ ہے ذریت رسول کے بے گناہ بچوں کے درندہ قاتل کا سر۔

علامہ دربندی نے اسرار الشہادہ میں لکھا ہے کہ۔ جب وقت شب شہزادوں نے اس ظالم کو اپنا تعارف کرایا تو اس نے بڑے شہزادہ کے رخ انوار پر ایسا زور

سے طمانچہ مارا کہ شہزادہ زمین پر بوس ہو گیا۔ شہزادے کے دانت اکھڑ گئے۔ اور چہرہ لہولہان ہو گیا۔ پھر اس نے شہزادہ کے دونوں ہاتھ پس گردن باندھ کر ستون سے کھڑا کر کے اس زور سے باندھا کہ ہلنا میں مشکل ہو گیا۔ پھر چھوٹے ابراہیم کی طرف آیا اور اسے بڑے شہزادہ سے بھی زیادہ سنگین طمانچہ مارا شہزادہ کے منہ سے بے ساختہ۔ وا ماہ۔ وا محمداہ، وا ابتاہ نکلا۔ پھر اس ظالم نے تشدد کی انتہا کر دی۔ اس شہزادہ کے بھی ہاتھ پس گردن باندھ کر ستون کے ساتھ کھڑا کر کے باندھ دیا۔

علامہ دربندی نے اسرار الشہادہ میں روایت کی ہے کہ جب اس نے بڑے شہزادہ کی لاش سپرد کی تو وہ پانی میں غائب ہو گئی۔ جب کمسن ابراہیم کا لاشہ سپرد دریا کیا تو بڑے شہزادہ کا لاشہ پانی سے برآمد ہوا اور پانی کو چیر کر چھوٹے کے لاشہ سے آکر ملا دونوں نے ایک دوسرے کو اپنی باہوں میں لیا اور پانی میں غائب ہو گئے۔

فصل ۱۲

تاراجی خیام آلِ رسول

پہلی مجلس

عصر عاشور

سید نے اقبال میں لکھا ہے کہ یوم عاشور کا آخری حصہ آل محمد کے لیے انتہائی سنگین تھا۔ ایک طرف انصار، اعزاء اور اقارب کے بے گور و کفن لاشے سامنے بکھرے پڑے تھے۔ اور دوسری اعدائے دین ورسول خیام میں مصروف غارتگری تھے۔ اس وقت کے حالات لکھتے ہوئے قلم تھرتھرا جاتا ہے۔ دل ڈوب ڈوب کر ابھرتا ہے اور ابھرا بھر کر ڈوبتا ہے۔ پوروں سے اٹھنے لگتے ہیں۔ کہاں امن و سکون کی عزت مآب شہزادیاں اور کہاں یزیدیوں کی ستم جویانہ درندگی۔

ایک طرف حزن تھا، غم تھا، رنج تھا۔ دکھ تھے۔ مصائب تھے اور دوسری طرف ابن سعد اور ابن زیاد کا تقرب حاصل کرنے کی خاطر ظلم وستم اور جور و جفا کے نئے طریقے ایجاد کیے جا رہے تھے۔

نفس المہموم کے مطابق عصر عاشور کو کھڑے ہو کر نبیؐ کو، حضرت علیؑ۔ امام حسنؑ۔ اور دختر رسول کو سلام کر کے انہیں تعزیت کرو۔ تعزیت کے بعد بارگاہ خالق اور خدمت نبی و آئمہ میں اپنی کوتاہی پر معذرت کرو کہ حق عزاداری

ادا نہیں کر سکا تمام دن بالعموم اور عصرِ عاشور کو بالخصوص اس طرح ہونا چاہیے جیسے کوئی اپنا عزیز ترین آنکھوں کے سامنے پڑا تڑپ رہا ہو اور آپ اسے دفن تک کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں۔

مؤلف۔

سلام اور پرسہ دینے کے بعد تجدید حزن والم کرنا چاہیے۔ جتنے آنسو بہہ سکتے ہوں بے دریغ بہانا چاہییں۔ سینہ زنی کرنا چاہیے اور پسر مردہ عورت کی طرح دھاڑیں مار کر گریہ کر کے گریبان چاک کرنا چاہیے۔ اس وقت کا تصور کرنا چاہیے جب تین دن کی پیاسی بنات زہرا کے سامنے بھائیوں، بیٹوں اور عزیزوں کے لاشے تھے اور یزیدی مسلمانوں کی خیام پر لوٹ مار تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ مصائب ہیں جن کی برداشت سے پہاڑ عاجز ہیں۔ جن کے تذکرہ سے بچے بوڑھے ہو جاتے ہیں۔

یہی وہ شہزادیاں ہیں جن کے ملائکہ خادم تھے۔ صحابہ نوکر تھے۔ حمید ابن مسلم سے مروی ہے کہ جب فوج ملاعین خیام ذریت رسول کی طرف بڑھی تو میں نے فوج یزید کے ہمراہ مستورات میں سے بنی بکر ابن وائل کی ایک عورت کو دیکھا جو تلوار بدست آگے بڑھی خیام میں آئی اور بنی بکر کے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

یا آل بنی بکر ابن وائل	اے آل بنی بکر ابن وائل
اتسلب بنات رسول	تمہیں شرم نہیں آرہی کیا دیکھ
اللہ ۔	رہے ہو شہزادیاں لٹ
	رہی ہیں اور تم بے شرم بنے
	ہوئے کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہو۔

ابن نما کا بیان ہے کہ مجبور سادانیاں جب چادروں کے بغیر یا برہنہ چلتے ہوئے خیام سے باہر آئیں تو نبی اکرمؐ کو مخاطب کر کے جن مرثیہ جات سے بین کر رہی تھیں جگر پھٹ جاتے تھے اور کوئی شریف سننے کی تاب نہ لا سکتا تھا۔

بحار میں علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ فاطمہ بنت حسین سے مروی ہے کہ میں درِ خیمہ پر کھڑے ہو کر اپنے بابا اور بھائیوں کے بکھرے ہوئے پارہ پارہ بے کفن لاشے دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ اب امت نبی ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گی؟ کیا اموی سپاہی ہمیں قیدی بنائیں گے یا ان کے انتقام کی آگ بجھ چکی ہے۔ ابھی یہی سوچ ہی رہی تھی کہ میں نے گھڑ سواروں کے ایک دستہ خیام کی طرف بڑھتے دیکھا۔ جن کے ہاتھوں میں نیزے تھے۔ اور زبان پر ذریت رسول کے خلاف نازیبا کلمات تھے۔ میں جلدی سے پیچھے کو ہٹی۔ یہ دستہ خیام میں گھستا چلا آیا۔ میں خیمے بدلتی رہی تمام سادانیاں خیمے بدل رہی تھیں اور گھڑ سوار دستہ نیزہ بدست تعاقب میں تھا۔ کسی ظالم نے ہم سے چادر مانگی تک نہیں جو بھی قریب آجاتا نیزہ کی انی سے چادر اتار لیتا تھا۔ ہر بی بی نیزہ کی انیوں سے زخمی ہو گئی۔ کسی کا سر زخمی ہوا اور کسی کی پشت مبارک کے خون سے قمیص لال ہو گئی۔ تمام زہرا زادیاں۔ واجداہ، ہائے نانا وااماہ ہائے ماں۔ امامن مجیر بجیرنا۔ کوئی ایسا نہیں جو ہمیں چادریں ہی واپس لا دے۔ میری طرح ہر بی بی لرز رہی تھی۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا کسی کو کسی کا خیال نہیں تھا۔ کوئی بی بی اپنے سر کے بال ہاتھوں سے چھپاتی پھر رہی تھی اور کوئی بی بی خاک کربلا سر پر ڈال بالوں کا پردہ بنا رہی تھی۔ میں خیام بدلنے میں تمام بی بیوں کے آگے آگے تھی۔ میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو تمام بی بیاں سر برہنہ ہو چکی تھیں ایک میرے سر پر چادر تھی۔ کہ اتنے میں ایک ظالم نے میرے کندھے پر نیزہ مارا۔ میں

نے بے ساختہ وا محمداہ کہا۔ دوسری بار نیزہ کی انی سے میری چادر لے لی۔ میں غش کھا کر گر پڑی۔ مجھے جب افاقہ ہوا تو اس وقت میرا سر میری پھوپھی ام کلثوم زینب کی گود میں تھا اور فرما رہی تھیں

بیٹی ذرا اٹھو بہت دیر ہو گئی ہے۔ بچوں کو تلاش کریں خیام میں آگ لگی ہے۔ کمسن بچوں کو تلاش کرنا ہے میں نے آنکھیں بند کیے کیے عرض کیا پھوپھی اماں کیا کوئی کپڑے کی دھجی ہے جس سے میں اپنا سر ڈھانپ سکوں؟

پھوپھی نے جواب دیا۔ بیٹی ذرا آنکھیں کھول کے دیکھ۔ غمناک مشک اگر تیرے سر پر چادر نہیں تو تیری پھوپھی کا سر پر بھی تیری طرح بے چادر ہے۔ میں نے آنکھیں کھولیں پھوپھی کے پیچھے پیچھے چلنے لگی میں یہ دیکھ کر حیرت رہ گئی کہ پھوپھی کی پشت کی طرف سے تمام قمیص خون آلود تھی۔

دوسری مجلس

اموی مسلمان خیام اہلبیت میں

بحار کے مطابق اموی مسلمانوں کی فوج جب خیام آل نبی میں آئی تو ان کی قیادت شمر کر رہا تھا۔ شمر نے اعلان کیا کہ خیام میں چلے جاؤ اور جو جس کو ملے لوٹ لو۔ حکم ملتے ہی تمام سپاہی خیام پر ٹوٹ پڑے۔ بڑی بی بیوں نے تو دوڑتے ہوئے اپنے تمام زیورات اتار کر پھینک دیئے۔ البتہ کمسن بچیوں کے گوشوارے اور خلخال جس درندگی سے اموی مسلمانوں نے اتارے اس کا تصور تک کرنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کسی بچی کے کان سے گوشوارے اتارے نہیں گئے۔ بلکہ گوشوارے میں ہاتھ ڈال کر کھینچ لیے گئے۔ ہر بچی کے کان بھی زخمی ہو گئے۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ میں سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ میں نے تمام مستورات کو دیکھا خواہ کمسن بچیاں تھیں یا بڑی بی بیاں کسی مستور نے نہ تو پشت اقدس پر نیزے اور تازیانے برسانے پر شکوہ کیا نہ احتجاج اور نہ ہی زیور چھیننے پر

کوئی احتجاج کیا۔ البتہ جب سروں سے چادریں نیزوں کی انیوں سے آتاری گئیں تو ہر مستور نے چادر کو اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں میں نے دیکھا کہ کوئی چادر کسی سپاہی کے ہاتھ میں سالم نہیں آئی۔ ایک مرتبہ نیزہ سے آتارنے کی کوشش کی تو چادر کا ایک حصہ نیزہ کی انی کے ساتھ سپاہی کے ہاتھ میں آگیا اور دوسرا بی بی کے ہاتھ میں رہ گیا جس سے ان مستورات نے سر چھپا لئے ان ظالموں نے دوسری مرتبہ کوشش کی تو چادریں تقسیم ہو کر ان کے ہاتھوں میں آئیں حتیٰ کہ نہ بی بیوں کے پاس کچھ رہا اور نہ سپاہی کے ہاتھ قابل استعمال چادریں آئیں۔ جتنی بی بیاں بھی بوقت غارت گری زخمی ہوئیں میں سب کی سب چادروں کی قربانی دیتے دیتے زخمی ہوئیں کئی بی بیوں کے ہاتھوں سے خون فوارے کی مانند ابل رہا تھا۔

امالی شیخ صدوق کے مطابق جناب فاطمہ سے مروی ہے کہ ایک شخص میرے خلخال بھی اتار تا رہا اور روتا بھی رہا۔ میں نے کہا۔ ظالم اگر لوٹتا ہے تو روتا کیوں ہے؟

اس نے کہا۔ اپنی بدنصیبی پر رو رہا ہوں۔ دختر رسول کا زیور چھین رہا ہوں اگر روؤں نہیں تو کیا کروں۔

میں نے کہا۔ پھر کیوں لوٹ رہا ہے۔

اس نے کہا۔ لوٹ اس لیے رہا ہوں کہ اگر میں نے نہ لیے تو کوئی اور لے جائے گا۔

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ۔ شمر کی قیادت میں جو فوج آئی تھی اس نے خیام میں موجود تمام سامان لوٹ لیا۔ تمام مستورات کے سروں سے چادریں اتار لیں۔

ابھی تک بی بیاں اس غارتگری سے نہ سنبھلی تھیں کہ دوسرا دستہ عمر سعد لے کے آگیا۔ اس نے چیخ کر اموی سپاہیوں کو حکم دیا۔ کیا دیکھ رہے ہو خیام کو آگ لگا دو۔ جو بھی خیام میں ہیں ان تمام کو جلا دو۔

بنت زہرا فرماتی ہیں کہ جب فوج کا دوسرا دستہ آیا میں اس وقت جناب سجاد کے پاس کھڑی تھی۔ ایک نیلی آنکھوں والا شخص خیمہ میں داخل ہوا اس نے بیمار سجاد کو چمڑے کے فرش پر پڑے سوتے دیکھا۔ غصہ سے اس کا چہرہ لال سرخ ہو گیا چمڑے کے فرش کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کھینچا۔ بیمار سجاد خاک پر بحالت سجدہ آ گئے۔ میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ اللہ تیرے ہاتھ اور پاؤں قطع کرے۔ اور آتش جہنم سے پہلے آتش دنیا تجھے نصیب کرے۔

اس ظالم نے کہا۔ ہاں ہاں اور بددعا بھی کرلے۔ کیا رکھا ہے تمہاری ان بددعاؤں میں۔

اس وقت تو پتہ نہ چل سکا کہ یہ ظالم کون تھا۔ لیکن جب جناب مختار نے قاتلان حسینؑ کو گرفتار کیا اور خولی جب گرفتار ہو کر آیا تو جناب مختار نے پوچھا بتا تو نے کربلا میں عصر عاشور کیا کیا تھا۔

اس نے جواب دیا۔ میں نے بیمار سجاد کے نیچے سے فرش کھینچا تھا۔ بنت زہرا کے سر سے چادر آتاری تھی اور بی بی کے گوشوارے کھینچے تھے۔

مختار نے کہا۔ اس مخدرہ نے کیا کہا تھا۔

خولی نے کہا۔

اس نے مجھے بددعا دی تھی کہ اللہ تیرے ہاتھ اور پاؤں کاٹے اور آتش جہنم سے پہلے دنیا میں تجھے آگ نصیب کرے۔

مختار نے کہا۔ تو سن کر چپ ہو گیا تھا یا کچھ جواب دیا تھا؟

اس نے کہا اس وقت ہماری آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ہمیں کچھ نظر نہ آتا تھا۔ میں نے کہا تھا۔ کرے اور بھی بددعا کر لے۔ تمہاری بددعاؤں میں کیا رکھا ہے۔

مختار نے کہا۔ اور اب کیا کہتا ہے؟

خولی نے کہا۔ اب کہنے کو رہ کیا گیا ہے۔ نظر آ رہا ہے کہ اس مظلومہ کی دعا قبول ہو گئی ہے۔

مختار نے کہا۔ واقعاً اس بی بی کی دعا قبول ہو گئی ہے اور میں تجھے اس طرح ماروں گا جس طرح بی بی نے دعا کی تھی۔ چنانچہ جناب مختار نے پہلے اس کے پاؤں کاٹنے کا حکم دیا۔ پھر ہاتھ کٹوائے اور آخر میں زندہ کو کھولتے ہوئے تیل کے کڑھاو میں پھکوا دیا۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ خولی جب نرش چادر اور دختر زہراؑ کے گوشوارے لے چکا تو کسی نے کہا۔ اسے نہیں مارو گے یہ زندہ ہی رہ جائے گا۔ شمر نے خولی کو حکم دیا۔ جلدی کر اسے بھی قتل کر دے۔ خولی نے تلوار میان سے نکالی۔ میں دیکھکر حیران رہ گیا کہ دختر زہراؑ نے اپنے کو بیمار سجاد پر گرا دیا اور کہا۔ خبردار اسے مارنا ہے تو پہلے مجھے مار ڈالو۔

عمر سعد نے شمر سے کہا۔ اس بیمار کو مار کر کیا لوگے اسے چھوڑ دے۔

شمر نے کہا۔ امیر کا حکم ہے کہ اولاد حسینؑ میں سے ایک بچہ تک زندہ نہ چھوڑا جائے۔

عمر سعد نے کہا۔ کیا ابن زیاد کا یہ حکم بھی ہے کہ مستورات کو بھی قتل کر دو۔

شمر نے کہا۔ نہیں۔

عمر سعد نے کہا۔ تو دیکھ رہا ہے کہ دختر زہراؑ نے اپنے کو ڈھال بنا رکھا ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ علیؑ کی بیٹی ہے جو کہہ رہی ہے وہی ہوگا۔ سجاد کو مارنے سے قبل تجھے دختر رسول کو قتل کرنا ہوگا۔

یہ سنکر شمر خاموش ہو کر باہر چلا گیا۔

تیسری مجلس

دختر زہرا اور تحفظ امامت

لہوف میں ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ غارت گری کے بعد شمر اور ابن سعد کے حکم سے خیام کو نذر آتش کر دیا گیا۔ تمام مستورات سر و پا برہنہ وا محمداہ کے بین کرتی ہوئی خیام سے باہر آئیں۔

دختر زہرا نے جناب سجاد سے پوچھا اے گذشتگان کا آخری ترکہ۔ اے زندہ رہ جانے والوں کا بیمار سہارا۔ خیام میں آگ لگا دی گئی ہے اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

جناب سجاد نے فرمایا۔ علیکن بالخروج۔ پھوپھی اماں۔ خیام سے باہر چلی جائیے۔ یہ سنکر تمام مستورات خیام سے باہر آگئیں۔ لیکن دختر زہرا خیمہ سے باہر نہ آئی۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ دختر زہرا کبھی دائیں دیکھتی تھی۔ کبھی بائیں۔ کبھی سوئے آسمان دیکھتی تھی۔ کبھی درِ خیمہ پر آتی تھی اور خیمہ کے اندر چلی جاتی تھی۔ آگ خیمہ کے گرد بڑی تیزی سے پھیل رہی تھی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ نہ تو

آگ کی حدت کی وجہ سے بی بی خیمہ میں ٹھہر سکتی تھی۔ اور نہ ہی خیمہ سے باہر آنا چاہتی تھی۔

میں دوڑ کر گیا اور کہا۔

مستور۔ تو کیا دیکھ رہی ہے۔ آگ نے خیمہ کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے۔ تمام مستورات ٹیلہ کے دامن میں کھڑی تیری طرف دیکھ رہی ہیں۔ تو باہر کیوں نہیں آتی۔

بی بی نے کہا۔ بندہ خدا تجھے کیا معلوم۔ میرا بیمار خیمہ میں ہے۔ خیمہ جل رہا ہے۔ نہ وہ خود اٹھ سکتا ہے نہ میں اٹھا سکتی ہوں۔ نہ اسے جلتا دیکھ سکتی ہوں اور نہ خیمہ سے باہر آسکتی ہوں۔

ہر وہ شخص کہتا ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ اس مستور نے اپنی پشت پر ایک گٹھری سی اٹھائی ہوئی تھی اور بڑے کرب سے جلتی ہوئی آگ اور لپکتے ہوئے شعلوں سے خیمہ سے باہر آئی۔ میں دیکھ رہا تھا اس بی بی سے چلا تک نہیں جاتا تھا۔

مقتل ابن عربی میں ہے کہ عصر عاشور کو اہلبیت نبی کے دو بچے جو عبدالرحمن ابن عقیل ابن ابی طالب کے فرزند تھے۔

خوف۔ دہشت اور شدت پیاس سے فوت ہو گئے۔ جب خیام جل گئے۔ تمام مستورات ایک ٹیلے کی اوٹ میں آکر بے سہارا ہو کر بیٹھ گئیں۔ لیکن دختر زہرا نے بچوں کو شمار کرنا شروع کیا۔

جب بچے گنے تو سعد ابن عبدالرحمن ابن عقیل اور عقیل ابن عبدالرحمن ابن عقیل ابن ابی طالب نہ ملے۔ بی بی تنہا ان کی تلاش میں جانے لگی۔

جناب فضہ نے عرض کیا۔

بی بی اگر اجازت ہو تو میں بھی ساتھ چلوں۔ بی بی کی اجازت سے جناب فضہ بھی ساتھ چلیں۔ صحرائے کربلا میں ایک جگہ آکر دیکھا تو دونوں بچے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے اور ایک دوسرے کے لبوں پر خشک لب رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ بی بیوں نے پہلے تو جگانے کی کوشش کی۔

جب بچے نہ جاگے تو دونوں مستورات نے بیٹھ کر دونوں بچوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔

جب نبضیں خاموش دیکھیں تو سبب موت معلوم کرنے کے لیے جسم پر زخم کا نشان تلاش کرنے لگیں۔ جب زخم نہ ملا تو دونوں کے سینوں پر گھوڑوں کے سموں کے گڑھے نظر آ گئے۔

دونوں بی بیوں نے دونوں لاشوں کو اٹھایا۔ اور مقتل میں لاکر دیگر شہداء کے ساتھ سلادیا۔

عبدالوہاب شعرانی کی کتاب المنن میں ہے کہ جناب رقیہ بنت علیؑ زوجہ سفیر حسینؑ کی عاتکہ نامی سات سالہ کمسن بچی اس وقت گھوڑوں کے قدموں میں اپنے بابا سے جا ملی جب یہ شہزادی در خیمہ پر کھڑی اپنے بھائیوں کے بے سر لاشوں کو دیکھ دیکھ کر آنسو بہا رہی تھی۔ اور خوف و دہشت سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اموی مسلمانوں کا گھڑ سوار دستہ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتا ہوا خیام کی طرف آیا۔ یہ بچی اپنی جان نہ بچا سکی اور گھوڑوں کے سموں سے کچل کر رہ گئی۔

علامہ مجلسی نے بحار میں لکھا ہے کہ جناب مسلم کی بچی عاتکہ کے علاوہ اس یزیدی لشکر کے گھوڑوں کے سموں سے کچلی جانے والی دو بچیاں اور بھی ہیں جو امام حسنؑ کی بیٹیاں تھیں ایک کی عمر گیارہ برس اور دوسری کی تیرہ برس تھی۔ یہ ام شریک بنت مسعود انصاری زوجہ امام حسن کی بیٹیاں تھیں۔ یہ بی بی بھی میدانِ کربلا میں موجود تھی۔

ذہبی نے بھی تجرید میں اس طرح نقل کیا ہے۔

❁ ❁ ❁

چوتھی مجلس

آلِ محمد کی بسوئے کوفہ تیاری

لہوف میں ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ عمر سعد نے گیارہ کا دن پورا اور بارہ کا دن زوال آفتاب تک کربلا میں گزارا۔ اور بارہ محرم کو کربلا سے بسوئے کوفہ مع سرہائے شہداء اور اسیران دختران زہراؑ کے عازم کوفہ ہوا۔

اسرار الشہادۃ میں علامہ دربندی نے نقل کیا ہے کہ عمر سعد نے تمام زہرا زادیوں کو بے پالان کے اونٹوں پر سوار کرنے کا حکم دیا۔ اونٹ لائے گئے۔ ہر طرف سے اموی مسلمان اکٹھے ہوگئے۔

دختر زہرا نے عمر سعد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

سود الله وجهك يا بن سعد في الدنيا والآخرة تامر هولاء القوم ان يركبونا ونحن ودائع رسول الله فقل لهم

اے فرزند سعد اللہ تجھے دنیا اور آخرت میں روسیاہ رکھے۔ کیا تو ان بدمعاشوں کو کہہ رہا ہے کہ ہمیں بے پالان کے اونٹوں پر سوار

يتباعدون عنا يركب بعضنا بعضاً۔

کرائیں۔ تجھے نہیں معلوم کہ ہم رسول عالمین کی امانتیں ہیں۔ انہیں کہہ دے یہ ہٹ جائیں ہم ایک دوسرے کو خود سوار کرالیں گے۔

عمر سعد نے یزیدی مسلمانوں کو دور ہو جانے کو کہا۔ اس کے بعد دختر زہرا نے ایک ایک بی بی کو اونٹ پر سوار کیا۔ جب تمام مستورات سوار ہو گئیں تو جناب فضہ۔ جناب سجاد اور دختر زہرا بچ رہے۔ بی بی نے جناب فضہ کو بصد منت سوار کرایا۔ اب بی بی نے دائیں بائیں دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔ جناب سجاد سے فرمایا۔ بیٹے آئیں تمہیں میں سوار کراؤں۔ جناب سجاد نے عرض کیا۔ نہیں پھوپھی جان۔ مجھے تو ان میں سے کوئی بھی سوار کرادے گا آپ کو میں سوار کراؤں گا۔ جناب سجاد لرزتے لرزتے اونٹ کے قریب آئے۔ تھرتھراتے ہوئے گھٹنا جھکایا اور عرض کی پھوپھی جان میرے گھٹنے پر قدم رکھ کر سوار ہو جاؤ۔ بیماری۔ ہاتھوں میں رسیاں پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق کی وجہ سے برداشت نہ کر سکے۔ تین مرتبہ کوشش کی لیکن سوار نہ کرا سکے۔ شمر یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ گھوڑا دوڑا کر قریب آیا اور جناب سجاد کی پشت اقدس پر تازیانوں کی بارش کر دی۔

جناب فضہ نے اپنے کو اونٹ سے گرا دیا۔ جلدی سے قریب آئیں اپنا گھٹنا جھکا کر دختر زہرا کو اونٹ پر سوار ہونے میں مدد دی۔ پھر خود جیسے تیسے اونٹ پر سوار ہوئیں۔

جناب سجاد کو ان اشقیا نے اونٹ پر بٹھایا تو بے پالان کے اونٹ

پر آپ سنبھل نہ سکے۔ عمر سعد کو بتایا گیا کہ فرزند حسینؑ بیماری رسیوں۔ بیڑیوں اور طوق کی وجہ سے اونٹ پر نہیں بیٹھ سکتا۔

اس ظالم نے حکم دیا کہ سجاد کے گلے میں رسی لمبی کر کے اونٹ کے گلے سے باندھ دو اور دونوں پاؤں میں رسی ڈال کر اونٹ کے پیٹ سے باندھ دو۔

اس انداز میں یہ قافلہ یہاں سے کربلا سے سوئے کوفہ چلا۔

۞ ۞ ۞

پانچویں مجلس

سر ہائے شہدائے کی تقسیم

لہوف کے مطابق سر نواسہ رسولؐ تو عمر سعد نے یوم عاشور ہی ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیجا تھا۔ سر لانے والے خولی اور حمید ابن مسلم ازدی تھے۔ دیگر سروں کو جمع کر کے دھونے کا حکم دیا۔ اور قیس ابن اشعث۔ شمر اور عمرو ابن حجاج کے ہاتھ ان سروں کو دوسرے دن کوفہ بھیجا۔

بحار کے مطابق محمد ابن ابو طالب سے مروی ہے کہ آل رسول کے سروں کی تعداد اٹھتر تھی۔ جنگ میں شریک قبائل میں بانٹے تھے کیونکہ ہر قبیلہ ابن زیاد کی نظروں میں تقرب چاہتا تھا۔

چنانچہ۔

بنی کندہ تیرہ سر لائے۔ انکا سالار قیس ابن اشعث تھا۔

بنی ہوازن کے حصہ میں ایک روایت کے مطابق بارہ سر اور ایک روایت کے مطابق بیس سر آئے۔ ان کا سالار شمر تھا۔

بنی تمیم کے حصہ میں ایک روایت کے مطابق سترہ اور دوسری روایت کے

مطابق انیس سر آئے۔

بنی اسد کے حصّے میں سولہ سر آئے۔

بنی مذحج کو سات سر ملے اور

دیگر تمام شرکائے جنگ کو تیرہ سر ملے۔

تمام مخدرات عصمت اور بنات رسول اسیر کر کے پابند رسن لائی گئیں۔

طبری کی روایت کے مطابق جب خولی سر سید الشہداء لایا تو چونکہ وقت کافی گزر چکا تھا اس لیے دار الامارہ کے دروازے بند تھے۔ چنانچہ یہ سر کو لے کر اپنے گھر آگیا۔ اس کی دو بیویاں تھیں ایک بنی اسد سے اور ایک حضرمی تھی۔ اس کا نام نورانیہ تھا۔

مالک ابن عقرب کی بیٹی تھی۔ از روئے تقسیم یہ رات نورانیہ کے حصّہ میں تھی۔ اس نے سر کو صحن میں ایک طشت کے نیچے رکھ دیا۔ اور نورانیہ کے پاس آیا۔

نورانیہ نے پوچھا کیسے گزری اور کیا کوئی نئی بات ہے؟

خولی نے کہا۔ ہاں سونا ہی سونا لایا ہوں۔ وہ دیکھ سر حسینؑ تیرے گھر میں رکھا ہے۔

نورانیہ نے کہا۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے لوگ تو سونا اور چاندی لائے ہیں اور تو دختر رسول کے بیٹے کا سر لایا ہے؟

میری بات سن لے آج کے بعد تو اور میں ایک چھت کے نیچے نہیں رہیں گے۔

نورانیہ کہتی ہے کہ خولی سے یہ بات کرنے کے بعد میں کمرہ سے باہر آگئی۔ خولی نے اسدیہ کو اپنے کمرہ میں بلا لیا۔ انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔ میں باہر بیٹھی رہی۔

بخدا میں نیند میں نہیں بیدار ہی بیٹھی تھی۔ میں دیکھ رہی تھی کہ طشت کے نیچے سے نور کی ایک کرن نکل کر سوئے آسمان جا رہی تھی۔ کچھ سفید رنگ پرندے اترتے اور بلند ہوتے دیکھے۔ صبح کو خولی سر سید الشہداء ابن زیاد کے پاس لے گیا۔

تبر المناب کے مطابق سر فرزند رسول لانے والا خولی نہیں شمر تھا۔ اس نے سر ایک تھیلے میں ڈال رکھا تھا جب گھر گیا تو تھیلا زمین پر رکھ کر اوپر طشت اوندھا کر کے رکھ دیا۔ زوجہ شمر جو صالحات سے تھی رات کے کسی وقت کمرہ سے باہر نکلی دیکھا تو طشت کے نیچے سے نور کی ایک کرن مسلسل نکل کر سوئے آسمان جا رہی ہے۔ طشت کے قریب آئی۔ طشت کے نیچے آہستہ آہستہ رونے کی آواز آرہی تھی۔ دوڑ کر شمر کے پاس آئی اسے سب کچھ بتا کر پوچھا کہ طشت کے نیچے کیا ہے؟

اس ظالم نے جواب دیا۔ ایک باغی کا سر ہے۔ جسے یزید کے پاس لے جانا ہے وہ انعام میں بہت کچھ دے گا۔

اس نیک بخت نے پوچھا۔

وہ باغی کون تھا؟

اس شقی نے کہا۔ حسینؑ ابن علیؑ تھا۔

اس کی بے ساختہ چیخ نکل گئی اور غش کھا کر گر گئی۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو شمر سے کہا۔

اے مجوسیوں سے بدتر انسان! کیا تجھے نہ خوف خدا آیا۔ نہ رسولؐ و علیؑ سے حیا آئی تو فرزند رسول کو ذبح کر کے اسے باغی بتایا ہے۔ یہ کہہ کر باہر آئی۔ بہتی آنکھوں سے سر کو زیر طشت سے اٹھایا۔ بوسے لیے۔ جھولی میں رکھا اپنے

محلہ کی عورتوں کو بلایا کہ او میرے ساتھ لخت دل زہرا کا ماتم کریں۔ کافی دیر تک شمر کے گھر مستورات ماتم کر کر کے قاتل شبیر پر لعنت کرتی رہیں۔ جب تمام مستورات واپس اپنے اپنے گھروں کو چلی گئیں تو اسے بھی نیند نے آلیا۔ عالم خواب میں دیکھا کہ گھر کی دیوار پھٹ گئی ہے۔ پورے گھر میں روشنی بکھر گئی ہے۔ ایک بادل آیا اس سے دو مستورات اتریں ان میں ایک نے آگے بڑھ کر سر شبیر اس کی جھولی سے اٹھا لیا۔ اس نے ایک کنیز سے پوچھا یہ دونوں کون ہیں؟ اس نے بتایا ایک ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ اور دوسری دختر رسول ہے۔ ان کے بعد کچھ مرد آئے ان کے درمیان ماہتاب نما ایک انسان تھا۔ اس نے ان کے متعلق پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ درمیان میں سرور انبیاء ان کے دائیں جناب حمزہ بائیں جعفر اور دیگر صحابہ ہیں۔ تمام کی آنکھیں بہہ رہی تھیں۔ انہوں نے سر اس مستور سے لیا۔ باری باری ہر ایک نے سر کا بوسہ لیا۔ پھر وہ دونوں مستورات میرے پاس آئیں اور مجھ سے کہا۔

تو نے اپنے گھر میں ہمارے پارہ جگر کا احترام کیا ہے۔ ہمیں پرسہ دینے کی خاطر ماتم حسین کیا ہے۔ جو مانگنا ہے مانگ لے۔ ہم تیری ممنون ہیں اور تیرے احسان کا بدلہ چکانا چاہتی ہیں۔ اگر تو ہمارے ساتھ جنت میں رہنا چاہتی ہے تو اٹھ کر غسل کر لے ہم جنت میں تیری منتظر ہیں۔

میں خواب سے بیدار ہوئی۔ ماتم کرنا شروع کیا۔ میرا ماتم سنکر محلہ کی دو ایک عورتیں پھر آگئیں میں نے انہیں اپنا خواب سنایا وہ بھی میرے ساتھ پھر شریک ماتم ہو گئیں۔ اتنے میں صبح نمودار ہوئی۔ میں شمر کے پاس آئی۔ سر شبیر کو میں نے سینہ سے لگا رکھا تھا۔ شمر نے اس مخدرہ سے سر مانگا۔ اس نے

دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔

یاعدو اللہ طلقنی	اے دشمن خدا مجھے ابھی ابھی
انک یھودی۔	طلاق دے دے تو تو یہودی
	ہے۔

شمر نے اسے طلاق دے دی۔ اور سر مانگا۔ اس نے کہا۔ اب تیرا اور میرا کیا واسطہ۔ اب تجھے یہ سر کیسے دے سکتی ہوں شمر نے بڑی کوشش کی لیکن اس نیک بخت نے سر نہ دیا۔ بالآخر شمر نے تلوار اٹھائی اسے شہید کیا۔

٭ ٭ ٭

فصل ۱۳

اس فصل میں پندرہ مجالس ہیں

پہلی مجلس

اسیران آل محمد کی کوفہ میں آمد

سرکار علامہ دربندی نے اسرار الشہادہ میں روایت کی ہے کہ چونکہ کربلا سے چلتے چلتے دن ڈھل گیا اور کربلا سے کوفہ کافی سفر تھا۔ اونٹوں کی رفتار تھی اس لیے اسی دن کوفہ میں داخل نہ ہو سکے۔ بیرون کوفہ قیام کیا گیا۔ اموی مسلمان نے اپنے لیے خیمے لگا لیے۔ لیکن آل محمد کے قیدیوں کو زیر آسمان رات گزارنے کی خاطر ایک گرم ٹیلے پر بٹھا دیا گیا۔

چونکہ اطلاع پہلے پہنچ چکی تھی۔ اس لیے ان ملاعین کا کھانا اور پانی آگیا یہ سب کھانا کھاتے رہے لیکن کسی نے اسیران آل محمد کو نہ دیا۔ کربلا کے پیاسے بچے بیرون کوفہ بھی پیاس سے بلکتے رہے۔

کبریت احمر میں ہے کہ جس دن اسیران آل محمد کو کوفہ میں آنا تھا ابن زیاد نے منادی کرادی کہ کوئی کوفہ کا باسی آج گھر سے باہر نہ نکلے۔ کوفہ میں لانے کی ترتیب کچھ اس طرح تھی۔

سروں کو اسیروں کے اونٹوں کے درمیان رکھا گیا تھا۔ تمام کوفہ میں تشہیر

کرائی گئی۔ کوفہ کی کوئی ایسی گلی اور کوچہ نہ بچا جس میں آل محمد کے اس لٹے ہوئے قافلہ کو نہ پھرایا گیا ہو۔ تمام لوگوں نے عید کے لباس پہن رکھے تھے۔ ہر گھر میں خوشی ہو رہی تھی۔

شرح قصیدہ میں ہے کہ امام حسینؑ کا سر انتہائی بلند نیزے پر سوار کیا گیا تھا نیزہ بردار عمر سعد کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ سر سے نور کی ایک کرن پھوٹ پھوٹ کر آسمان تک جا رہی تھی۔ دن کی روشنی میں بھی سر سے نکلنے والی نور کی کرن صاف دکھائی دیتی تھی۔

مقتل ابو مخنف میں ہے روای کہتا ہے کہ ۶۱ھ کے صبح سے فارغ ہو کر میں کوفہ میں آیا۔ تمام کوفہ میں عید کا سا سماں تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آج امت مسلمہ میں کونسی عید ہے۔ کچھ لوگ تھے جو رو رہے تھے اور اکثریت فرط مسرت سے جھوم رہی تھی۔

البتہ کوفہ کی عورتوں میں سے مجھے خال خال عورت ایسی نظر آئی جس نے لباس عید پہن رکھا ہو۔ ورنہ تمام عورتیں سیاہ لباس پہنے ہوئے کھلے سر چھتوں پر سوار ہائے نبی ہائے علی کہہ کے ماتم کر رہی تھیں۔

میں ایک بوڑھے آدمی کے قریب آیا اور اس سے اس ملی جلی خوشی اور غمی کا سبب پوچھا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ مجھے علیحدہ لے گیا۔ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ اور کہا۔

آج ہماری کیا عید ہے۔ آج ہماری بد بختی کی انتہا کا دن ہے۔ جو خوشی کر رہے ہیں۔ یہ بنی امیہ کے ہی خواہ ہیں اور جو رو رہے ہیں یہ نبی اکرم کے جانثار ہیں۔ پرسوں میدان کربلا میں اموی حکمران نے اپنے مقتولین بدر کے قرض

اولاد نبی سے چکائے ہیں۔ فرزند رسول حسینؑ اور اس کے تمام کنبے کو تین دن کا بھوکا اور پیاسا شہید کر دیا ہے۔

آج دختران زہرا کو اسیر کر کے ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا جا رہا ہے ابھی اس کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ ڈھول پٹنے۔ باجے بجنے اور نعروں کی آواز بلند ہوئی۔ علم لہراتے ہوئے سامنے آئے۔ سر حسینؑ نوک نیزہ پر سوار تھا۔ نور کی کرنیں پھوٹ کر آسمان تک جا رہی تھیں۔ علی بن حسینؑ بے پالان کے اونٹ پر سوار تھا۔ ہاتھ میں گردن بندھے ہوئے۔ گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور دونوں پاؤں اونٹ کی پشت سے بندھے تھے۔ اس کے بعد اونٹ آئے اور ہر اونٹ پر ایک مستور سر برہنہ ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے سوار تھی۔ بالوں سے پردے بنائے ہوئے تھیں۔ ہر دیکھنے والی آنکھ اشکبار ہو گئی۔ اتنے میں ایک آواز آئی۔

یا اھل الکوفۃ غضوا	اے اہل کوفہ آنکھیں بند کر لو
ابصارکم عنا اما	کیا تمہیں اللہ اور رسول سے
تستحون من اللہ	حیا نہیں آ رہی کہ بنات
ورسولہ ان تنظروا	رسول سر برہنہ ہیں اور تم
الی حرم رسول اللہ	آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ
وھن حواسر۔	رہے ہو۔

عجیب اثر تھا اس آواز میں۔ میں نے دیکھا کہ اس کے بعد کسی میں اتنی ہمت ہی نہ تھی کہ کوئی سر اٹھا کر اونٹوں کی طرف دیکھتا۔ اس قافلہ کو باب بنی خزیمہ پر رک جانے کا حکم ملا۔ اور قافلہ رک گیا۔

قاسم ابن اصبغ مجاشعی کہتا ہے کہ اس اسیروں کے قافلہ کے آگے آگے ایک شہسوار تھا جس کے گھوڑے کے گلے میں ایک سر لٹک رہا تھا۔ گھوڑے کے ہر قدم کے ساتھ سر کبھی گھوڑے کے دائیں گھٹنے سے اور کبھی بائیں ٹانگ سے ٹکرا رہا تھا۔ جب گھوڑا گردن جھکاتا تھا تو سر زمین بوس ہو جاتا تھا۔

میں نے ایک سپاہی سے پوچھا یہ گھوڑے کے گلے میں کس کا سر ہے ؟

اس نے جواب دیا۔ عباس ابن علیؑ کا سر ہے۔

لہوف میں ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ جب اسیران آل محمد کو بازار کوفہ میں تشہیر کرایا جا رہا تھا۔ ایک مکان کی چھت سے ام حبیبہ نامی ایک عورت نے پوچھا۔

من ای الاساری	اے بی بیو تم کہاں کے
انتن۔	قیدی ہو؟

بی بیوں نے جواب دیا۔ من اساری آل محمد ہم آل محمد سے قیدی ہیں۔

ام حبیبہ چھت سے اتری۔ گھر سے چادریں اکٹھی کیں۔ چھت پر آئی تمام بی بیوں کو چادریں تقسیم کیں۔ کسی میں چادر لینے کی طاقت نہ تھی کیونکہ ہاتھ پس گردن بندھے تھے۔ ام حبیبہ نے ہر ایک کے سر پر چادر ڈالی لیکن کچھ ہی دیر میں ابن سعد کے حکم سے تمام چادریں نیزوں سے اتار لی گئیں۔

علامہ مجلسی نے بحار میں نقل کیا ہے کہ مسلم جصاص کہتا ہے مجھے دارالامارۃ کی سفیدی کا حکم ملا ہوا تھا۔ میں سفیدی میں مصروف تھا کہ یکایک ڈھول اور باجے کی آواز آئی۔ میں نے کام ختم کیا۔ ہاتھ منہ دھویا اور ایک چوک پر آ کر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد چالیس اونٹ آئے جن پر پالان نہیں تھے۔ ہر اونٹ

ہر ایک رسن بستہ مستور سوار تھی۔ علیؑ ابن حسینؑ ایک اونٹ پر سوار تھے پاؤں اونٹ کے پیٹ سے بندھے ہوئے تھے۔ آپ کی پشت اور پاؤں سے خون بہہ رہا تھا چھتوں سے مستورات نے بھوکے بچوں کو کھجوریں بطور صدقہ دیں۔ دختر علی ام کلثوم زینب نے مستورات کو بتایا۔

اے کوفی عورتو! شاید تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہم آل محمد ہیں اور صدقہ ہم پر حرام ہے۔ پھر بی بی نے بچوں سے فرمایا۔ یہ کھجوریں پھینک دو۔

ؓ ؓ ؓ

دوسری مجلس

خطبہ دختر زہرا

لہوف میں ابن طاؤس نے بشیر ابن خزیم اسدی سے روایت کی ہے کہ بازار کوفہ میں دیگر تماشائیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ بے پالان کے اونٹ آئے۔ ایک اونٹ پر ایک مستور سوار تھی جس نے بالوں سے پردہ بنا رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ پس گردن بندھے تھے۔ میں نے اس مستور جیسا باہمت اور فصیح و بلیغ نہیں دیکھا جب اس نے خطبہ دیا تو ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے خطیب منبر سلونی خطبہ دے رہے ہوں۔

اس مستور نے صرف اتنا کہا۔

اسکتوا یا اہل الکوفہ۔ اے کوفیو! خاموش ہو جاؤ۔ میں نے دیکھا اس آواز کو گونجتے ہی لرزتی ہوئی سانس رک گئی۔ حتیٰ کہ اونٹوں کے گلے میں گھنٹیوں تک کی صدا رک گئی اس مستور نے کہا۔ اللہ کی حمد ہے۔ اور میرے باپ محمد پر درود و سلام ہو۔

اما بعد۔

اے اہل کوفہ! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اے مکر و فریب کے پتلے ہوئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ

تمہارے یہ بہتے آنسو کبھی نہ رکیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمہارا گریہ کبھی بند نہ ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمہاری مثال اس عورت جیسی ہے جس نے سوت کاتنے کے بعد اپنے کاتے ہوئے کو ریزہ ریزہ کر دیا ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم نے بھی ایمان کی قسمیں کھائیں اور پھر اسے غارت کر دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب کون نہیں جانتا کہ تمہارے ایمان کی بنیاد ہی مکر و فریب تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ کونسی بری خصلت ہے جو تم میں نہ ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خود ثنائی تمہارا شیوہ اور تکبر و خوشامد تمہارا طرہ امتیاز ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمہیں مزبلہ کی سبزی سے بھی تشبیہ دی جا سکتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ تم کسی قبر پر پڑی ہوئی چاندی ہو جو صرف دولت کی نمائش کے لیے ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ذرا سوچو تمہارے پاس آخرت کے لیے کیا رہ گیا ہے؟

قیامت کے لیے تم نے کیا کر لیا ہے؟۔

اللہ کا غضب نازل ہوا اور تم دائمی عذاب میں مبتلا ہو گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمیں ذبح بھی تو تم نے کیا ہے اور اب ٹسوے بھی بہلتے ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بخدا تمہیں رونا چاہیئے تم سے زیادہ رونے کا سزاوار کون ہے جتنا رو سکتے ہو روؤ اور کم از کم ہنسو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم نے دائمی لعنت اور نہ مٹنے والی عار حاصل کی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب جس قدر بھی دھو دو گے یہ عار و لعنت اور زیادہ چمکے گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دنیا میں کوئی پانی ایسا نہیں جس سے اس داغ کو دھو سکو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بھلا خاتم الانبیاء کے پارہ جگر، معدن رسالت سید شباب اہل الجنۃ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شریفوں کی جائے پناہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نزول مصائب کے وقت سایہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ کی طرف سے نصب کردہ مینار ہدایت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور قحط سالی میں اپنے بخت کو قتل کرنے کے بعد تم کیسے اس لعنت سے پیچھا چھڑا سکتے ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یقین رکھو تم نے بہت بڑا

بوجھ اٹھایا ہے۔۔۔۔۔ اف ہو تم پر۔۔۔۔۔ تف ہو تمہارے کردار پر۔۔۔۔ ہر کوشش رائیگاں گئی۔۔۔۔۔ ہر ہاتھ رسوا ہو گیا۔۔۔۔۔ تمہاری تجارت گھاٹے میں رہی۔۔۔۔ غضب خدا خرید لیا۔۔۔۔۔ دائمی ذلت اور رسوائی مول لی۔۔۔ اے اہل کوفہ! رسوا ہو جاؤ۔۔۔۔ بھلا جانتے ہو۔ رسول عالمین کے کس جگر پارہ کو تم نے پامال کیا؟۔۔۔۔ کس خون کو تم نے صحرائے کربلا میں بکھیرا؟ کن مخدرات کے سروں سے چادریں چھین کر انہیں رسن بستہ کر کے تشہیر کیا؟ کیا تم اس بات پر حیران ہو کہ آسمان سے خون برسا ہے؟ حالانکہ قیامت کا عذاب، تو اس سے کہیں زیادہ رسوا کن ہو گا۔۔۔۔۔ البتہ آج تمہیں نظر نہیں آ رہا۔۔۔۔ اللہ کی طرف سے دی گئی اس مہلت کو حقیر نہ سمجھو۔۔۔۔۔ اسے کوئی جلدی بازی نہیں۔۔۔۔ اور نہ ہی کسی کا بدلہ ختم ہو گا۔۔۔۔۔ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔

بشیر کہتا ہے۔ بخدا مجھے تمام کوفہ لرزتا ہوا نظر آتا تھا۔ ہر شخص سراسیمہ تھا۔ ہر شخص کف افسوس مل رہا تھا۔ میں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جس کے آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی۔ اور کہہ رہا تھا۔

میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ بخدا تمہارے بوڑھے بوڑھوں کا تمہارے جوان جوانوں کا۔ تمہاری عورتیں عورتوں کا اور تمہاری نسل نسلوں کا فخر ہے۔ نہ تو کوئی تمہیں رسوا کر سکتا ہے اور نہ کوئی تمہارا نشان مٹا سکتا ہے۔

قافلہ اس مقام سے آگے بڑھا تو ام کلثوم صغریٰ نے ایک دوسرے چوک پر خطبہ دیا۔ حمد ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا۔

اے اہل کوفہ! ذلیل رہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟۔۔۔۔ تم نے نواسہ رسول کو پیاسہ شہید کیا اس کے خیام لوٹ لیے۔۔۔۔۔ رسول زادیوں کو رسن بستہ کیا۔۔۔۔ لعنت

ہو تم پر۔۔۔۔ کیا جانتے بھی ہو کہ کتنا بڑا ظلم کیا ہے؟ تم نے کتنا بڑا بوجھ اٹھایا ہے؟۔۔۔۔ کتنے مقدس خون بہائے ہیں؟۔۔۔۔ دختر زہرا کو قید کیا ہے؟ کن بچیوں کے گوشوارے لیے ہیں؟۔۔۔ کن کا مال لوٹا ہے۔۔۔۔ بعد از نبی بہترین مردوں کے خون سے تم نے ہاتھ رنگ لیے ہیں۔۔۔۔ تمہارے دلوں سے شرافت دھندلا گئی ہے۔۔۔۔۔ یقین رکھو بالآخر حزب خدا کامیاب ہو گا اور گروہ شیطان رسوا ہو گا۔

بشیر کہتا ہے میں دیکھ رہا تھا۔ لوگ بے ساختہ دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ عورتوں نے اپنی چادریں اتار پھینکیں بال نوچنے لگیں۔ سروں میں مٹی ڈالی۔ منہ پر طمانچے مارے۔ مرد اپنے منہ پر طمانچے مار مار کر داڑھیاں نوچنے لگے

☆ ☆ ☆

☆ ☆

☆

تیسری مجلس

خطبہ جناب فاطمہ بنت حسینؑ

لہوف میں زید ابن موسیٰ نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ جب اسیران آل محمد کا لٹا ہوا قافلہ بازار کوفہ میں آیا تو ایک مستور نے خطبہ دیا۔

ذرات ریگ صحرا اور پہاڑوں میں موجود کنکریوں کی تعداد کے مطابق حمد خدا ہے...... تحت الثریٰ سے عرش علیٰ تک کے وزن کے برابر حمد باری ہے۔ میں حمد خدا ایسی حالت میں کر رہی ہوں کہ اس پر کماحقہ ایمان رکھتی ہوں۔ ...... وہی میرا سہارا ہے...؟...... میں گواہی دیتی ہوں وحدہ لاشریک اللہ کے سوا میرا کوئی معبود نہیں......... میں گواہی دیتی ہوں محمد عبد خدا اور رسول خدا ہیں...... تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ اولاد نبی کس جرم اور کسی قصاص کے بغیر دریائے فرات کے کنارے پیاسی ذبح کی گئی ہے......... اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتی ہوں کہ تجھ سے کوئی غلط بات منسوب کروں۔ یا کوئی ایسی بات کروں جو تو نے قرآن میں نازل نہ کی ہو...... تو نے جو وعدے وصی مصطفیٰ علی ابن ابی طالب کے لیے لئے ہیں...... وہ علیؑ جس سے اس کا حق

چھین لیا گیا...... وہ علی جو اپنی اولاد کی مانند بے گناہ خانہ خدا میں شہید کیا گیا ہے...... حالانکہ تیرے اس گھر میں ایسے لوگ رہتے تھے جن کی زبانیں مسلمان تھیں...... ان سرداروں پر تف ہو جنہوں نے نہ تو اس کی زندگی میں اس سے ظلم کو روکا اور نہ ہی بعد از شہادت اس پر ہونے والے مظالم کا دفاع کیا...... حتیٰ کہ تو نے اسے ایسی حالت میں اپنے پاس بلا لیا کہ اس کا نفس پاکیزہ...... اور اس کا انجام اچھا تھا...... اس کے فضائل فضائے عالم میں معروف تھے...... اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ علیؑ کو تیرے سلسلہ میں کبھی کسی لومہ لائم نے باز نہیں رکھا...... اور نہ ہی اس نے تیرے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کو درخور اعتنا سمجھا...... وہ علیؑ جس نے بچپنے میں اعلان اسلام کیا...... عالم شباب ہی میں اللہ نے اس کے مناقب گنوائے...... ہمیشہ اللہ اور رسول کی طرف بلاتا رہا...... حتیٰ کہ اللہ نے اسے اپنے دربار میں بلایا...... تادم آخر وہ دولت سے کنارہ کش رہا...... اسے کبھی دنیاوی حرص و آز نے مغلوب نہیں کیا...... ہمیشہ اس کی فکر آخرت میں رہی...... راہ خدا میں ہمیشہ غازی رہا...... اللہ اس سے راضی تھا...... اس لیے اللہ نے اسے اپنی ولایت کے منصب جلیل کیلئے منتخب کیا تھا...... اور اللہ نے اسے صراط مستقیم بتایا تھا۔

امابعد!

اے اہل کوفہ!...... اے اہل مکر!...... اے فریب کارو!... اے دھوکے بازو!...... اے بحر تکبر میں غوطے کھانے والو!...... ہم تمہارے نبی کے اہلبیت ہیں... اللہ نے تمہارے ذریعہ ہمیں مبتلائے امتحان کیا ہے

ہے۔ . . . . اور اللہ نے تمہارے ایمان کو ہمارے ذریعہ آزمایا ہے . .
. . . . . . اللہ نے ہماری آزمائش کو عمدہ قرار دیا . . . . ہمیں اپنے علم کا ظرف بنایا . . . . ہمیں اپنی فراست سے نوازا . . . . ہم علم الٰہی کا ظرف ہیں . . . . ہم ادراک خالق خزینہ ہیں . . . . ہم حکمت پروردگار کا گنجینہ ہیں . . . . ہم مخلوق خدا کے لیے ارض خدا پر اللہ کی طرف سے حجت ہیں . . . . اللہ نے ہمیں اپنی کرامات سے نوازا ہے . . . . . اللہ نے اپنی تمام مخلوق سے ہمیں ممتاز فرما کر نبوت محمدیہ جیسی نعمت سے مخصوص کیا . . . . تم نے ہمیں جھٹلایا . . . . تم نے ہمارا کفر کیا . . . . ہمارے ساتھ جنگ کو تم نے حلال سمجھا . . . . تم نے ہمارے خیام اس طرح لوٹے جیسے ہم ترک و کابل کے باسی ہوں . . . . کل تم نے ہمارے جد امجد کو شہید کیا . . . . تمہاری تلوار سے آج بھی ہم اہل بیت کا خون ٹپک رہا ہے . . . . اور یہ سب کچھ نتیجہ ہے تمہارے دلوں میں ہی ان پرانے کینوں کا جو تم شکست بدر کے وقت سے چھپائے ہوئے تھے . . . . آج تمہاری آنکھیں ٹھنڈی اور دل مسرور ہیں . . . . مگر تم سوچ نہیں رہے کہ یہ احکام خدا کی تکذیب اور تمہاری فریب کا نتیجہ ہے . . . . لیکن یاد رکھو اللہ تم سے بہترین مدبر ہے . . . . یہ مت سمجھ لینا کہ تم نے ہمارے خون بہائے ہضم ہو جائیں گے . . . . یا تم نے جو ہمارے خیام لوٹے ہیں تم بآسانی کھا لو گے . . . . ہمیں جو کچھ مصائب تمہارے ہاتھوں جھیلنا پڑے ہیں ہم سے اللہ سے کیا گیا وعدہ تھا . . . . جو کچھ تمہارے ہاتھ آیا ہے اس پر بغلیں نہ بجاؤ . . . . اللہ کسی بھی فخر کرنے

والے متکبر کو پسند نہیں کرتا . . . . اب تباہی تمہارا مقدر ہو چکی ہے . . . . اس دن کا انتظار کرو جب لعنت اور عذاب تم پر آئیں گے . . . . بلکہ اگر میری نظر بصیرت سے دیکھو تو لعنت و عذاب تم پر آ چکے ہیں . . . . میں دیکھ رہی ہوں رب السماء کی طرف سے تم پر سزاؤں کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے . . . . عذاب الٰہی کی چکی تمہیں پیس رہی ہے . . . . . اللہ تمہیں ایک دوسرے کے ہاتھوں مبتلائے عذاب کر رہا ہے . . . . اس عذاب دنیا کے بعد تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کے دائمی عذاب میں پھینکے جا رہے ہو . . . . اللہ ظالمین پر لعنت کرے . . . . تباہ ہو جاؤ بھلا سوچا بھی ہے کن ہاتھوں سے تم نے ہمارے گلے پر خنجر رکھا ہے ؟ . . . . کبھی فکر بھی کی ہے کہ کس بے حیائی سے تم نے ہمارے ساتھ جنگ کی ہے ؟ . . . . کبھی غور بھی کیا ہے کہ ہماری طرف بغاوت کر کے تم کن قدموں سے چلے ہو ؟۔

بخدا تمہارے ضمیر مر چکے ہیں . . . . تمہارے جگر پتھر بن گئے ہیں . . . . تمہارے دلوں پر مہریں لگ چکی ہیں . . . . تمہارے کان سیل ہو چکے ہیں . . . . تمہاری آنکھیں بے نور ہو گئی ہیں . . . . شیطان نے تم پر تبصرہ کر رکھا ہے . . . . ابلیس نے تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے . . . . تم کبھی ہدایت حاصل نہ کر سکو گے . . . . ہلاک ہو جاؤ۔

اے کوفیو!

بھلا کچھ بتاؤ تو کہ تم نے رسول خدا سے کس بات کا انتقام لیا ہے ؟ . . . . . . نبی کونین نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔

جس کے عوض تم نے میرے دادا اور برادر رسول علی ابن ابی طالب سے عداوت کی ہے؟۔ اس کے بعد فرزند رسول کو تہ تیغ کر کے آج اپنے اجتماعات میں فخر کرتے ہو کہ........ ہم نے علیؑ اور اولاد علیؑ کو ہندی تلواروں سے قتل کیا ہے؟ رسول اکرمؐ سے تم نے کس بات کا بدلہ لیا ہے کہ آج سر بازار فخر سے کہتے پھرتے ہو کہ ہم نے رسول زادیوں کو رسن بستہ کیا ہے؟ .... آج قاتل خوشی سے پھولے نہیں سماتے .... ہمیں اسیر بنانے والے ہمارے سامنے انعام مانگ رہے ہیں .... کیا ان لوگوں کے قتل پر عید منا رہے ہو جنہیں اللہ نے طیب و طاہر بنا کر تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا ہے؟

اے یزید و زیاد!

خوش ہو لو جس طرح تمہارے باپ خوش ہوتے تھے .... ہر شخص وہی کاٹے گا جو بوئے گا .... کیا تم اللہ کی عطا پر حسد کرتے ہو جو اللہ نے ہمیں دی ہے؟

بھلا اس میں ہمارا کیا قصور ہے کہ ہمارے بحور علم و شرف ہمیشہ موجزن ہی رہے اور آیندہ بھی رہیں گے......... لیکن تمہارے شرافت کے چشمے جس طرح پہلے خشک تھے اسی طرح آئندہ بھی خشک رہیں گے .... ہماری دعوت کبھی پوشیدہ نہ رہے گی .... اور تمہارا نام گالی بنا رہے گا۔

یہ اللہ کی نوازش ہے جسے چاہے نوازے اللہ صاحب فضل عظیم ہے۔ .... جسے اللہ نور سے محروم رکھے وہ بھی ہمیشہ بے بصیرت رہتا ہے.......

راوی کہتا ہے جناب فاطمہ کے اس خطبہ کے بعد تو یہ عالم تھا کہ بچے تڑپ تڑپ کر گلیوں میں روتے تھے۔ پورے کوفہ کے در و دیوار لرزنے لگے۔ بڑے بوڑھوں نے دھاڑیں مار ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔

اے طیب و طاہر آباء کی طاہرہ بیٹی اس سے زیادہ ہمارے دل برداشت نہ کرسکیں گے۔ ہمارے جگر کباب ہو گئے ہیں۔

❁ ❁ ❁

❁ ❁

❁

چوتھی مجلس

بازار کوفہ میں خطبہ جناب سجادؑ

لہوف میں ابن طاؤس نے نقل کیا ہے کہ۔ جب جناب فاطمہ بنت حسینؑ نے خطبہ دیا تو قافلہ کو آگے بڑھنے کا حکم ملا۔ اگلے چوک پھر تماشہ کے لیے قافلہ کو روکا گیا۔ جناب سید الشہداء کے مظلوم اور بیمار فرزند جس کے ہاتھوں میں رسیاں گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ بے پالان کے اونٹ پر بٹھا کر باندھے گئے تھے نے۔ خطبہ دیا۔

امابعد!

اے لوگو! جو لوگ مجھے پہچانتے ہیں سو پہچانتے ہیں۔ اور جو مجھے نہیں پہچانتے تو سنو میں اپنا تعارف کرا رہا ہوں اور بتا رہا ہوں کہ میں کون ہوں۔۔ ۔۔۔ میں علیؑ ابن حسینؑ ابن علی ابن ابوطالب ہوں۔۔۔۔۔۔ میں وہ مظلوم ہوں جس کی مستورات کو سفر میں لوٹ لیا گیا ہے۔۔۔۔۔ میں وہ بے کس ہوں جس کے خیام کو نذر آتش کر دیا گیا۔۔۔۔۔۔۔۔ میں وہ غریب ہوں جس کا مال غارت کر دیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ میں وہ تنہا ہوں جس کی ماؤں، بہنوں پھوپھوں

اور مستورات کو میرے سامنے رسن بستہ کیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ میں وہ یتیم ہوں جس کے باپ کو کسی جرم وانتقام کے بغیر دریائے فرات کے کنارے تین دن کا بھوکا اور پیاسا شہید کیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ میں اس مظلوم کا بیٹا ہوں جس نے زیر خنجر بھی دامن صبر ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔۔۔۔۔۔ مجھے اس پر فخر ہے اور میرے فخر کے لیے تاقیامت یہی کافی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ اے لوگو! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں۔۔۔ ۔۔۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہی نے میرے بابا کو کوفہ آنے کی خاطر خطوط لکھے تھے۔۔۔ ۔۔۔ پھر تم نے ہی اس کو دھوکا دیا۔۔۔۔۔۔ تم جانتے ہو ناں؟ کہ تم نے میرے بابا سے وفا کے وعدے کیے تھے اور میرے بابا سے بیعت کی تھی پھر تم ہی نے اس سے جنگ کی ہے۔۔۔۔۔۔ لعنت ہو تمہارے اس عمل پر جو تم نے آخرت کے لیے کیا ہے۔۔۔۔۔۔ اور تف ہو تمہاری اس فکر پر جس کے نتیجہ میں تم نے فرزند رسول کو پیاسا ذبح کیا ہے۔۔۔۔۔۔ بھلا کن آنکھوں سے اس وقت نبی کونین کا سامنا کرو گے جب وہ تم سے فرمائیں گے کہ۔۔۔۔۔۔ تم میری اولاد کے قاتل ہو۔۔۔۔۔۔ اور میرے ناموس کو رسن بستہ کرنے والے ہو تم میری امت نہیں ہو۔۔۔۔۔

اردگرد کھڑے ہوئے تمام لوگوں نے رو کر عرض کیا۔

اے فرزند رسول، ہمیں افسوس ہے ہم اپنے کو ملامت کر رہے ہیں۔ آپ ہمیں اب حکم دیں، ہم ہر اس سے جنگ کرنے کو تیار ہیں جو آپ سے جنگ کرے۔

آپ نے فرمایا۔۔۔۔۔ خبردار پھر مجھے کبھی ایسا نہ کہنا۔۔۔۔۔۔ میرے بابا میرے چچا۔۔۔۔۔۔ اور میرے دادا کے ساتھ بھی تو تم نے ایسے وعدے کیے تھے۔۔۔ ۔۔۔۔ کیا اب میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔۔ ابھی تک تو میرے دل سے دادا

کی شہادت کے زخم مندمل نہیں ہوئے تھے کہ تم نے میرے چچا سے جو سلوک کیا۔ زخم بڑھ گئے........ پھر وہ زخم تا حال مندمل نہ ہوئے کہ کل میدان کربلا میں تم لوگوں نے جو کیا اس سے تم بے خبر نہیں ہو....... ابھی تک تمہارے کل کے کردار کے اثرات موجود ہیں اور میں رسول زادیوں کے ساتھ رسن بستہ تمہارے سامنے ہوں...... اب کوئی دوسری کربلا نہیں بنے گی...... اس میں شک نہیں کہ میرے بابا اور بھائی کا غم میرے لیے ناقابل فراموش ہے لیکن میرے دادا یقیناً میرے بابا سے افضل اور اعلیٰ تھے۔

پانچویں مجلس

اسیران آل محمد دربار ابن زیاد میں

بطور تمہید چند الفاظ پیش کرتا ہوں۔ از روئے تاریخ اسلام آٹھ افراد زہد میں معروف ہیں۔

۱۔ ربیع ابن خثیم

۲۔ ہرم ابن حیتان

۳۔ ادریس قرنی

۴۔ عامر ابن عبد قیس

۵۔ ابو مسلم الخولانی

۶۔ مسروق ابن اجدع

۷۔ حسن بصری

۸۔ اسود ابن برید

بعض مورخین نے اسود کی جگہ جریر ابن عبداللہ بجلی کا نام لیا ہے۔ ان آٹھ میں سے پہلے چار حضرت علیؑ کے صحابہ سے تھے اور دوسرے چار اصحاب معاویہ

سے تھے۔

ابومسلم خولانی لوگوں کو حضرت علی کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے والوں میں سے سرفہرست تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ معاویہ نے اسے بطور قاصد حضرت علیؑ کے پاس بھیجا تھا۔

اس نے حضرت علیؑ سے کہا۔

مدینہ کے جملہ مہاجرین وانصار ہمارے حوالہ کردے تاکہ قتل عثمان کے عوض ہم انہیں قتل کردیں۔

حضرت علی نے فرمایا۔ اولاً تو اسلام میں ایک مقتول کے عوض ایک ہی کو قتل کیا جاتا ہے۔ ایک عثمان کے عوض تم کیسے تمام مہاجرین اور انصار کو قتل کرتے ہو؟۔

ثانیاً۔ جن لوگوں نے ابوبکر و عمر و عثمان کی خلافت کا اعلان کیا تھا انہی لوگوں نے میری خلافت کا اعلان کرکے میری بیعت کی ہے۔ لہذا پہلے تم لوگ میری بیعت کرو۔ مجھے اپنا امام تسلیم کرو۔ اس کے بعد قاتلین عثمان کی بات کرو۔

ثالثاً۔ تمہیں کسی کو قتل کرنے کا حق نہیں ہے۔ وارثین عثمان موجود ہیں جب وہ قتل عثمان کا دعویٰ کریں گے اور جس کے خلاف کریں گے اسی کے مطابق حق و انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا۔

حضرت علی کے یہ جواب سنکر ابومسلم خولانی نے کہا۔ اب علی سے جنگ جائز ہے۔

ربیع ابن خیثم کا مزار آج بھی امام رضا کے مشہد سے قریب ہے زیارتگاہ

خواص و عام ہے اور خواجہ ربیع کے نام سے معروف ہے۔

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ ربیع نے بیس برس تک کسی سے بات نہیں کی تھی۔ جب اس نے امام حسینؑ کی خبر شہادت سنی تو صرف اسی قدر کہا۔

واقعاً ان لوگوں نے یہ کام کردیا ہے۔

پھر کہا۔

بارالہا تو ہی عالم الغیب والشہادہ ہے تو ہی انصاف سے فیصلہ فرمانا۔ ایک مرتبہ قاتلین امام حسینؑ میں سے ایک شیخ خواجہ ربیع کے پاس آیا تو اس نے اسے کہا۔ بخدا تم نے اللہ کے مصطفیٰ کو شہید کیا ہے۔ اگر رسول خدا موجود ہوتے تو یقیناً سر حسین کو چومتے۔

اس کے بعد اس نے پھر کبھی کسی سے کوئی بات نہیں کی۔

جب اسیران آل محمد کا قافلہ ابن زیاد کے روبرو پیش کیا گیا اور امام حسین سر سامنے رکھا گیا تو اس نے سر کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اور بوسہ گاہ نبوی پر چھڑی مارنے لگا۔

لہوف کے مطابق ابن زیاد دارالامارہ میں بیٹھا دربار میں آنے کی خاطر اذن دیا۔ اس کے بعد اسیران ذریت رسول کو دربار میں طلب کیا۔ سر امام حسینؑ ایک طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا۔

صواعق محرقہ میں ابن حجر نے لکھا کہ جب سر فرزند رسول ابن زیاد کو پیش کیا گیا اس وقت یہ گھر کے اندر تھا۔ گھر کی تمام دیواروں سے خون ٹپکنے لگا۔ یہ دیکھ کر دوست و دشمن تمام بے ساختہ رونے لگے حتیٰ کہ ابن زیاد سے اس کی ماں مرجانہ نے کہا۔

اے خبیث تو نے فرزند رسول کو بے گناہ شہید کیا ہے کبھی جنت کی بو
تک نہ سونگھ سکے گا۔

حبیب السیر میں ہے کہ جب طشت میں سر فرزند رسول ابن زیاد کو پیش
کیا گیا تو اس نے سر کو اپنے ہاتھ میں لیا اور حیرت سے سر کی تازگی اور شادابی
کو دیکھنے لگا۔

جب اس نے قتل سے تیسرے روز سر فرزند رسول سے تازہ تازہ خون
ٹپکتے دیکھا تو حیران ہو گیا۔ اسی حیرت میں تھا کہ ایک قطرہ خون اس کی ران
پر گرا۔ قبا۔ قمیص اور سلوار سے پار ہو کر جب گوشت تک پہنچا تو وہاں ایک
زخم ہو گیا۔ تادم آخر اس نے بہت علاج کیا لیکن اس زخم سے عفونت میں
اضافہ ہوتا رہا۔

آخر کار یہ اپنی اس عفونت کو چھپانے کی خاطر اپنے پاس مشک رکھنے پر
مجبور ہو گیا تھا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب ابن زیاد نے جناب مسلم اور ہانی کو شہید
کر کے ان کے سر یزید کے پاس بھیجے تھے۔ تو یزید نے جواب میں ابن زیاد کا
شکریہ ادا کرنے کے ساتھ لکھا تھا کہ۔

میں نے سنا ہے حسینؑ ابن فاطمہ عراق کی طرف آ رہا ہے۔ تمام راستے
بند کر دے۔ حسینؑ کو اور ہر اس شخص جس کے متعلق حسین کا ساتھ دینے کا معمولی
سا گمان تک بھی ہو تجھے قتل کرنے یا قید کرنے کا اختیار ہے۔ اس حکم کے بعد
ابن زیاد نے دیگر شیعیان کوفہ کے ساتھ جناب مختار کو بھی زندان میں ڈال
دیا تھا۔

اسیران آل محمد کے دربار میں آنے پر اسے زندان سے باہر لایا گیا۔ ابن زیاد جناب
مختار کا مذاق اڑانے لگا۔

جناب مختار نے فرمایا۔ بہتر ہے اب مذاق کرنا چھوڑ دے میرا آقا آنے
والا ہے میں آزاد ہو جاؤں گا اور تجھ سے تیرے اس مذاق کا بدلہ لے لوں گا۔

ابن زیاد نے ہنسکر کہا۔ تیرا کونسا آقا تجھے چھڑائے گا۔

جناب مختار نے کہا۔ میرا مولا حسین اب عنقریب پہنچنے والا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ ذرا اس طشت میں دیکھ۔ تیرا مولا حسینؑ تو کافی دیر
سے آیا ہوا ہے تو نہیں پہچان رہا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تیرا آقا تجھے کس طرح
چھڑاتا ہے۔

جناب مختار کے سامنے طشت لایا گیا اور اوپر سے رومال ہٹایا گیا۔ جب
جناب مختار نے سر نواسہ رسول دیکھا تو بے ساختہ وامحمدہ کہا۔

شیخ مفید نے لکھا ہے کہ جب فرزند رسول کا سر ابن زیاد کے پیش کیا گیا
تو اس نے سر کو ہاتھوں میں اٹھا کر سر سے مذاق کرنا شروع کیا۔ سر کی طرف
دیکھتا بھی تھا اور ہنستا بھی تھا۔ حسین ابھی تک تو جوان تھا۔ جلد بوڑھا ہو گیا
ہے تیری داڑھی سفید ہو گئی ہے۔ تیرے لب بڑے حسین تھے۔ اس کے ہاتھوں
میں ایک چھڑی تھی۔ اور مسلسل دندان مبارک پر لگاتا رہا۔

نفس المہموم میں ہے کہ یہ فاسق کبھی چھڑی امام مقتول کی ناک پر۔ کبھی آنکھوں
میں کبھی منہ میں اور کبھی دندان مبارک پر مار کر ہنستا تھا۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ابن زیاد کو چھڑی سے
امام حسین کے دندان مبارک کی بے ادبی کرتے دیکھا ہے۔

امالی شیخ صدوق میں ہے کہ۔ یہ خبیث چھڑی سے بے ادبی کرتے ہوئے
کہتا تھا۔

حسین یوم عاشور یوم بدر کا بدلہ ہے۔

ابن زیاد کے ایک پہلو میں صحابی رسول زید ابن ارقم بیٹھا ہوا تھا۔ جو انتہائی
سن رسیدہ تھا۔ جب اس نے ابن زیاد کو چھڑی سے دندان مبارک کی بے ادبی
کرتے دیکھا تو کہا۔

اے ابن زیاد۔ ان دانتوں سے چھڑی پرے ہٹالے۔ میں نے اپنی ان آنکھوں
سے بے شمار مرتبہ نبی کونین کو ان دانتوں کے طویل بوسے لیتے دیکھا ہے۔ یہ
کہہ کر زید رونے لگا۔

ابن زیاد نے کہا۔ اللہ تجھے اور زیادہ رلائے۔ اگر تو بوڑھا نہ ہوتا اور
تیری عقل ٹھکانے ہوتی تو میں اسی دربار میں تیرے قتل کا حکم دے دیتا۔

زید اسی وقت اٹھا اور اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے بدنصیبو!۔

تم نے ایک غلام کو اپنا حکمران بنا کر اس کی غلامی میں فرزند رسول کو
شہید کیا ہے۔ اب کبھی عزت کا منہ نہ دیکھو گے۔ ہمیشہ غلامی کی زندگی گزارو گے۔
یہ تمہارے شرفا کو قتل کرے گا اور تمہارے لفنگوں کو اپنا غلام بنائے گا۔

پھر ابن زیاد سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے ابن زیاد ایک دن آنحضور نے اسی حسینؑ کے لب چوم کر بارگاہ
خالق میں عرض کیا تھا۔ بارالہا میرے بعد میرا حسینؑ تیرے پاس میری امانت
ہو گا۔

ظالم تو نے امانت رسول سے کیا سلوک کیا۔

انس ابن مالک کہتا ہے کہ جب سر فرزند رسول ابن زیاد کے پاس لایا گیا
تو میں اس کے پاس موجود تھا۔ میں نے دیکھا وہ چھڑی سے دندان مبارک کی بے ادبی
کرنے لگا اور کہنے لگا۔

بخدا حسین کے دانت بہت خوبصورت تھے۔

میں نے کہا۔ ابن زیاد میں نے اپنی آنکھوں سے آنحضور کو اسی مقام پر طویل
بوسے لیتا دیکھا ہے جس مقام پر تو نے چھڑی رکھی ہوئی ہے۔

چھٹی مجلس

دختر بنت رسول دربار ابن زیاد میں

شیخ مفید نے لکھا ہے کہ اسیران آل محمد کا قافلہ ابن زیاد کے پیش کیا گیا تو بنت زہرا نے انتہائی پرانا لباس پہن رکھا اگرچہ بی بی کی شدید خواہش تھی کہ دربار میں بھی دیگر ذریت رسول کی طرح عمومی حیثیت میں رہوں اور مجھے کوئی بھی نہ پہچان سکے۔ لیکن تمام کنیزان آل محمد بشمول ازواج امام حسنؑ و امام حسینؑ نے ہر طرف سے گھیر کر بی بی کا پردہ سا بنا رکھا تھا خود شریکۃ الحسینؑ نے بالوں سے پردہ بنایا ہوا تھا۔

ابن زیاد نے جب ایک مستورہ کے گرد دیگر مستورات کا گھیرا دیکھا تو پوچھا کہ مستورات کے اس حصار میں کون ہے؟

ذریت رسول میں سے کسی بھی مستورہ نے اس ملعون کا کوئی جواب نہ دیا۔

جب اس نے دو تین مرتبہ پوچھا تو شمر نے کہا۔ اگرچہ پہچانتے تو ہم بھی نہیں لیکن قرائن یہی بتلاتے ہیں کہ یہی شریکۃ الحسینؑ اور چادر زہرا کی وارث محمد کی نواسی ہو گی۔

ابن زیاد نے اس مخدرہ کونین کو مخاطب کر کے کہا۔ اب بتاؤ کہ کیسی رسوائی ہوئی ہے؟

کس طرح قتل ہوئے ہیں؟

اور تمہارے جھوٹے اسلام اور جھوٹی نبوت (العیاذ باللہ) کی قلعی کس طرح کھلی ہے؟

بی بی نے جواب دیا۔

اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں اپنے خاتم الانبیاء محمد کے اہل بیت ہونے کا شرف بخشا ہے اور ہمیں ہر قسم کے رجس سے پاک کر کے اس طرح طاہر کیا ہے جس طرح پاک کرنے کا حق ہے۔ ذلیل و رسوا فاسق ہوا کرتے ہیں۔ اور جھوٹ فاجر بولا کرتے ہیں جب کہ اس حقیقت سے تو بھی واقف ہے کہ فاسق و فاجر ہمارے اغیار ہیں۔

لہوف کے مطابق ابن زیاد نے یوں مخاطب کیا۔

اے بنت علیؑ! دیکھ لیا ہے اللہ نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے؟۔

بی بی نے جواب دیا۔

میں نے جو کچھ دیکھا ہے اللہ کے سلوک کو انتہائی حسین و جمیل ہی پایا ہے۔ میرا بھائی اپنے تمام انصار و اقربا کے ساتھ ان خوش قسمت افراد سے تھا جن کے نصیبوں میں شہادت تھی۔ وہ سب اپنی اپنی شہادت گاہ کی طرف بڑھے اور ہر ایک کو اس کا حصہ مل گیا۔

تو ان کے متعلق نہ سوچ۔ تو یہ سوچ کہ

کل میدان محشر میں اللہ ان کو اور تجھے آمنے سامنے کھڑا کرے گا۔ پھر تجھ سے

پوچھے گا ان مقتولین کا کیا جرم تھا؟

تو اپنا جواب آج ہی سوچ لے۔ اے مرجانہ زادے اس دن دیکھ لینا کامیاب کون ہوتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ تیری ماں تیرا ماتم کرے گی۔

یہ جواب سنکر ابن زیاد کو غصہ آگیا اس نے جلاد کو تازیانہ کا اشارہ کیا۔

لیکن عمرو ابن حریث سامنے آگیا اور اس نے کہا۔

ایسا ہرگز نہیں ہوگا یہ مصیبت زدہ مستور ہے اور عورتوں سے مواخذہ نہیں کیا جاتا۔

ابن زیاد نے ذریت رسول کا دل جلانے کی خاطر بی بی ہی سے مخاطب ہو کر کہا۔

تیرے سرکش بھائی اور اس کے مغرور اہل بیت کے قتل کے بعد میرا دل ٹھنڈا اور ذہن پر سکون ہو گیا ہے اب میں مطمئن ہوں۔

بی بی نے جواب میں فرمایا۔

تو نے میرے بوڑھے شہید کیے، میرے نوجوان پارہ پارہ کئے۔ میری نسل تک مٹانے کی کوشش کی ہے۔ اگر اسی سے تیرا دل ٹھنڈا ہوتا ہے تو واقعاً اب تو مطمئن ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ بخدا! یہ عورت بھی اپنے باپ کی طرح بڑی قافیہ بندی سے بلیغانہ باتیں کرتی ہے۔ اس کا باپ بھی شاعر تھا۔

بی بی نے فرمایا۔ اے ابن زیاد بھلا عورت اور سجع بندی کا کیا تعلق ہے؟

ناسخ کے مطابق بی بی نے یوں جواب دیا۔

اے ابن زیاد مجھے اپنے کربلا کے مقتولوں کی یاد سے کہاں فرصت ہے کہ

میں سجع بندی کروں گی۔

البتہ مجھے اس بات پر حیرت ضرور ہے کہ تو اپنے اولیائے نعمت اور آئمہ ہدیٰ کو قتل کر کے کہہ رہا ہے کہ میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔

حالانکہ تجھے یقین ہے کہ کل میدان محشر میں وہ تجھ سے انتقام ضرور لیں گے۔

ویسے تجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جس حسینؑ کو شہید کر کے تیرا دل ٹھنڈا ہوا ہے اسی حسینؑ کی شہادت سے، ورانبیاء کی آنکھوں سے آنسو برسے ہیں۔ یہ وہ حسینؑ تھا جسے چوم چوم کر نبی عالمین سیر نہیں ہوتے تھے۔ اسی حسینؑ کے انہی لبوں کے بار بار بوسے لیتے تھے جن کی تو چھڑی سے بے ادبی کر رہا ہے۔ اسی حسینؑ کو رسول کائنات مہر نبوت پر بٹھا کر خوش ہوتا تھا۔ کل یوم محشر کے لیے اپنا جواب تیار کر لے۔

اس کے بعد ابن زیاد جناب سجاد کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا یہ کون ہے؟۔

اسے بتایا گیا کہ یہ علیؑ ابن حسینؑ ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ کیا علی ابن حسینؑ کو اللہ نے قتل نہیں کر ڈالا؟۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ ہاں وہ میرا بھائی تھا جسے لوگوں نے قتل کر ڈالا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ لوگوں نے نہیں اللہ نے قتل کیا ہے۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ اللہ تو ہر نفس کو اپنے وقت مقررہ پر موت سے دوچار کرتا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تیری یہ جرات کہ میری ہر بات کا جواب دیتا ہے پھر جلاد سے

کہا اسے لے جاؤ اور قتل کر دو۔

جونہی دختر زہرا نے ابن زیاد کی یہ بات سنی فرمایا۔

ابن زیاد! کیا تو ابھی تک ہمارے خون بہا کر سیر نہیں ہوا۔ جو کچھ ہو چکا ہے اسے کافی سمجھ۔ بھلا اس کے سوا تجھے کوئی ہمارا سہارا نظر آرہا ہے اگر اسے قتل کرنا ہے تو پھر پہلے مجھے قتل کر۔

ایک روایت میں ہے کہ محافظ امامت یہ مخدرہ جناب سجاد کے سامنے ڈھال بن گئی۔ اور فرمایا۔ میں اس کے آگے سے ہرگز نہ ہٹوں گی یا اپنا حکم واپس لے اور یا مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر۔

ابن زیاد نے کہا۔ تعجب ہے رشتے بہت عزیز ہوتے ہیں۔ اس کے لہجہ کی صداقت بتا رہی ہے کہ جو کچھ کہہ رہی ہے اسے پورا کرنے سے گریز نہیں کرے گی۔ چلو جانے دو۔ یہ تو ویسے بھی بیمار ہے۔ کتنا عرصہ اور زندہ رہ جائے گا۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ اے ابن زیاد۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تیری قتل کی دھمکیوں سے ہم مرعوب ہو جائیں گے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ قتل ہماری عادت اور شہادت ہمارا فخر ہے۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق جب اسیران آل محمد کا قافلہ ابن زیاد کے پیش کیا گیا تو تمام ہاشمیات نے دختر زہرا کے گرد گھیرا ڈال رکھا تھا۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ اس حلقہ میں کون ہے؟ اسے بتایا گیا کہ شریکۃ الحسین ہے۔

اس نے کافی کوشش کی کہ بنت زہرا میری کسی بات، کا جواب دے۔ لیکن بی بی

نے جب کوئی جواب نہ دیا۔ تو اس ظالم نے کہا۔

تجھے اپنے نانا کی نبوت کا واسطہ میری بات کا جواب دے۔

بی بی نے فرمایا۔ پوچھ کیا پوچھتا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تیرا بھائی خلافت کی خواہش میں نکلا تھا۔ اب بتا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

اور اللہ نے ہمیں کس طرح فتح دی ہے۔

بی بی نے فرمایا۔ ابن زیاد۔ اگر میرا بھائی خلافت کی خواہش میں نکلا تھا تو اس کا حق تھا جو اسے اپنے نانا باپ اور بھائی کی طرف سے ملا تھا۔ اور ہر شخص اپنا حق مانگنے میں حق بجانب ہوتا ہے تو اس وقت کے لیے اپنا جواب سوچ جب تیری پیشی دربار خالق میں ہوگی۔ مدعی سرور انبیاء ہوں گے اور زندان جہنم انتہائی سنگین ہوگا۔

اس وقت جناب سجاد نے فرمایا۔

اے ظالم! تو کب تک میری پھوپھی کو بولنے پر مجبور کرتا رہے گا اور نہ جاننے والے بھی اسے جانتے رہیں گے۔

یہ بات سنکر ابن زیاد کو غصہ آگیا اور کہنے لگا۔ تو کون ہوتا ہے مجھے ٹوکنے والا۔ جلاد کہاں ہے اسے لے جاؤ اور قتل کر دو۔ جلاد نے جناب سجاد کی رسی پر ہاتھ ڈالا۔ بنت زہرا نے اپنے مجبور ہاتھوں کو جنبش دی۔ اور اپنے کو جناب سجاد پر گرا دیا۔ اور خبردار زیاد! اگر تیرے ظلم کی کوئی حد نہیں ہے تو یقین رکھو میرے صبر کی ایک حد ہے۔ مجھے میرے نانا۔ ماں۔ باپ اور بھائی کی طرف سے اس سے زیادہ صبر کا حکم نہیں ہے۔ مجھے اتنا مجبور نہ سمجھ۔

بارگاہ خالق میں میری عزت کم نہیں ہے۔ اب تو ہمارے امتحان سے آگے قدم بڑھا رہا ہے۔ ذرا اسے قتل کر کے دیکھ پھر اپنا انجام بھی دیکھ لینا۔

اہل دربار نے جب یہ بات سنی تو سب نے مل کر سفارش کی۔

جناب سجاد اہل دربار کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ اسے میرے قتل سے باز رکھنے کی سفارش نہ کرو۔ اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ پھر ابن زیاد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

ان بے سہارا مستورات کو مدینہ پہنچانے کا انتظام کر دینا۔ اور جلاد کو میرے قتل کا حکم دے۔ اگر ہمیں تم جیسے فاجروں سے زندگی کی بھیک مانگنا ہوتی تو کربلا میں اتنی قربانیاں نہ دیتے۔

یہ سنکر ابن زیاد گھبرا گیا۔ اور اس نے جلاد کو آپ سے دور رہنے کا حکم دیا۔

سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ۔ قیس ابن عباد ابن زیاد پاس بیٹھا تھا۔

ابن زیاد نے قیس سے پوچھا۔ کہ تو میرے اور حسینؑ کے سلسلہ میں کیا کہتا ہے؟

قیس نے کہا۔

کسی کے پاس بھی کچھ کہنے کو نہیں رہا۔ بات سیدھی سی ہے۔ کل میدان محشر میں حسینؑ کا نانا۔ باپ اور ماں دربار خالق میں حسین کا مقدمہ دائر کریں گے۔ اور تیرے ساتھ تیری ماں تیرا نانا اور تیرا باپ تیرا دفاع کریں گے فیصلہ خود کرے کہ اس کا مقدمہ کا انجام کیا ہوگا۔

شیخ طوسی اور ابو جعفر ابن نما نے روایت کی ہے کہ جب اسیران آل محمد کے ساتھ سر فرزند رسول ابن زیاد کو پیش کیا گیا تھا۔ تو اس وقت یہ کھانا کھا رہا تھا۔

اور جب ابن زیاد کا سر مختار کو پیش کیا گیا تو اس وقت مختار بھی دستر خوان پر تھا۔
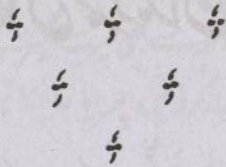
ساتویں مجلس

اسیران آل محمد زندان کوفہ میں

سرکار صدوق نے نقل کیا ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد نے اسیران ذریت رسول کو زندان بھیجنے کا حکم دیا۔

ابن زیاد کا محافظ کہتا ہے کہ انتہائی تنگ ترین زندان تھا جس میں اسیران آل محمد کو رکھا گیا اور طعام کے معاملہ میں بھی سختی برتی جاتی تھی۔ در زندان کسی بھی وقت کھولنے کا حکم نہیں تھا۔

ہم کوفہ کی جس گلی اور کوچہ میں جاتے تھے ہر طرف ہر گھر ہر گلی اور ہر کوچہ میں ہائے نبیؐ اور ہائے حسینؑ کی صدا آتی تھی۔ پورا کوفہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔

لہوف میں ابن طاؤس نے نقل کیا ہے کہ جس زندان میں اسیران ذریت زہرا کو رکھا گیا تھا وہ مسجد کوفہ کے پہلو میں تھا اور ابن زیاد کی طرف سے تمام مستورات کوفہ کو کھلی اجازت تھی کہ جس وقت بھی چاہیں قیدیوں کے پاس آئیں لیکن در زندان نہیں کھلے گا باہر سے انہیں دیکھ سکتی ہیں۔ جناب ثانیہ زہرا نے فرمایا کہ کوئی آزاد عورت ہمارے پاس نہ آئے چونکہ ہمیں کنیزوں کی طرح

اسیر کیا گیا ہے اس لیے صرف کنیزیں ہمارے پاس آئیں۔

اس کے بعد ابن زیاد نے سر فرزند رسول کو نیزہ پر سوار کر کے تمام قبائل کوفہ کے محلوں اور گلیوں میں لے جانے کا حکم دیا۔ زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ جب سر فرزند رسول ہمارے کوچہ میں آیا وہ اپنے کمرہ میں آیا۔ میں نے نوک نیزہ سے سر مظلوم سے اس آیت کی تلاوت سنی ہے۔

میں نے یہ آیت سنکر کہا۔ اے فرزند رسول تیری شہادت تو اصحاب کہف اور رقیم کے واقعہ سے بھی حیرت انگیز ہے۔

جب سر مظلوم کو پورے کوفہ میں پھرایا جا چکا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ دروازہ پر نیزہ نصب کر دیا جائے۔

عوالم میں ابن شہر آشوب سے مروی ہے کہ سر مظلوم کی تشہیر کے بعد ابن زیاد نے سر کو سولی دینے کا حکم دیا اور اسلام میں یہ پہلا سر تھا جسے سولی دی گئی جب سر کو سولی دی جانے لگی تو پوری دنیا نے دیکھا کہ۔ سر مظلوم نے گلا صاف کر کے۔ ان اصحاب الکہف والرقیم کی ایت تلاوت کی۔

طرف الزمان میں سلمہ ابن کہیل سے مروی ہے کہ میں نے نوک نیزہ پر سر مظلوم سے اس آیت کی تلاوت سنی ہے۔

تظلم الزہرا میں حارث ابن وکیدہ سے مروی ہے کہ میں ان افراد میں شامل تھا۔ جن کی ڈیوٹی سر کی حفاظت تھی۔ میں نے سر مظلوم سے اس آیت کی تلاوت سنی تو بڑا حیران ہوا کہ بلا جسم کے یہ سر کیسے تلاوت کرتا ہے۔ میں دل میں سوچ ہی رہا تھا کہ سر سے آواز آئی۔

اے ابن وکیدہ کیا تجھے اس بات میں شک ہے کہ ہم آئمہ مرنے کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ہمیں رزق ملتا ہے۔

ابن وکید کا بیان ہے کہ یہ بات سن کر میں نے ارادہ کیا کہ سر چوری کر کے کربلا لے جا کر دفن کروں گا۔

سر مظلوم سے آواز آئی۔

نہیں ابن وکید۔ یہ کام تیرے بس کا روگ نہیں ہے۔ میرے سر کی تشہیر کی نسبت نگاہ قدرت میں میرا قتل زیادہ عظیم ہے۔ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دے انہیں اس وقت معلوم ہوگا جب آتش جہنم۔ کے آتشین طوق ان کے گلے میں ہوں گے اور انہیں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔

سرکار صدوق نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے اسیران آل محمد کو زندان میں قید کرنے کے بعد کوفہ کے اطراف و نواح میں اپنے عمال کو فتح یزید اور شہادت فرزند رسول کی مبارک باد بھیجی۔ اور یزید سے سرہائے شہداء اور اسیران آل محمدؐ کے متعلق پوچھنے کے لیے قاصد روانہ کیا کہ ان سے کیا سلوک کرنا ہے؟ یزید کا جب جواب آیا کہ اسیران آل محمد کو مع سرہائے شہداء شام بھیج دے تو اس نے اسیران آل محمدؐ اور دیگر شہداء کے سر تو براہ راست شام روانہ کیے۔ لیکن امام مظلوم کا سر عبدالملک ابن ابوالحرث سلمی کے ہاتھ مدینہ بھیجا۔ اور اسے ہدایت کی کہ مدینہ کے بعد یہ سر بھی شام لے جانا۔ سر امام مظلوم کے مدینہ پہنچنے کا واقعہ سابقاً پیش کیا جا چکا ہے۔

طبری نے روایت کی ہے کہ جب سر مظلوم مدینہ پہنچا تو تمام اہل مدینہ نے ایک ہاتف غیبی کو یہ اشعار پڑھتے سنا۔

یامن یقول بفضل آل محمد   بلغ رسالتنا بغیر توانی

اے وہ شخص جو فضیلت آل محمد کا قائل ہے ہمارا یہ پیغام کسی تاخیر کے بغیر پہنچا دے۔

قتلت شرار بنی امیۃ سیدًا   خیر البریۃ ماجدًا ذا شان الخ

بنی امیہ کے بدترین افراد نے اس سردار کو شہید کر ڈالا ہے جو تمام کائنات سے افضل اور صاحب شان تھا۔

❁ ❁ ❁

❁ ❁

❁

آٹھویں مجلس

خطبہ ابن زیاد اور عبداللہ ابن عفیف

اسیران آل محمد کو زندان میں بھیجنے کے بعد ابن زیاد نے منبر پر کوفہ میں خطبہ دیا کہ ۔

الحمد للہ الذی اظہر الحق واھلہ ونصر امیر المؤمنین یزید واشیاعہ وقتل الکذاب ابن الکذاب ـــ اتنے تک ہی بات کی تھی کہ عبداللہ ابن عفیف ازدی جس نے دائیں آنکھ جنگ جمل میں اور بائیں آنکھ جنگ صفین میں قربان کی تھی ۔ ہر وقت مسجد کوفہ میں ذکر خدا میں مصروف رہتا تھا ۔ اٹھ کر کھڑا ہوا اور کہا ۔

یا بن زیاد ان الکذاب ابن الکذاب انت ابوک ومن استعملک وابوہ یاعدو اللہ اتقتلون اولاد الانبیاء وتتکلمون

اے پسر زیاد تو کذاب ابن کذاب ہے ۔ تیرا باپ کذاب تھا ۔ جس نے تجھے گورنر بنایا ہے ۔ وہ کذاب ابن کذاب ہے ۔ تجھے شرم نہیں آتی

بھذا الکلام علی منابر المؤمنین ۔

نبی زادوں کو قتل کر کے مسلمانوں کے منبر پر ایسی باتیں کرتے ہو ۔

ابن زیاد کو غصہ آگیا ۔ پوچھا ۔

یہ کون ہے جو بول رہا ہے ؟

جناب عبداللہ نے کہا ۔ کیا تو اندھا ہے تجھے نظر نہیں آ رہا میں تیرے سامنے ہی تو کھڑا ہوں ۔

اتقتل الذریۃ الطاھرۃ التی اذھب اللہ عنھا الرجس وطھرھم تطھیرا وتزعم انک علی دین الاسلام این اولاد المھاجرین والانصار الاینتقمون فی طاغیتک اللعین ابن اللعین علی لسان رسول رب العالمین ۔

کیا اس ذریت طیبہ جسے اللہ نے رجس سے دور رکھا اور اس طرح طاہر کیا جس طرح طاہر کرنے کا حق ہے قتل کر کے تو اپنے کو مسلمان سمجھتا ہے ۔ مہاجرین وانصار کی اولاد کہاں گئی ۔ کیا ۔ تجھ سے نبی کونین کی زبان مبارک سے لعین ابن لعین سے انتقام لینے والا کوئی نہیں ؟

ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ ۔ جب ابن زیاد کے سپاہی جناب عبداللہ کی طرف بڑھے تو بنی ازد سامنے آگئے جناب عبداللہ کو ان کے ہاتھ سے چھڑا کر گھر پہنچا دیا ۔ ابھی آپ گھر پہنچے ہی تھے کہ ابن زیاد نے پھر

حکم دیا جاؤ اسے گھر سے گرفتار کر لاؤ۔ جب بنی ازد کو پتہ چلا تو وہ تلواریں لیکر
آگئے۔ یمنی قبائل بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ ابن زیاد کو اطلاع دی گئی اس نے قیس
ابن اشعث کی سربراہی میں اپنے سپاہیوں کے ساتھ مصریوں کو بھی کر دیا۔ جناب
عبداللہ کے گھر کے ارد گرد گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بالآخر لشکر ابن زیاد جناب
عبداللہ کے گھر کا دروازہ توڑ کر اندر جانے میں کامیاب گیا جناب عبداللہ
کی ایک بیٹی تھی اس نے بتایا اباجان! دشمن گھر میں گھس آئے ہیں۔ جناب
عبداللہ نے فرمایا۔ بیٹی فکر نہ کر میری تلوار مجھے لادے اور مجھے بتاتی رہ کہ
کس طرف سے حملہ کرتے ہیں۔

اس نوجوان مخدرہ نے منہ پیٹ کر کہا۔ کاش آج میں آپ کا لڑکا
ہوتی۔

ہر طرف سے چومکھی لڑائی لڑتے رہے۔ آخر کار ان کی کثرت کی بدولت
جناب عبداللہ گھر گئے۔ ان کا دائرہ تنگ ہوتا گیا۔ گرفتار ہوئے۔ ابن زیاد
کے پاس لائے گئے۔

ابن زیاد نے کہا۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تجھے ذلیل کیا۔

جناب عبداللہ نے کہا۔

اللہ نے مجھے نہیں تجھے ذلیل کیا ہے۔ اگر میری بینائی درست ہوتی تو
تجھے پتہ چلتا اب بھی ذرا اپنے پیادوں کی لاشیں گن لینا اور اپنے زخمیوں سے
پوچھ لینا کہ بصارت کے بغیر میں نے کتنے قتل کیے ہیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو عثمان کے متعلق کیا کہتا ہے۔

جناب عبداللہ نے کہا۔

کیا تو اسی بات کو میرے قتل کا جواز بنائے گا۔ تجھے عثمان سے کیا
ہے۔ اچھا تھا یا برا مصلح تھا یا مفسد وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ دربار خالق
میں پہنچ چکا ہے۔ اللہ عادل ہے اور عدل سے فیصلہ فرمائے گا تو مجھ سے
اپنے متعلق اور اپنے باپ کے متعلق پوچھ۔ یزید اور یزید کے باپ کے
متعلق پوچھ۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں تجھ سے کچھ بھی نہیں پوچھوں گا۔ تجھے موت کے
گھاٹ اتاروں گا۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔ تیری پیدائش سے پہلے میں دعا مانگا کرتا
تھا کہ اے اللہ! مجھے کسی بدترین کے ہاتھوں جام شہادت پلوانا۔ لیکن جب
سے میری آنکھیں چلی گئی تھیں اس وقت سے میں شہادت سے مایوس ہو
چکا تھا۔

آج یقین ہو گیا کہ میری دعا لفظ بلفظ قبول ہوئی ہے۔

پھر ابن زیاد نے آپ کے قتل کا حکم دیا۔ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں
لکھا ہے کہ جناب عبداللہ کو مسجد میں قتل کرنے کے بعد سولی پر لٹکایا گیا
تھا۔

مؤلف۔ کاش جناب عبداللہ کی مدد کرنے والے ازدی اور یمنی اس وقت
بھی ہوتے جب در زہرا توڑ کر لوگ اندر جا رہے تھے۔ دختر رسول پر تشدد کیا
جا رہا تھا۔ اور محسن شہید ہو رہا تھا۔ بخدا۔

اگر در زہرا جلانے کی ہمت نہ ہوتی تو بنی امیہ میں خیام شبیر جلانے کی

جرات نہ تھی۔

اگر خانہ زہرا میں گھس جانے کی ابتدا نہ کی گئی ہوتی تو یزیدی فوج خیام شبیر کے اندر قدم تک نہ رکھتی۔

اگر محسن کی شہادت نہ ہوئی تو قتل حسینؑ کی ہمت کوئی نہ کرتا۔

اگر دختر رسول کو تازیانے نہ مارے جاتے تو ذریت زہراؑ کو تازیانے نہ کھانے پڑتے۔

☆ ☆ ☆
☆ ☆
☆

نویں مجلس

روانگی بسوئے شام

مترجم۔ اگرچہ صاحب معالی نے یہ تعیین نہیں کی کہ اسیران آل محمد کوفہ میں کتنے دن زندان میں رہے۔ لیکن صاحب معالی کی اس تحریر کے بعد کہ۔ ابن زیاد نے یزید کو خط لکھا جس میں فتح کی مبارک باد کے علاوہ سرہائے شہداء اور اسیران ذریت رسول کے متعلق ہدایات مانگیں۔ یہ اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ اسیران آل محمد کوفہ میں کتنے دن قید رہے۔ کیونکہ آج ذرائع آمد ورفت کی سہولت کے باوجود بغداد سے شام جانے والی بسیں کم وبیش بائیس گھنٹے میں شام پہنچتی ہیں۔ اس لحاظ سے اگر ہم کوفہ اور شام کے مابین سفر کا اندازہ کریں۔ اور تیس میل فی گھنٹہ کی اوسط رفتار سے حساب لگائیں تو کوفہ سے شام سات ساڑھے چھ سو میل کا سفر بنتا ہے۔ اگر قاصد پچاس میل روزانہ کی رفتار سے چلے تو شام جاتے جاتے اسے چودہ دن جاتے اور چودہ دن واپس آتے، ہوئے لگتے ہیں اس وقت کی تاریخ لکھنے والے مورخین نے منازل کی جو تعیین کی ہے وہ بھی اس سے زیادہ نہیں۔ اور مورخین نے پچاس میل روزانہ کا سفر بھی تیز رفتار قاصد کا

مقرر کیا ہے۔ اس حساب سے ۲۸ دن بعد قاصد واپس آکر حکم یزید سناتا ہے اگر ہم چودہ محرم کو فرض کرلیں کہ ابن زیاد نے یزید کو خط لکھ کر قاصد روانہ کیا۔ کیونکہ اس سے پہلے فرض بھی نہیں کیا جاسکتا۔ وجہ واضح ہے کہ بارہ محرم کو بعد از زوال کربلا سے چلے۔ تیرہ محرم کو کوفہ پہنچے۔ تیرہ محرم کا دن تو ابن زیاد کو کوفہ کو سنبھالنے میں گذر گیا چودہ محرم کا کوفہ سے چلا ہوا قاصد اٹھائیس محرم کو شام پہنچا ہے۔ ہم یہی فرض کر لیتے ہیں کہ قاصد کو اسی دن فوراً یزید کے دربار میں باریابی ہو گئی۔ اور اسی دن وہ حکم لے کر واپس روانہ ہو گیا۔ اگرچہ یہ فرض بعید ہے۔ کیونکہ چودہ دن گھوڑے کی پیٹھ پر گزارنے والے کو کم از کم تین دن کا آرام ضروری ہے۔ تو تیرہ یا چودہ صفر کو وہ حکم لے کر واپس پلٹتا ہے۔ اس تحقیقی تجربہ اور تجزیاتی تحقیق کے بعد یہ کہنا کہ اسیران آل محمد نے پہلا چہلم شام سے واپس آکر کربلا میں کیا نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ کیونکہ تیرہ یا چودہ صفر کو کوفہ سے چلنے کے بعد شام پہنچنا اور پھر شام سے واپس بیس صفر کو کربلا پہنچنا ناممکن ہے۔ قاصد اونٹ پر نہیں گھوڑے پر گیا تھا۔ جب کہ اسیران آل محمد گھوڑوں پر نہیں اونٹوں پر سوار تھے اور اونٹ کی رفتار گھوڑے کی نسبت سست ہوتی ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب سوار مستورات ہوں۔ خواہ کتنی سنگدلی سے اونٹوں کو دوڑایا جاتا پھر بھی اونٹ کی رفتار گھوڑے کا مقابلہ تو نہیں کر سکتی۔

اسی طرح جناب جابر اور بنی ہاشم کا کربلا میں پہلا چہلم پر آنا بھی ناممکن ہے کیونکہ مدینہ میں جو اطلاع بھجوائی گئی تھی اسے بھی جانے کے لیے وقت درکار ہے۔ اور پھر وہاں سے جناب جابر اور دیگر۔ بنی ہاشم کے کربلا آنے کے لیے وقت چاہیے جو اس نظریہ سے میل نہیں کھاتا۔

بنابریں جن روایات میں یہ ہے کہ پہلا چہلم اسیران آل محمد نے شام جاتے ہوئے کربلا کیا تھا زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔

لہوف کے مطابق ابن زیاد نے یزید کو خط لکھا جس میں فرزند رسول کی شہادت اسیران آل محمد کی قید اور سرہائے شہدا کی اطلاع دی۔ جب یہ خط یزید کو ملا تو اس نے ابن زیاد کو حکم دیا کہ تمام شہدار کے سر۔ تمام لوٹا ہوا مال اور تمام قیدی شام بھجوا دے۔

ابن زیاد نے محفر ابن ثعلبہ عائدی کی سرکردگی میں سرہائے شہدار اسیران آل محمدؐ اور تمام لوٹا ہوا سامان شام بھجوایا۔

ارباب مقاتل کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اسیران آل محمد کو شام کس طرح لے جایا گیا۔ سابقاً ہم نے لہوف کے مطابق یہ کیفیت پیش کی ہے۔ عقد الفرید کے مطابق نبی زادیوں کو بے پالان کے اونٹوں پر کوفہ سے شام لے جایا گیا۔

جب قافلہ یزید کے پاس پہنچا تو فاطمہ بنت سید الشہدار نے یزید سے فرمایا۔

اے یزید۔ ذرا دیکھ رسول زادیاں کس طرح قید ہیں۔ یزید کوئی جواب نہ دے سکا۔

شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ ابن زیاد نے اسیران آل محمد اور سرہائے شہدا زحر ابن قیس کی سربراہی میں بھیجے تھے۔ اس کے ساتھ کوفہ سے سپاہی تھے یہ وہ شخص ہے جس کی پیشن گوئی امام حسینؑ نے کر دی تھی۔ زحر ابن قیس زہیر ابن قین کے ساتھ تھا۔ جب امام حسینؑ کربلا میں آئے تو ایک دن آپ نے زہیر کو

بتایا کہ زہیر یہ میری مقتل ہے۔ میری شہادت کے بعد یہ زحر ابن قیس میرا سر اٹھا کر یزید کے پاس لے جائے گا اسے انعام کی امید ہو گی لیکن اسے کچھ بھی نہ ملے گا۔

عبد اللہ ابن ربیعہ حمیری سے مروی ہے کہ میں اس وقت یزید کے پاس بیٹھا تھا جب زحر ابن قیس امام حسینؑ کا سر لے کر آیا۔ یزید نے پوچھا۔ کیا حال ہے؟

زحر نے کہا۔ آپ کے لیے بشارت فتح ہے۔ فرزند رسول کا سر ہے۔ اور دختران زہرا قیدیوں کی صورت میں تیرے سامنے پیش کی جانے والی ہیں۔

شیخ مفید نے لکھا ہے کہ جب کوفہ سے یہ قافلہ زحر کی سرپرستی میں چلا تو اس کی کیفیت یہ تھی کہ جناب سجاد کے گلے میں طوق پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں رسیاں تھیں۔ تمام دختران زہراؑ اسر اونٹوں پر سوار تھیں محفر ابن ثعلبہ اور شمر سالار قافلہ تھے۔ ہزار سپاہی سادہ تھا جناب سجاد نے پورے راستہ میں کسی سے کوئی بات نہیں کی۔

جب یہ قافلہ در یزید پر پہنچا تو محفر نے باآواز بلند کہا۔

نافرمان باغیوں کے سر لے کر محفر حاضر خدمت ہے۔ اس وقت جناب سجاد نے محفر کو فرمایا۔ میرے خیال میں کرہ ارض پر تیری ماں سے خبیث ترین بیٹا کسی ماں نے نہ جنا ہو گا۔

البحر المذاب میں ہے کہ جب ابن زیاد نے اسیران آل محمدؐ اور سرہائے شہدا یزید کے پاس بھیجے تو لے جانے والوں کو حکم دیا کہ راستہ میں جہاں کہیں کوئی بڑی یا چھوٹی آبادی آجائے وہاں ان سروں اور قیدیوں کی تشہیر ضرور

کرائی جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے پورے راستہ میں سر مظلوم کو نوک نیزہ پر بلند کیے رکھا۔

مصائب الہداۃ میں جناب سجاد سے مروی ہے کہ مجھے دست و پا بستہ ایک بے مہار اونٹ پر سوار کر کے میرے پاؤں شکم شتر کے نیچے سے باندھ دیے گئے تھے۔

سر غریب زہرا نوک نیزہ پر تھا اور بنات زہرا میرے عقب میں بے پالان کے اونٹوں پر سوار تھیں۔ ہمارے محافظ ہمارے ارد گرد تھے۔ جن کے ہاتھوں میں نیزے تھے۔ اگر کوئی بچی یا مستور روتی تھی تو نیزوں سے سر اور پشت زخمی کیے جاتے تھے۔ ا۔

نفس المہموم میں ہے کہ یہ ملاعین دریائے فرات کے کنارے چلے ایک ویران مقام پر ان لوگوں نے پہلا قیام کیا۔ سر کو اپنے سامنے ہم قیدیوں کو اپنے سے دور ایک خار دار جگہ پر بٹھا دیا۔ شراب پی پی کر میرے بابا کے سر سے مذاق کرنے لگے۔ ایک دیوار سے ان کے سامنے ایک ہاتھ نمودار ہوا جس پر تازہ خون سے یہ شعر لکھے ہوئے تھے۔

اترجوا قد قتلت حسینا شفاعة جده یوم الحساب

کیا وہ لوگ جنہوں نے ابن فاطمہ کو شہید کیا ہے بروز قیامت اس کے نانا کی شفاعت کی امید رکھیں گے۔

فلا واللہ لیس لهم شفیع وهم یوم القیامة فی العذاب

بخدا! ان کی کوئی بھی شفاعت نہیں کرے گا۔ اور یوم حساب یہ لوگ دائمی جہنم میں ہوں گے۔

یہ دیکھ کر یہ لوگ گھبرا گئے۔ اور فوراً وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کوچ کا حکم دیا۔

آگے چل کر ایک راہب کے دیر میں اترے۔ وہاں بھی ایک دیوار پر یہی شعر کندہ تھا۔ انہوں نے راہب سے پوچھا۔ یہ شعر کس نے لکھا ہے؟

اس نے جواب دیا۔ میرے علم کے مطابق تمہارے نبی کی بعثت سے پانچ سو برس پہلے کا یہ شعر لکھا ہوا ہے۔ یہ سنکر یہ لوگ گھبرا گئے۔ اور وہاں سے بھی کوچ کیا۔ جس جس جگہ جاتے تھے ان لوگوں سے اپنا اور اپنا گھوڑوں کا قیام اور طعام مانگتے تھے اور بتاتے تھے کہ ہم ایک باغی کا سر اور اس کے اہل خاندان کو گرفتار کر کے شام لے جا رہے ہیں۔

تکریت :- ۲-

جب یہ لوگ تکریت پہنچے تکریت کے گورنر کو انہوں نے اپنی آمد سے مطلع کیا۔ والی تکریت نے پورے شہر کو آراستہ کیا۔ اطراف و نواح سے معزز افراد کو بلایا۔ لوگوں کو جشن فتح منانے کا حکم دیا۔ ڈھول اور باجوں سے ان کا استقبال کیا۔ جب داخل شہر ہوئے تو لوگوں کو بتایا کہ ایک باغی کا سر ہے۔ ایک نصرانی جو کوفہ میں سر غریب کو دیکھ چکا تھا۔ اس نے اپنی برداری کو جمع کیا۔ اور انہیں بتایا کہ یہ کسی باغی کا سر نہیں ہے بلکہ فرزند رسول کا سر ہے میں کوفہ میں دیکھ چکا ہوں۔ اور جو قیدی ہیں یہ سب آل رسول کے قیدی ہیں۔ تمام عیسائیوں نے اپنے گرجوں کے دروازے بند کر دیئے اور خود گھروں میں خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

اور کہنے لگے۔

الٰھنا و سیدنا انا	اے اللہ ہم اس قوم سے
بریئنا من قوم قتلوا	بری ہیں جنہوں نے اپنی
ابن بنت نبیھم۔	نبی زادوں کی اولاد کو بیگناہ شہید کیا ہے۔

جب انہیں عیسائیوں کے متعلق معلوم ہوا تو یہ لوگ شہر میں داخل ہوئے بغیر باہر ہی سے نکل گئے

٭ ٭ ٭

٭ ٭

٭

دسویں مجلس
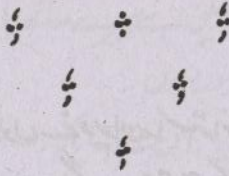
وادی نخلہ اور مقام لینا میں

اس کے بعد ان لوگوں نے ویران راستہ اختیار کیا۔ راستہ میں وادی نخلہ میں قیام کیا۔ رات کے وقت ان لوگوں نے قوم جن کی عورتوں کا نوحہ و بکا سنا جو غریب زہرا پر رو رو کر جناب زہرا کو پرسہ دے رہی تھیں۔

وادی نخلہ سے آگے بڑھ کر اگلی رات انہوں نے مقام لینا میں قیام کیا۔ جب ان لوگوں کو پتہ چلا کہ غریب زہرا کو شہید کیا گیا ہے تو مقام لینا کے بچے بوڑھے اور عورتیں مرد تمام ماتمی لباس پہن کر ماتم کرتے ہوئے باہر آئے۔ قاتلان شبیر پر لعنت کرنے لگے اور کہنے لگے۔ اے اولاد انبیاء کے قاتلو! ہماری بستی کو تباہ نہ کرو۔ یہاں مت ٹھہرو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ کہیں تمہارے ساتھ ہم بھی مبتلائے عذاب نہ ہو جائیں۔

لہوف میں قاضی مصر عبد اللہ سے مروی ہے کہ میں جب بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے غلاف کعبہ پکڑ رکھا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔

اللّٰھم اغفر لی و ارٰاک فاعلاً۔ — اے اللہ! مجھے معاف کر دے لیکن مجھے ایسا نظر نہیں آتا کہ تو مجھے بخش دے۔

عبد اللہ کہتا ہے یہ سنکر میں نے اسے کہا۔ بندہ خدا بیت اللہ میں کھڑے ہو کر تو ایسا نہ کہہ اللہ سے ڈر۔ اگر تیرے گناہ ذرات ریگ اور اوراق اشجار جیسے بھی ہوں۔ پھر تو اللہ سے معافی مانگے تو وہ غفور رحیم ہے تجھے بخش دے گا۔

اس نے کہا۔ ایسی بات نہیں ہے میرے ساتھ باہر آئیں تجھے بتاؤں کہ میں کون ہوں۔ اور اتنا مایوس کیوں ہوں۔

میں اس کے ساتھ باہر آیا۔ اس نے بتایا کہ۔

ہم پچاس آدمی تھے جو سر غریب زہرا پر کوفہ سے شام تک مامور تھے۔ سارا دن سفر کرتے تھے۔ جب شام ہو جاتی تھی تو سر مظلوم کو نیزہ سے اتار کر صندوق میں بند کر کے شراب پیتے تھے۔ اور لہو و لعب میں مصروف رہتے تھے۔ ایک رات اتفاق سے میری طبیعت خراب تھی میرے ساتھیوں نے شراب پی لیکن میں نے نہ پی۔ وہ بہت مست ہو کر سو گئے میں جاگ رہا تھا۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا میں نے بجلی کی کڑک سنی اور چمک دیکھی۔ مجھے ایسے لگا جیسے آسمان کے تمام دریچے کھل گئے ہوں۔ اور ان سے باری باری حضرت آدم، حضرت نوح حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل حضرت اسحاق اور ہمارے نبی اکرم زمین پر اترے ان کے ساتھ جبرئیل اور ملائکہ کی ایک بہت بڑی تعداد تھی۔ جبرئیل اس صندوق کے پاس آیا جس میں سر مظلوم رکھا تھا۔ اسے کھولا سر نکالا سینہ سے لگایا۔ پھر بوسہ دیا اور بیساختہ رونے لگا۔ پھر تمام انبیاء نے باری باری سر کو چوما اور گریہ کیا

آخر میں سرورانبیاء نے سر کو لیا۔ سینہ سے لگایا اور بوسہ دیا۔ پھر مجھے آسمان سے ایک آواز سنائی دی۔ ایک منادی کہہ رہا تھا۔ دیکھو سر مظلوم کی زیارت کر لو۔ اس کے بعد جبریل نے آنحضور کی خدمت میں عرض کیا۔ اے محمدؐ! اللہ نے مجھے آپ کا تابع فرمان بنایا ہے۔ اگر اجازت دیں تو میں قاتلان حسینؑ جہاں جہاں سو رہے ہوں گے۔ وہاں وہاں سے طبقہ زمین کو قوم لوط کی طرح اکھیڑ دوں۔

سرورانبیاء نے فرمایا۔ نہیں جبریل میں روز قیامت بارگاہ خالق میں یہ مقدمہ دائر کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے ایک ایک نبی کو واقعہ کربلا سنایا تمام انبیاء نے ماتم کیا اور آنحضور کو پرسہ دیا۔ پھر کچھ ملائکہ آئے اور آنحضورؐ سے عرض کیا اللہ نے ہمیں آپ کی اجازت سے ان ملاعین کو واصل جہنم کرنے کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا۔ جیسی تمہاری مرضی ہے۔ ان ملائکہ نے میرے تمام ساتھیوں کو مارنا شروع کیا۔ جب میری طرف آئے تو میں دوڑا اور عرض کی۔ الامان یا رسول اللہ آپ نے فرمایا۔ جا دفع ہو جا اللہ تجھے معاف نہ کرے۔ صبح کو جب میں نے دیکھا تو میرے تمام ساتھی مردہ پڑے تھے۔

گیارھویں مجلس

ایک اور روایت

بحار میں یہی واقعہ سلیمان ابن مہران اعمش نے یوں بیان کیا ہے۔ کہ میں نے بیت اللہ میں دوران طواف ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا۔

اللھم اغفرلی و انا اعلم انک لا تغفر لی۔

اے اللہ! مجھے بخش دے لیکن میں جانتا ہوں تو معاف نہیں کرے گا۔

یہ سنکر میں کانپ گیا اور اس شخص سے کہا۔

بندہ خدا تو خدا اور رسول کے حرم میں ہے اور آج کل محترم ایام ہیں۔ پھر کیوں رحمت خدا سے مایوس ہے۔

اس نے کہا۔ میرا گناہ بہت بڑا ہے۔

میں نے کہا۔ کیا تیرا گناہ کوہ تہامہ سے بھی بڑا ہے؟

اس نے کہا۔ کوہ تہامہ سے بڑا ہے۔

میں نے کہا۔ کیا کرہ ارض کے پہاڑوں کے برابر ہوگا۔

اس نے کہا۔ شاید ان سے بھی بڑا ہو۔ اگر تیرے پاس وقت ہو تو میں تجھے بتاؤں کہ میرا کتنا عظیم گناہ ہے۔

میں نے کہا۔ ضرور مجھے بتاؤ تو سہی کہ تیرا گناہ کتنا ہے۔

اس نے کہا۔ پھر بیت اللہ سے باہر آ جا کسی علیحدہ جگہ پر بیٹھ کر میں سناتا ہوں۔

میں نے طواف مکمل کیا۔ اور ہم دونوں بیت اللہ سے باہر آ گئے

اس نے بتایا کہ میں ان بد نصیبوں میں سے ایک ہوں جو لشکر عمر سعد میں تھے پھر میں ان بدبختوں سے ایک ہوں جو سر مظلوم کو کوفہ سے شام لے گئے تھے۔ ہم چالیس افراد تھے۔ سر کو ہم نے نوک نیزہ پر اٹھا رکھا تھا۔ راہ شام میں ایک جگہ ہم نے ایک راہب کے دیر میں قیام کیا۔ جس دیوار کے ساتھ ہم بیٹھے تھے اسی دیوار سے ایک ہاتھ برآمد ہوا جس پر لکھا ہوا تھا۔

اترجوا امة قتلت حسینا
شفاعة جده یوم الحساب

جن لوگوں نے فرزند رسول کو شہید کیا ہے کیا وہ بھی یوم قیامت جد حسینؑ کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں۔

ہم نے ہاتھ کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ غائب ہو گیا۔ ہم نے دستر خوان لگایا اور کھانا کھانے لگے ابھی کسی نے لقمہ منہ میں نہیں ڈالا تھا کہ پھر وہی ہاتھ برآمد ہوا۔

اب اس پر لکھا ہوا تھا۔

فلا واللہ لیس لھم
شفیع و ھم یوم القیٰمة
فی العذاب۔

بخدا۔ ان کا کوئی شفاعت کنندہ نہیں ہوگا۔ اور یہ لوگ قیامت کے بعد معذب ہوں گے۔

ہم نے پھر ہاتھ کو پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن ہاتھ غائب ہو گیا۔ ہم نے پھر کھانے کا ارادہ کیا ابھی ایک ایک لقمہ ہی لیا ہو گا کہ وہ ہی ہاتھ پھر نمودار ہوا اب اس پر لکھا ہوا تھا۔

وقد قتلوا الحسینؑ
بحکم جور و خالف
حکمھم حکم
الکتاب۔

ان لوگوں نے فرزند رسول کو ایسے ظالمانہ حکم سے شہید کیا ہے جو کتاب خدا کے صراحۃً مخالف تھا۔

اس کے بعد میرا کھانے میں دل نہ لگا۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ میرے ساتھی انتہائی بد دلی سے کھا رہے تھے کہ راہب دیر نے اوپر سے جھانک کر ایک مرتبہ سر کو دیکھا پھر لشکر یزید کو دیکھا۔ سر سے نکلنے والی نور کی کرن اور بے جسم کے سر سے تسبیح و تقدیس خالق کی آواز ہماری طرح راہب نے بھی سنی۔

راہب نے پوچھا۔

تم کہاں سے آئے ہو؟

ہم نے کہا عراق سے آ رہے ہیں۔ سر حسینؑ ہمارے ساتھ ہے شام یزید کے پاس لے جا رہے ہیں۔

پھر ہم نے دیکھا ظاہر ہے راہب نے بھی دیکھا ہو گا۔ کہ آسمان کا دروازہ کھلا اس سے ملائکہ فوج در فوج اترنے لگے۔

اور کہنے لگے۔

السلام علیک یا اباعبداللہ

السلام علیک یا بن رسول اللہ

یہ دیکھ اور سنکر ہمارے پر تو کوئی اثر نہ ہوا البتہ راہب یہ دیکھ کر غش کھا کر گر گیا۔ جب اسے غش سے افاقہ ہوا تو بے ساختہ رونے لگا۔

اور پھر پوچھا۔ کہاں سے آرہے ہو۔

ہم نے بتایا۔ عراق سے آرہے ہیں۔

راہب نے کہا۔ یہ سر کس کا ہے۔

ہم نے کہا۔ حسین ابن علی کا۔ یزید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ ابن زیاد کے ہاتھوں قتل ہوا ہے اب اس کا سر یزید کے پاس لے جا رہے ہیں۔

راہب نے کہا۔ کیا یہ حسین ابن فاطمہ کا سر ہے؟

ہم نے کہا۔ ہاں اس کا سر ہے۔

راہب نے کہا۔ کیا یہ حسین ابن عم نبی کا سر ہے؟

ہم نے کہا۔ ہاں اسی کا سر ہے۔

راہب نے کہا۔ اللہ کی تم پر لعنت ہو۔ اگر عیسیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو آج صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اسے اپنی آنکھوں پر بٹھلاتے اور تم نے اپنے نبی کا کفن بھی میلا نہیں ہونے دیا۔ اور اس کے بیٹے کو قتل کر ڈالا۔ ہمارے راہبوں نے ہمیں سچ بتایا تھا کہ جب یہ شخص شہید ہوگا تو آسمان سے خون کی بارش ہوگی۔ میں کئی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ یہ آسمان کا رنگ سرخ کیوں ہے تمہیں کیا معلوم کہ آسمان سے خون صرف اسی وقت برستا ہے جب کسی نبی یا وصی کو شہید کیا جائے

اگر ہو سکے تو میری ایک ضرورت پوری کر دو۔

ہم نے کہا۔ کیا حاجت ہے بتا۔

راہب نے کہا۔ میرے پاس اپنے ترکہ میں سے دس ہزار دینار ہیں اپنے امیر سے کہو مجھ سے یہ رقم لے لے اور وقت کوچ تک یہ سر مجھے دے دے۔ صبح کو جاتے وقت مجھ سے لے لینا۔

ہم نے عمر سعد کو بتایا۔ اس نے کہا۔ ہم نے تو سب کچھ دولت کے لیے ہے۔ اگر راہب دیتا ہے تو اس سے دینار ابھی لے لو اور اسے سر دے دو۔

ہم نے دینار لے کر سر اس کے حوالہ کر دیا۔ اس نے سر لیا۔ پہلے اسے غسل دیا۔ پھر مشک وغیرہ سے معطر کیا۔ ریشمی رومال میں رکھا اپنی جھولی میں لیا۔ کافی دیر تک روتا رہا۔

پھر سر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے کشتہ راہ خدا! تجھے اپنی ماں کی طہارت کا واسطہ مجھ سے بات کر۔

سر سے آواز آئی۔ بتا کیا چاہتا ہے۔

راہب نے کہا۔ مجھے بتا کہ تو کون ہے۔

سر نے کہا۔ ابن محمد المصطفیٰ۔

ابن علی المرتضیٰ۔

انا ابن فاطمۃ الزہرا

انا المقتول بکربلا

انا الغریب العطشان بین الملاء۔

راہب نے کہا۔ میرے آقا! کاش مجھے اس واقعہ کا علم ہوتا۔ میں کربلا میں اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیتا۔ پھر تو راہب اس قدر بے تحاشا رویا کہ اس کی صدائے گریہ بہت دور دور تک جاتی رہی۔

پھر سر سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ میری شفاعت کا وعدہ کریں۔

سر نے کہا۔ اگر تو میرے نانا کا دین حق قبول کرے تو میں وعدہ کرتا ہوں

راہب نے اپنے تمام اقربا کو جمع کیا۔ اور انہیں تمام صورت حال اور سر کی گفتگو سے باخبر کیا۔ تمام نے کلمہ پڑھا۔ صبح تک سب مل کر ماتم کرتے رہے صبح کو جب ہم نے سر واپس مانگا تو راہب نے کہا میں تمہارے امیر سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں پھر سر دے دوں گا۔ ہم نے عمر سعد کو بلایا۔

راہب نے کہا۔ اے امیر لشکر میری ایک درخواست ہے اگر قبول کرے۔

عمر سعد نے کہا۔ بتا کیا ہے؟۔

راہب نے کہا۔ میری خواہش ہے کہ سر کو ۔ نوک نیزہ پر سوار نہ کرنا اور اسے صندوق سے نہ نکالنا۔

عمر سعد نے کہا۔ ٹھیک ہے۔ لیکن وہ کب ماننے والا تھا۔ سر کو لے کر نوک نیزہ پر بلند کیا۔

پھر حکم دیا کہ جو دینار راہب نے دیئے تھے اور سے لاؤ تا کہ یہیں بانٹ لیں۔ ہم نے عمر سعد کو دینار دیئے۔ دو تھیلیوں میں دینار تھے۔ اس نے پہلے مہر کو دیکھا پھر تھیلیوں کو کھولا۔ تمام دینار ٹھیکریاں بنے ہوئے تھے۔

جن کے ایک طرف لکھا تھا۔

لا تحسبن اللہ غافلا عما ظالموں کے کردار سے اللہ

یعمل الظالمون۔ کو غافل نہ سمجھنا۔

اور دوسری طرف لکھا ہوا تھا۔

سیعلم الذین ظلموا ای ظالم عنقریب جان لیں گے
فینقلب ینقلبون۔ کہ وہ کس ٹھکانا میں جاتے ہیں

عمر سعد نے کہا۔ کسی کو بتانا مت اور ان ٹھیکریوں کو دریا برد کر دو۔ پھر کہا ہماری تو آخرت کی طرح دنیا بھی تباہ ہو گئی

☆ ☆ ☆
☆ ☆
☆

بارہویں مجلس

اسیران آل محمد دربار عسقلان میں

دمعتہ الساکبہ کے مطابق دیر راہب کے بعد یہ لوگ انتہائی تیز رفتاری سے اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے عسقلان پہنچے۔ یزید کی طرف سے عسقلان کا گورنر یعقوب عسقلانی تھا۔

یہ بدنصیب میدان کربلا میں بھی فوج یزید میں شامل تھا۔ جب عمر سعد نے اسے اپنی آمد سے مطلع کیا تو اس نے تمام شہر کو آراستہ کرنے کا حکم دیا۔ بازار سجا دیے گئے۔

رقاص بلائے گئے۔ ڈھول بجائے جانے لگے۔ نٹوں اور بھانڈوں نے مجمع لگا دیے۔ اطراف و نواح کے تمام روسا اور افراد کو مدعو کیا گیا۔ شراب کی محفل جمائی گئی۔ دربار میں طوائفوں نے رقص شروع کر دیا۔ جب دربار کا سماں پورے جوبن پر آیا۔ گانے والوں نے فتح یزید کے نغمے گائے اس وقت اسیران آل محمد کو دربار میں لایا گیا۔ جب سر نیزوں پر لائے گئے تو زریر نامی ایک تاجر یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے ایک کارکن سے پوچھا۔

یہ کیسی خوشی اور جشن ہے؟

اس نے کہا۔ لگتا ہے آپ مسافر ہیں۔

زریر نے کہا۔ اگر مسافر نہ ہوتا تو مجھے بھی معلوم ہوتا۔

غلام نے کہا۔ ایک شخص یزید کا مخالف تھا۔ اس کی بیعت نہیں کرتا تھا اپنے گھر سے چل کے عراق میں کربلا نامی جگہ پہ آگیا تھا۔ اس کے ساتھ مٹھی بھر سپاہی تھے۔ یزید نے ان کے مقابلہ کو ایک بہت بڑا لشکر بھیجا۔ یزیدی فوج نے ان باغیوں کو قتل کر کے اس کے اہل حرم کو قیدی بنالیا۔ اب یہ ان کے سر اور اس کے اہلبیت تیرے سامنے ہیں۔

زریر نے کہا۔ کیا بیعت یزید نہ کرنے والے کافر تھے یا مسلمان؟

وہ غلام ذرا سا جواب دینے میں ہچکچا رہا تھا کہ ایک اور شخص نے بتایا۔ اے مسافر تجھے کیا معلوم کہ کون لٹ گیا ہے۔ مرنے والے نہ صرف اسلام کے بلکہ جنت کے سردار تھے۔ اور مارنے والے کا تو تو سن ہی چکا ہے۔

زریر نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ آپ کو مرنے والے کا حسب و نسب معلوم ہے کہ وہ کون تھا اور کس کا بیٹا تھا؟

اس نے کہا۔ بھلا ان سے کون واقف نہیں۔ مرنے والے کا نام حسینؑ تھا۔ اس کے بھائی کا نام حسنؑ تھا۔ اس کی ماں دختر رسول فاطمہ زہرا تھی اور اس کا باپ امیر المومنین علی ابن ابی طالب تھا۔

زریر نے جونہی بات سنی اس کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہوگئی۔ زمین اسے گھومتی ہوئی نظر آنے لگی۔ قیدیوں کے قریب آیا۔ جناب سجاد کی حالت دیکھ کر اپنے پر قابو نہ رکھ سکا اور دھاڑیں مار کر رونے لگا۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ بندہ خدا تجھے کیا ہے۔ یہ سارا شہر خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ ہر طرف فتح کے نعرے لگ رہے ہیں۔ ہمیں دیکھ کر دنیا تالیاں بجا رہی ہے۔ ذرا دیکھ تو لوگ خوشی سے پاگل ہو رہے ہیں اور ایک تو ہے کہ ہمیں دیکھ کر روئے جا رہا ہے۔

زریر نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔

میرے آقا! بس اس سے زیادہ کچھ نہ کہیے۔ میں اس شہر کا باسی نہیں اور شکر ہے اللہ کا کہ میں یہاں کا باشندہ نہیں۔ ان کی عید دیکھ کر میں نے سبب پوچھا تو جو کچھ مجھے بتایا گیا وہی میرے مر جانے کے لیے کافی تھا۔ لیکن کیا کروں موت میرے بس میں نہیں اور زندگی سے دل بھر گیا ہے۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ شاید تو میرے نانا دادا۔ میری جدہ ماجدہ۔ اور میرے غریب بابا سے واقف ہے؟

زریر نے عرض کیا۔ وہ کون بدنصیب ہے جو آپ کے خاندان سے واقف نہیں۔

مجھے خوشی ہوگی اگر آپ مجھے کسی خدمت کا موقع دیں۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ اگر تیرا بس چل سکتا ہے تو اس سر کے نیزہ بردار سے کہہ دے کہ سر کو اونٹوں سے ذرا آگے لے جائے تاکہ لوگ سر کی تلاوت کی طرف متوجہ رہیں اور نبی زادیوں کا پردہ بچ جائے کیونکہ ان کے سروں پر چادریں نہیں ہیں۔

زریر نے آگے بڑھ کر پچاس دینار سر اٹھانے والے بدنصیب کو دے کر اس سے درخواست کی کہ سر کو آگے لے جا۔ اس نے رقم لے لی اور کچھ دیر کیلئے

سر کو آگے لے گیا۔

زریر پھر جناب سجاد کے پاس آیا عرض کی آقا کوئی اور حکم؟

جناب سجاد نے فرمایا۔ اگر ہو سکے تو کچھ چادریں دے دے تاکہ ممکن ہے نبی زادیوں کو سر چھپانے کا موقع مل جائے۔ زریر دوڑ کر گیا۔ چادریں لے کے آیا جناب سجاد نے چادریں لے کر جیسے تیسے تقسیم کیں۔ جونہی چادریں تقسیم ہوئیں اور ان لٹی ہوئی شہزادیوں نے اپنے بال چھپانے شروع کیے زریر کہتا ہے میرا اس وقت جگر کباب ہو گیا۔ جب میں نے دیکھا کہ شمر ملعون نے سپاہیوں کو چادریں چھیننے کا حکم دیا۔ اور سپاہیوں نے نیزوں سے چادریں اتار لیں۔ مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے لپک شمر کے گھوڑے کی لگام پکڑی اور کہا۔

تجھے شرم نہیں آتی ظالم! یہ نبی زادیاں ہیں۔ بے پالان کے اونٹوں پر تو نے سوار کر رکھا ہے۔ ان کے ہاتھ پس گردن بندھے ہیں۔ اور انہیں سر تک چھپانے نہیں دیتا۔

شمر نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ کیا دیکھ رہے ہو یہ خارجی ہے اسے مارو۔ ہر طرف سے مجھ پر پتھر برسنے لگے۔ حتے کہ میں گر گیا۔ انہوں نے مجھے مردہ سمجھ کر وہیں چھوڑ دیا۔ مجھے غش آگیا۔ جب افاقہ ہوا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ میں گرتا پڑتا وہاں سے اٹھا۔ قریب ہی ایک مسجد تھی جو مسجد سلیمان کے نام سے معروف تھی وہاں سے گریہ و بکا کی آواز آ رہی تھی میں وہاں آیا۔ دیکھا تو کچھ لوگ مصروف گریہ تھے۔

میں نے کہا۔ یہ سارا شہر فتح کے جشن میں شاداں ہے اور تم رو رہے ہو ان میں سے ایک نے کہا۔ اگر تو محب آل محمد ہے تو ہمارے ساتھ شریک غم ہو جا

اگر کوئی دوسرا ہے تو جا یعقوب عسقلانی کو ہمارے ماتم کی اطلاع دے دے تاکہ
وہ ہمیں بھی محبت آل محمد میں قتل کر دے۔

زریر نے انہیں اپنا حال دکھایا۔ تو ان کے گریہ میں اور اضافہ ہو گیا۔

عسقلان سے چل کر یہ لوگ موصل آئے۔ موصل کے گورنر کو اپنی آمد سے
مطلع کیا۔

والی موصل نے اپنے تمام مصاحبین کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیا۔ انہوں
نے کہا۔ جو کچھ پہلے ہو چکا ہے، ہو چکا ہے اب نہ تو ہم اپنے شہر میں فرزند رسول
کا سر برداشت کریں گے اور نہ ہی اسیران آل محمد کو اپنے بازاروں میں دیکھیں
گے۔

والی موصل نے عمر سعد کو مطلع کیا کہ یہ لوگ محبان آل محمد ہیں۔ اور بڑے
گرم ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے ہاتھ سے قیدی اور سر ہائے شہدا بھی
چھین لیں۔

عمر سعد نے موصل سے تین میل دور ہی رستہ بدل لیا۔

موصل ہی سے باہر والی موصل کے جواب آنے تک یہ قافلہ جتنی دیر
کے لیے رکا اتنی دیر کے لیے انہوں نے سر غریب زہرا ایک پتھر پر رکھا گلوئے
بریدہ سے ایک قطرہ خون گرا۔

اور ہر سال اس پتھر سے خون ابلتا تھا جہاں تمام مسلمان یوم عاشور جمع
ہو کر ماتم کرتے تھے۔

عبدالملک ابن مروان کے دور تک یہ پتھر رہا۔ عبدالملک کو شکوہ کیا گیا
اس نے اس پتھر کو وہاں سے ہٹا لینے کا حکم دیا۔

بعد میں کوئی پتہ نہ چل سکا کہ وہ پتھر کہاں گیا۔

اس کے بعد شیعیان آل محمد نے وہاں ایک مسجد بنائی اور آج تک وہ
مقام مشہد النقطہ کے نام سے مشہور ہے جہاں شیعیان آل محمد یوم عاشور جمع
ہوتے ہیں اور ماتم کرتے ہیں۔

تیرہویں مجلس

نصیبین، قنسرین، کفر طاب، سیبور
حماۃ، حمص، بعلبک

موصل سے چل کر یہ لوگ نصیبین آئے۔ کامل بہائی کے مطابق نصیبین کا حکمران منصور ابن الیاس تھا۔ اس نے شہر کو آراستہ کرنے کا حکم دیا۔ مختلف موڑوں اور چوراہوں پر ان ظالموں نے ہزار آئینہ نصب کیے۔ منصور نے تمام اہل شہر کے ساتھ ان کا پرجوش استقبال کیا۔ خولی جو سب سے آگے آگے تھا۔ داخل شہر ہونے لگا تو گھوڑا رک گیا۔

اس نے گھوڑا تبدیل کیا۔ دوسرا گھوڑا بھی آگے نہ بڑھا۔ اس نے غصہ میں آکر نوک نیزہ کو زمین پر دے مارا۔ سر غریب رسول زمین پر آ رہا۔ ابراہیم موصلی بھی اس مجمع میں موجود تھا۔ اس نے بڑھ کر سر کو اٹھایا۔ جب غور سے دیکھا تو اس نے پہچان لیا۔ کہ یہ فرزند رسول کا سر ہے۔

اس نے کہا۔ اسے ظالمو! تم نے فرزند رسول کو شہید کیا ہے اور ہمیں بتایا کہ ایک باغی تھا۔ شامیوں نے اس خوش نصیب کو شہید کر دیا۔ یہی مقام جہاں خولی نے سر غریب زمین پر گرایا تھا۔ مسقط الرأس کے نام سے ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ ہر سال لوگ یہاں جمع ہو کر زیارت کرتے ہیں۔ اور اپنی حاجات بھی مانگتے ہیں۔

نصیبین سے آگے بڑھ کر یہ لوگ قنسرین آئے۔ بیرون شہر ایک راہب کا گرجا تھا۔ اس راہب نے جب سر سے نور کی کرن دیکھی تو اس نے دس ہزار درہم دے کر رات کے لیے سر لے لیا۔ گرجا کے اندر گیا۔ اس نے ایک ہاتف کی آواز سنی۔

تجھے بشارت ہو۔ تو نے اس کی عظمت کو سلام کیا ہے۔

جب اس نے اِدھر اُدھر دیکھا تو اسے کوئی نظر نہ آیا۔ اس نے سر کو جھولی میں رکھ کر عرض کی۔ بارالہا۔ تجھے اپنی توحید کا واسطہ اس سر کو مجھ سے بات کرنے کا حکم دے۔

سر مظلوم نے فرمایا۔ راہب بتا کیا چاہتا ہے؟

راہب نے کہا۔ مجھے اپنا تعارف کرا تو کون ہے؟

سر مظلوم نے کہا۔ انا ابن محمد المصطفیٰ!

انا ابن علی مرتضیٰ۔

انا ابن فاطمۃ الزہرا۔

انا المقتول بکربلا۔

انا العطشان۔

اس کے بعد سر خاموش ہو گیا۔ راہب نے اپنا منہ مظلوم کے خشک لبوں پر رکھا اور عرض کیا جب تک آپ میری شفاعت کا وعدہ نہیں کریں گے میں نہیں آؤں گا۔

سر مظلوم نے کہا۔ میرے نانا کے دین میں داخل ہو جا۔ تو وعدہ شفاعت کروں گا۔

راہب نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

صبح کو ان لوگوں نے راہب سے سر لیا اور چلے گئے۔ آگے جا کر جب انہوں رقم تقسیم کرنے کی خاطر تھیلیوں کو کھولا تو تمام درہم پتھر بن چکے تھے۔

نصیبین سے چل کر یہ لوگ کفرطاب آئے۔ ان لوگوں نے شہر کے دروازے بند کر دیئے اور انہیں فصیل شہر پر چڑھ کر لعنت کی۔

خولی نے کہا۔ ہم فوج یزید سے ہیں ہمیں پانی پینے دو۔ ان لوگوں نے کہا جن لوگوں نے نواسہ رسول کو پیاسا شہید کیا ہے ان کے لیے ہمارا پانی حرام ہے۔

کفرطاب سے آگے بڑھ کر سپور میں آئے۔ سپور کے جتنے نوجوان تھے سب مسلح ہو گئے۔ اور انہوں نے قسم کھائی کہ ان ظالموں سے سرہائے شہداء اور اسیران آل محمد لیں گے۔ جب انہیں پتہ چلا تو انہوں نے راستہ بدل لیا۔ لیکن سپوری نوجوان نے ان کا تعاقب کیا۔ چھ سو یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ لیکن سر اور قیدی نہ لے سکے بنت زہرا نے پوچھا اس شہر کا نام کیا ہے۔ جناب سجاد نے بتایا کہ۔ اسے سپور کہتے ہیں۔

بی بی نے عرض کیا۔ بارالہا! ان لوگوں نے آل رسول کا احترام کیا ہے انہیں رزق وافر

عطا کر اور ہمیشہ ظالم حکمران سے بچائے رکھ۔ مورخین کہتے ہیں کہ نہ تو کبھی سپور میں قحط آیا ہے اور نہ ہی وہاں کبھی کوئی ظالم حکمران ہوا ہے۔ آج تک یہ لوگ انتہائی امن وسکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

سپور کے بعد یہ قافلہ حماۃ آیا۔ ان لوگوں نے بھی شہر کے دروازے بند کر دیے۔ نفس المہموم کے مطابق ایک شخص روایت کرتا ہے کہ میں ایک سال بغرض حج جا رہا تھا۔ میں حماۃ میں آیا۔ ایک باغ میں ایک انتہائی کہنہ مسجد نظر آئی میں مسجد میں گیا۔ ایک دیوار مسجد پر بڑا پرانا پردہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے پردہ ایک طرف کیا تو اس میں ایک پتھر نصب تھا۔ جس پر کچھ خون بھی منجمد تھا۔ اور پتھر میں گلے کے برابر گڑھا بھی تھا وہاں موجود ایک شخص سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ فوج یزید شام جاتے ہوئے تھوڑی دیر کے لیے یہاں رکی تھی۔ اور انہوں نے غریب زہرا کا سر اسی پتھر پر رکھا تھا۔ یہ گڑھا بھی اسی سر کی وجہ سے ہے اور یہ خون بھی سر شہید سے بہا تھا۔

ابومخنف کے مطابق حماۃ سے آگے یہ قافلہ حمص میں آیا۔ حمص کا حکمران خالد ابن نشیط تھا۔ اس نے تین میل باہر آکر قافلہ کا استقبال کیا۔ شہر کو خوب سجایا گیا۔ جب قافلہ داخل شہر ہوا تو شہر کے تمام نوجوان جمع ہو گئے۔ اور یزیدیوں پر پتھر برسانے لگے چھبیس یزیدی واصل جہنم ہو گئے یہ قافلہ شہر میں داخل ہوئے بغیر واپس ہوا اور بعلبک آیا۔ والی بعلبک نے رقاص طوائفوں۔ ڈھولوں۔ اور باجوں سے استقبال کیا۔ ان لوگوں کو شیر و شربت پلائے۔ ہر طرف گانے اور تالیوں کی آواز آ رہی تھی۔

بنت زہرا نے پوچھا۔ سجاد بیٹے یہ کونسا شہر ہے؟

جناب سجاد نے فرمایا۔ بعلبک ہے۔

بی بی نے عرض کیا۔ بارالہا ان لوگوں نے آل رسول کی توہین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ انہیں ہمیشہ رزق وافر سے محروم رکھ۔ اور انہیں ہمیشہ ایسے حکمران مسلط رکھ جو ان پر ظلم کر کے کبھی سیر نہ ہوں۔

مورخین بتلاتے ہیں کہ آج تک اہل بعلبک کو کبھی پیٹ بھر کر کھانا میسر نہیں آسکا ہمیشہ ایسے حکمران مسلط رہتے ہیں کہ ان کی ناک میں دم رہتا ہے۔

☆ ☆ ☆

☆ ☆

☆

چودھویں مجلس

حلب اور محسن ابن حسین کی شہادت

صاحب قمقام نے معجم البُلدان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حلب کے بالکل قریب جوشن نامی ایک پہاڑ ہے۔ کوہِ جوشن کے دامن میں شیعیان آل محمدؐ کے کافی مزارات ہیں ابن شہر آشوب صاحب مناقب کا مقبرہ بھی انہی میں ہے ایک وقت تھا جب اس پہاڑ میں تانبے کا بہت بڑا ذخیرہ تھا اور بڑی مقدار میں یہاں سے تانبہ نکالا جاتا تھا۔ جب اسیران آل محمدؐ کا قافلہ شام جاتے ہوئے یہاں رکا تھا کوہ ذریت رسول کے اسیر بچوں نے قوکون جوشن میں تانبہ نکالنے والے مزدورں سے پانی مانگا تھا لیکن ان بدبختوں نے پانی کی بجائے ان کمسن بچوں کا مذاق اڑایا تھا۔ بے ساختہ ان بچوں نے بددعا کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قدرت نے یہاں سے تانبہ ختم کر دیا اور کوہ جوشن ویران ہو گیا۔ شدت پیاس اور صعوبت سفر کے مصائب کے نتیجہ میں اسی کوہ جوشن کے دوران قیام ازواج مظلوم کربلا میں سے ایک مستورِ کا بچہ ساقط ہو گیا تھا۔ جس کا نام جناب سجاد نے محسن تجویز کیا تھا۔ اسی جگہ اس بچہ کا مدفن ہے جو مشہد السقط کے نام سے معروف ہے۔

سرکار شیخ عباس قمی نے لکھا ہے کہ ۱۳۴۲ھ میں حج سے واپس آتے ہوئے کوہ جوشن کے دامن میں میں نے محسن ابن حسینؑ کے مزار کی زیارت کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ مقبرہ انتہائی عظیم الشان اور بڑے بڑے پتھروں سے بنایا گیا تھا لیکن حلب میں ہونے والی جنگوں کے نتیجہ میں اس کی عمارت گر گئی ہے۔ اہل حلب اسے شیخ محسن کا مقبرہ کہتے ہیں۔

نسمۃ البحر کے مطابق مشہد السقط کی تعمیر سب سے پہلے سیف الدولہ حمدانی نے کی تھی۔ ہوا یوں کہ سیف الدولہ نے عالم خواب میں اسی مقام سے نور کی کرنیں پھوٹتی دیکھیں۔ صبح کو سیف الدولہ اس جگہ آیا۔ اور اس مقام کو کھودنے کا حکم دیا۔ جب تھوڑا سا کھودا گیا تو ایک پتھر برآمد ہوا جس پر لکھا تھا۔

هذا قبر المحسن ابن حسين ابن علي ابي طالب۔ یہ محسن ابن حسین ابن علی ابی طالب کا مزار ہے۔

سیف الدولہ نے سادات کو جمع کیا اور ان سے اس سلسلہ میں دریافت کیا انہوں نے بتایا کہ جب اسیران آل محمدؐ کو کربلا سے شام لے جایا جا رہا تھا تو اسی مقام پر ازواج غریب زہراؑ میں سے ایک مستور کا سقط ہو گیا تھا۔ جسے اسی مقام پر دفن کیا گیا تھا۔ چنانچہ سیف الدولہ نے اسی وقت مقبرہ بنانے کا حکم دیا۔

سرکار علامہ دربندی نے اسرار الشہادہ میں لکھا ہے کہ دمشق کے قریب ایک بستی میں شبیر نما ایک پتھر ہے جب یزیدی مسلمان اسیران آل محمدؐ اور سرہائے شہدا ر شام لا رہے تھے تو اسی پتھر پر ان لوگوں نے سر مظلوم زہراؑ رکھا تھا۔ اس کے بعد ہر سال یوم عاشور اس شبیر نما پتھر کی آنکھوں کے مقام سے آنسوؤں کی شکل میں پانی

بہتا ہے۔ اطراف و نواح سے شیعیان آل محمدؐ یہاں جمع ہوتے ہیں اور ماتم کرتے ہیں۔

الدمعۃ الساکبہ میں شیخ مفید کے حوالہ سے منقول ہے کہ حلب سے آگے یہ قافلہ قصر بنی مقاتل میں آیا۔ شدت کی گرمی تھی۔ فوج یزید کے پاس پانی ختم ہو گیا۔ ابن سعد نے اپنے چند سپاہی پانی کی تلاش میں بھیجے اور خود قیام کیا۔ اس نے اپنے لیے بہت بڑا خیمہ لگوایا۔ لیکن اسیران آل محمدؐ کو گرم ٹیلوں پر بیٹھنے کو کہا۔ دختر زہراؑ نے جناب سجاد کو اٹھایا ایک اونٹ کے سایہ میں لا کر سلایا۔ کمسن سکینہ بنت حسین نے قافلہ سے ہٹ کر کچھ فاصلہ پر ایک چھوٹا سا درخت دیکھا۔ اس کے سایہ میں آ کر پناہ لی۔ مٹی کا سرہانا بنایا اور لیٹ گئی۔ نیند نے آ لیا۔ قافلہ چلا گیا۔ جب نیند سے بیدار ہوئی تو دیکھا کوئی نہ تھا۔ خاردار صحرا تھا۔ اور اس کمسن کے پاؤں برہنہ تھے۔ کافی دیر تک دوڑنے کے بعد قافلہ کی گرد نظر آئی۔ تو بی بی نے باآواز بلند رونا۔ اور جناب سجاد کو پکارنا شروع کیا۔ جب دختر زہراؑ نے صدائے گریہ سنی تو ابن سعد سے کہا جب تک بچی نہیں آئے گی ہم یہاں سے نہیں جائیں گے قافلہ رکا شہزادی آ گئی پھر قافلہ آگے بڑھا۔

صاحب مصباح الحرمین نے یہ واقعہ یوں لکھا ہے۔ ایک رات جب قافلہ جا رہا تھا کمسن سکینہ کو بابا کی یاد آئی اور شہزادی بے ساختہ بین کرنے لگی۔

ساربان نے کہا۔ بچی تو مجھے بہت تنگ کر رہی ہے۔

شہزادی نے کہا۔ ظالم میرے بابا کو شہید بھی کر دیا ہے۔ ہمیں قیدی بھی بنا لیا ہے۔ اب رونے بھی نہیں دیتے۔

ساربان نے کہا۔ بس اب چپ ہو جا۔ لیکن شہزادی خاموش نہ رہ سکی۔ اس

ظالم نے شہزادی کے بندھے ہوئے ہاتھوں سے کھینچا۔ شہزادی اونٹ سے زمین پر آگئی۔ قافلہ چلتا رہا۔ اور یہ کمسن شہزادی رات کی تاریکی میں بھٹکتی رہی دوڑتے دوڑتے شہزادی کو غش آگیا۔ جب غش سے افاقہ ہوا۔ تو پھر کبھی دوڑنے لگتی اور کبھی بیٹھ جاتی تھی اور پھوپھی کا نام لے کر کہتی تھی ۔

پھوپھی آپ تو چلے گئے میں اس صحرا میں تنہا رہ گئی ۔

مجھے پناہ کون دے گا۔ میں کس کے سایہ میں آرام کروں گی ۔

پھوپھی میں تنہا ہوں ۔ مجھے تو اپنے ہاتھ بھی نظر نہیں آتے ۔

روتے روتے۔ چلتے چلتے اور بین کرتے کرتے ایک مرتبہ پھر شہزادی کو غش آگیا ۔

دوسری طرف جس نیزہ پر سر غریب اللہ ہوا تھا وہ نیزہ نیزہ بردار کے ہاتھ سے نکل کر زمین میں گڑ گیا۔ اس نے ہر چند کوشش کی لیکن نیزہ نہ اٹھا۔ اس نے ابن سعد کو اطلاع دی تمام سپاہیوں نے مل کر نیزہ کو اکھاڑنا چاہا لیکن نیزہ برآمد نہ ہوا۔ عمر سعد نے کہا۔ جاؤ بیمار سجاد سے پوچھو۔ جب جناب سجاد سے پوچھا گیا تو آپ دختر زہرا کے پاس آئے اور عرض کیا۔ پھوپھی فرلا اپنے بچے تو گنو کوئی بچی اونٹ سے گر تو نہیں گئی۔ بنت زہرا نے ایک ایک بچی اور بچے کا نام لینا شروع کیا۔ ہر بچے نے جواب دیا جب سکینہ کا نام آیا تو جواب نہ ملا۔ دو تین مرتبہ پکارنے کے بعد بھی جب جواب نہ ملا تو بنت زہرا نے ہائے سکینہ کر کے اپنے کو اونٹ سے گرا دیا اور بین کرنے لگی ۔

سکینہ میری بچی کہاں کھو گئی ۔

سکینہ تیرا بابا تیرے بغیر نہیں جاتا ۔

سکینہ میں تجھے کہاں تلاش کروں ۔

سکینہ رات کی اس تاریکی میں تو کہاں رہ گئی ۔

یہ کہتے ہوئے دختر زہرا نے واپس دوڑنا شروع کیا۔ بی بی پا برہنہ تھیں اور تمام صحرا خار دار تھا۔ کافی دور آنے کے بعد راستہ ہی پر بی بی کو ایک سیاہی سی نظر آئی۔ جب قریب آئیں تو ایک سیاہ پوش مستور کو دیکھا جو بیٹھی ہوئی تھیں اور حسین کی یتیم بچی اس کی گود میں آہستہ آہستہ رو رو کر اپنا حال بتا رہی تھی۔ وہ مستور بھی رو رہی تھی۔ دختر زہرا نے قریب آ کر کہا ۔

اے کنیز خدا تو کون ہے! تو نے ایک یتیم پر ترس کھا کے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ اس وقت مستور نے رو کر کہا۔ زینب بیٹی مجھے پہچان میں امت کی ستائی ہوئی تیری ماں ہوں۔ کیا تو یہ سمجھتی ہے کہ میں تجھ سے اور تیرے بچوں سے غافل ہوں ۔

⁂ ⁂ ⁂

پندرہویں مجلس

دیر راہب

اسیران آل محمد کی راہ شام میں یہ آخری منزل ہے۔ یہ خیال رہے کہ منازل کی یہ ترتیب ہم نے مقاتل کی معتبر کتب مثلاً ناسخ۔ تمام۔ مقتل ابو مخنف۔ بحار نفس المہموم اور الدمعۃ الساکبہ وغیرہا سے لی ہے۔

قصر بنی مقاتل کے بعد یہ قافلہ جلد از جلد شام پہنچنا چاہتا تھا۔ لیکن راستہ میں انہیں ایک اطلاع ملی کہ مسیب ابن قعقاع خزاعی نے کافی جوانوں کو جمع کر رکھا ہے اور بزور تلوار قیدی اور سر لینا چاہتا ہے۔ عمر سعد گھبرا گیا۔ اور کسی جائے پناہ کی تلاش میں سپاہی بھیجے۔ جلد ہی ایک دستہ نے آکر اطلاع دی کہ ہمارے بہت ہی قریب ایک دیر راہب ہے اگر ہمیں وہاں جگہ مل جائے تو ہم رات امن سے گزار سکتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے دیر راہب کا رخ کیا۔ جب دیر راہب پہنچے تو شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔ دیر کے دروازے بند تھے۔ عمر سعد نے بیرون دیر سے باآواز بلند راہب کو پکارا۔ راہب نے چھت پر سے جھانک کر پوچھا۔

تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔

عمر سعد نے کہا۔ ہم یزید کے سپاہی ہیں۔ اور شام جا رہے ہیں۔ آپ کے قلعہ میں رات گزارنا چاہتے ہیں۔ راستہ میں ہمیں دشمن کے شب خون کا خطرہ ہے

راہب نے کہا۔ تم سپاہی ہو تمہیں کس بات کا خطرہ ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ ایک باغی نے یزید کے خلاف فوج کشی کی تھی۔ یزیدی فوجوں نے عراق میں اسے قتل کیا ہے۔ اب ہمارے پاس ان کے سر اور اہل حرم ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ ان کے کچھ ساتھی ہم سے ان کے سر اور قیدی بزور تلوار لینا چاہتے ہیں۔ رات بسر کرنے دو۔ صبح کو چلے جائیں گے۔

راہب نے جب نیزوں کی طرف دیکھا تو ایک نیزہ پر اسے ایسا سر نظر آیا جو تلاوت قرآن کر رہا تھا۔ اور اس کی خون اور پیشانی سے نور کی ایک کرن تا آسمان پھوٹ رہی تھی۔

راہب نے کہا۔ ہمارا قلعہ اتنا وسیع نہیں ہے کہ تمہارا تمام لشکر آجائے۔ ایسا کرو قیدی اور سر جن کا تمہیں خطرہ ہے قلعہ کے اندر لے آؤ اور تم بیرون قلعہ رات گزارو۔ ان لوگوں کو ناچار راہب کی بات ماننا پڑی۔ قیدی اور سر قلعہ کے اندر پہنچ گئے۔ سر امام مظلوم مقفل صندوق میں بند کر دیا گیا تھا۔ جب تمام لوگ سو گئے تو راہب اٹھا اور اس کمرہ میں آیا جہاں سر مظلوم رکھا تھا۔ اس نے کمرہ کے روشندان سے اندر جھانکا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تمام کمرہ منور ہے سا سے ایسے معلوم ہوا جیسے کمرہ کی چھت شگاف ہو گئی آسمان سے ایک بہت بڑا تخت نازل ہوا اور کمرہ کے اندر چلا گیا۔ ایک آواز آئی راہب آنکھیں بند کر لے ازواج و امہات انبیاء آرہی ہیں۔

راہب نے آنکھیں بند کر کے عرض کیا۔ کیا مجھے بتایا جا سکتا ہے۔ کہ یہ کون کون مستورات ہیں۔

اسی آواز نے جواب دیا۔

جناب حوا۔ جناب ہاجرہ، جناب سارہ، جناب راحیل۔ مادر موسیٰ۔ جناب مریم۔ جناب آسیہ اور دیگر تمام انبیاء کی مطہر ازواج ہیں۔

راہب کہتا ہے مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے ان مستورات نے سر مظلوم صندوق سے نکالا۔ اور ایک ایک مستور نے سر کو اٹھا کر بین کرنا شروع کیے۔ راہب کہتا ہے کہ میں بین سنکر غش کر گیا۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو میں نے یہ بین سنے۔

السلام علیک یا قتیل الام۔
السلام علیک یا مظلوم الام۔
السلام علیک یا شہید الام۔

بنی من ذا الذی فرق بین راسك وجسدك۔	بیٹے وہ کون بد نصیب تھا جس نے تیرے سر کو تیرے جسم سے جدا کر لیا۔
بنی من ذا الذی قتلك وظلمك۔	بیٹے وہ کون بد قسمت تھا جس نے تجھے ظلم سے شہید کیا ہے۔
بنی من ذا الذی بسی حریمك۔	بیٹے وہ کون بد بخت تھا جس نے تیرے اہل بیت کو اسیر کیا۔

بنی من ذا الذی ایتم اطفالک	بیٹے وہ کون تیرہ بخت تھا جس نے تیری کمسن سکینہ کو یتیم کیا۔

راہب یہ بین سنکر پھر غش کھا گیا۔ جب افاقہ ہوا تو کمرہ خالی تھا۔ اور دہشت کے مارے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ گرتا پڑتا کمرہ کے دروازہ پر آیا۔ کانپتے ہاتھوں سے کمرہ کھولا۔ پھر صندوق کا قفل کھول کر سر نکالا۔ مشک و کافور سے غسل دیا۔ پاکیزہ طشت میں اپنے سامنے جائے نماز پر رکھا۔ اور رو رو کر عرض کیا۔

یا راس من رؤس بنی آدم یا کریم یا عظیم جمیع من فی العالم اظنك من الذین مدحهم الله فی التوراة و الانجیل انت الذی اعطاك فضل التأویل لان خواتین السادات من بنی آدم فی الدنیا والآخرة یبکین علیك و یند بنك۔	اے انسانی سر۔ اے کریم اے کرہ ارض پر بسنے والوں سے عظیم تر انسان میرا خیال ہے تو ان افراد سے ہے جن کی اللہ نے توراۃ اور انجیل میں تعریف کی ہے۔ تو وہی ہے جسے اللہ نے تاویل کی فضیلت سے نوازا ہے۔ کیونکہ دنیا اور آخرت میں سردار نبی آدم مستورات تجھ پر رو رہی تھیں اور تیرا ماتم کر رہی تھیں۔

مجھے اپنا تعارف کرا۔ مجھے بتا تو کون ہے؟

تیرا حسب و نسب کیا ہے؟

سر مظلوم گویا ہوا اور فرمایا۔

انا المظلوم۔ انا المهموم۔

انا المظلوم۔ انا الذی بسیف العدوان والظلم قتلت میں بغاوت کی تلوار سے مظلوم شہید ہوں۔

انا الذی بحرب اهل البغی ظلمت انا الذی	میں وہ ہوں جسے سرکشی کی تلوار نے پارہ پارہ کیا ہے
علی غیر جرم نهبت۔	میں وہ ہوں جسے بے گناہ لوٹ لیا گیا ہے۔
انا الذی من الماء حرمت	میں وہ ہوں جسے پیاسا ذبح کیا گیا ہے۔
انا الذی عن الاهل و الاوطان بعدت	میں وہ ہوں جسے اپنے گھر اور وطن سے دور ذبح کیا گیا ہے۔

راہب نے کہا۔ آپ کو اللہ کا واسطہ اپنا مکمل تعارف کرائیں۔ سر مظلوم نے فرمایا۔ اگر تو میرا حسب و نسب پوچھتا ہے۔ تو سن۔

انا ابن محمد المصطفیٰ۔

انا ابن علی المرتضیٰ

انا ابن خدیجۃ الکبریٰ۔

انا ابن فاطمۃ الزہراؑ

انا ابن العروۃ الوثقیٰ

انا شہید کربلا

انا مظلوم کربلا۔

انا عطشان کربلا

انا ظمآن کربلا

انا وحید کربلا

انا سلیب کربلا۔

انا الذی قتلونی الکفرہ بارض کربلا۔

راہب نے جب سر مظلوم سے یہ تعارف سنا تو اپنے ستر شاگردوں کو جمع کیا۔ انہیں تمام واقعہ سنایا۔ وہ سب کے سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ جناب سجاد کے پاس آئے اور عرض کی آقا آپ ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم ان ملاعین کو واصل جہنم کریں اور خود شہید ہو کر جنت میں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں عنقریب اللہ ان سے انتقام لے گا میں اب جنگ سے تھک چکا ہوں۔ میرے اپنے یتیم اتنے ہیں کہ ان سے مجھے فرصت نہیں ملتی۔ میں اور کسی کے یتیم دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆

☆

فصل ۱۴

اس فصل میں اکیس مجالس ہیں

پہلی مجلس

آمد شام

نفس المہموم۔ کامل بہائی۔ اور محدث فیض کاشانی کے مطابق جس دن اسیران آل محمدؐ کا قافلہ شام پہنچا اس دن پورا دمشق دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ ہر طرف عید کا سماں تھا۔ فتح کے جشن منائے جا رہے تھے، ہر ایک نے قیمتی لباس پہن رکھے تھے۔

کامل بہائی کے مطابق دمشق کو سجانے میں تین دن صرف ہوئے اور اسیران آل محمد تین دن دروازہ شام پر داخلہ شام کے منتظر بیرون شام رہے۔ تیسرے دن سرہائے شہداء اور اسیران آل محمد کے استقبال کو پانچ لاکھ مرد اور عورتیں ڈھول بجاتے۔ رقص کرتے۔ تالیاں بجاتے اور خوشیاں کرتے ہوئے باہر آئے۔ استقبال کرنے والوں کا ایک سمندر موجزن تھا۔ آگے سرہائے شہداء تھے ان کے بعد اسیروں کا قافلہ تھا۔

کامل بہائی میں سہل ابن سعد سے مروی ہے کہ سب سے آگے سر سقائے سکینہ تھا جو گھوڑے کے گلے میں تھا اور سب سے پیچھے مگر قیدیوں کے آگے

سر مظلوم بنی تھا۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق مظلوم کربلا کا سر شمر نے نیزہ پر اٹھا رکھا تھا اور بڑے فخر سے کہتا جا رہا تھا۔

انا صاحب الرمح الطویل
سب سے لمبا نیزہ میرا ہے

انا قاتل ذی الدین الاصیل۔
دین کے حقیقی وارث کا قاتل میں ہوں۔

انا قتلت ابن سید الوصیین۔
سید الوصیین کے پارہ جگر کا قاتل میں ہوں۔

انا اتیت براسہ الی امیر المؤمنین۔
امیر المومنین یزید کی خدمت میں میں ہی اس کا سر لایا ہوں۔

ایک بی بی نے فرمایا۔

یا لعین۔
اے ملعون

اتفتخر بقتل من ناغاہ فی المھد جبریل و میکائیل۔
کیا تو اس کے قتل پر فخر کر رہا ہے جسے گہوارے میں جبریل و میکائیل لوری دیا کرتے تھے۔

و من اسمہ مکتوب علی سرادق عرش رب العالمین۔
کیا تو اس کے قتل پر فخر کر رہا ہے جس کا نام عرش رب العالمین کے سرادقات پر

مکتوب ہے۔

و من ختم اللہ بجدہ المرسلین۔
کیا تو اس کے قتل پر فخر کر رہا ہے۔ جس کا نانا خاتم الانبیاء ہے۔

و قمع اللہ بابیہ المشرکین۔
کیا تو اس کے قتل پر فخر کر رہا ہے جس کے باپ کے ذریعہ اللہ نے مشرکین کا قلع قمع کیا ہے۔

فمن مثل جدی محمد المصطفیٰ۔
میرے نانا محمد جیسا کس کا نانا ہے۔

و ابی علی المرتضیٰ
میرے باپ علی مرتضیٰ جیسا کس کا باپ ہے۔

و امی فاطمۃ الزھراء۔
میری ماں فاطمہ زہرا جیسی کس کی ماں ہے۔

تمقام میں ابن شہر آشوب سے منقول ہے کہ بازار دمشق میں ہر شخص نے سنا کہ سر امام مظلوم پڑھتا جا رہا تھا۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ناسخ میں منہال سے منقول ہے کہ سر مظلوم کے آگے آگے ایک شخص سورہ کہف کی تلاوت کرتا ہوا جا رہا تھا۔ جب وہ شخص اس آیت پر پہنچا۔ ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا سر سے

آواز آئی۔

اصحاب کہف سے میرا قصہ زیادہ عجیب ہے۔ انہیں کس نے شہید کیا ہے؟

ان کے بچے کب یتیم ہوئے؟

ان کی مستورات کب اسیر بنائی گئی تھیں۔

مقتل ابو مخنف میں سہل سے مروی ہے کہ ایک چھت پر پانچ عورتیں تھیں ان میں سے ایک بہت ہی بڑھیا تھی جس کی کمر جھک چکی تھی۔ جب سر مظلوم اس کے سامنے آیا تو اس نے ایک بڑا پتھر اٹھا کر سر کا نشانہ لیا۔ پتھر سے دندان مبارک زخمی ہو گئے۔ ہونٹوں سے تازہ خون بہنے لگا۔ سر نوک نیزہ سے فرش بازار پر آرہا۔

(اس مقام پر مسجد السقط کے نام سے ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی)

جب جناب سجاد نے سر مظلوم کی غربت دیکھی تو بد دعا کی۔

اے اللہ! اس سیاہ بخت اور اس کے ساتھیوں کو عبرت بنا دے۔

ابھی آپ کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ چھت گری اور وہ تمام عورتیں اور دوسرے بہت سے تماشائی بھی واصل جہنم ہو گئے۔

ایک روایت کے مطابق اس خبیثہ کا نام ام ہجام تھا۔ جب اس نے سر امام ایک طویل نیزے پر دیکھا جس کی ریش مقدس خون سے رنگین تھی۔ اس نے پوچھا یہ سر کس کا ہے؟ اور اس کے عقب میں دوسرے سر کن کے ہیں۔

اسے بتایا گیا کہ یہ سر غریب زہراؑ کا ہے اور اس کے عقب میں اس کے اقربا،

کے سر ہیں۔

یہ ملعونہ خوشی سے تالیاں بجانے لگی۔

اور کہنے لگی مجھے ایک پتھر دے دو تاکہ میں اس کو ماروں کہ اس کے باپ نے میرے باپ اور شوہر کو قتل کیا تھا۔ کسی نے اسے پتھر اٹھا کر دیا۔ اس بد نصیب نے دندان مبارک کا نشانہ لے کر پتھر مارا۔ تازہ خون لبوں سے ٹپکنے لگا۔

دختر زہراؑ نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ بی بی کو بتایا گیا کہ اس کا نام ام ہجام ہے۔

بی بی نے بد دعا کی۔

بارالہا اسے اپنے مکان سمیت آتش آخرت سے قبل آتش دینا۔ یہ کہا اس وقت مکان میں آگ لگ گئی۔ وہ ملعونہ اور اس کے ساتھ دیگر کئی تماشائی مرد و عورتیں بھی جل گے۔

الدمعۃ الساکبہ کے مطابق بازار شام میں بھی اسیران آل محمد بے پالان کے اونٹوں پر بے مقنع و چادر تھیں۔

قمقام کے مطابق اسیران آل محمد کو باب جیرون سے داخل دمشق کیا گیا تھا۔ اور یزید باب جیرون پر کھڑا دیکھ رہا تھا جب اس نے سر ہائے شہداء اور اسیران آل محمد کو دیکھا تو کہنے لگا۔

لما بدت تلك الرؤس و — جب یہ سر سامنے آئے

اشرقت تلك الشموس — اور جیرون کی بلندی پر یہ

علی ربی جیرون۔ — آفتاب چمکے۔

نعب الغراب فقلت
صح اولا تصح فلقد
قضیت من النبی
دیونی۔

تو کوے نے کائیں کائیں کر کے خبر موت دی میں نے کوے سے کہا۔ تو فریاد کر یا نہ کر میں نے نبی سے اپنے تمام ترض چکا لیے ہیں

---

* * *
* *
*

دوسری مجلس

سہل ابن سعد انصاریؓ

بحار الانوار میں صحابی رسول سہل ابن سعد سے مروی ہے کہ میں مدینہ سے بغرض زیارت بیت المقدس چلا۔

جب میں دمشق میں آیا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تمام بازاروں میں منقش پردے اویزاں ہیں۔ رنگ برنگی ریشمی جھاریں لہرا رہی ہیں۔ ہر جگہ محفلیں جمی ہیں۔ لوگ فرط مسرت سے جھوم رہے ہیں۔ طوائف محو رقص و سرود ہیں۔ ہر محفل مے خانہ بنی ہوئی ہے۔

میں نے دل میں کہا۔ حد ہے کہ آج اہل شام محو عید ہیں اور ہمیں اس عید کا علم تک نہیں۔ میں نے چند افراد کو دیکھا جو ہر قسم کے لہو و لعب سے کنارہ کش ہو کر کھڑے آپس میں انتہائی آہستہ آہستہ کچھ باتیں کر رہے تھے۔ چونکہ ان کے چہروں پر گہری سنجیدگی طاری تھی اس لیے مجھے ہمت ہوئی اور ان سے جا کر پوچھا کیا آج کوئی ایسی عید ہے جس سے ہم متعارف نہیں ہیں۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ اے شیخ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے آپ اہل شام

سے نہیں ہیں ؟

میں نے کہا۔ آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں نے خاتم الانبیاء کی زیارت بھی کی ہے اور چند دن ان کے ساتھ رہنے کا شرف بھی ملا ہے۔ میرا نام سہل ہے۔

اس نے کہا۔ اے صحابی رسول! اے سہل! یہ بات باعث تعجب نہیں ہے کہ اہل شام خوش کیوں ہیں۔ باعث تعجب تو یہ بات ہے کہ آج آسمان خون کیوں نہیں روتا۔ اور ہم لوگ زمین میں غرق کیوں نہیں ہو جاتے ؟

سہل نے کہا۔ آپ عجیب بات کر رہے ہیں۔ لوگ خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور آپ ایسی الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں۔

اس نے کہا۔ ہاں! دختر رسول کے فرزند حسینؑ کا سر یزید کو بطور تحفہ بھیجا گیا ہے اسی کے استقبال میں یہ جشن عید ہے میں نے منہ پیٹ کر کہا۔ حد ہو گئی۔ فرزند رسول کا سر آ رہا ہے اور اہل شام اتنے مسرور ہیں۔

اس نے کہا اسی لیے تو ہم کہہ رہے ہیں۔

میں نے پوچھا۔ کس دروازہ سے لایا جائے گا ؟

ان نے کہا۔ باب الساعات سے۔

ہم یہی باتیں کر ہی رہے تھے کہ علم آنا شروع ہو گئے۔ پھر ایک شہوار آیا جس کے نیزہ پر علم کا پھریرا لہرا رہا تھا اور اس نیزہ پر وہ سر تھا جو رسول کونین کے مشابہ ترین تھا۔ اس کے پیچھے بے پالان کے اونٹوں پر مستورات سوار تھیں جن کے چہرے بالوں سے چھپے ہوئے تھے۔

مجھے کسی بڑے سے تو پوچھنے کی ہمت نہ ہوتی۔ البتہ ایک کمسن بچی جو اونٹ

پر بمشکل بیٹھی تھی سے پوچھا۔

بچی تو کون ہے ؟

بچی نے کہا۔ میں نواسہ رسول کی سکینہ بیٹی ہوں۔

میں نے کہا۔ کیا اس مقام پر تیری کوئی ضرورت ہے ؟ میں آپ کے جدامجد رسول عالمین کا صحابی سہل ابن سعد ہوں۔

بچی نے کہا۔ اے سہل! اگر ہو سکتا ہے تو اس سر بردار سے کہہ دے کہ سر کو اونٹوں سے آگے لے جائے تاکہ میری پھوپھی کا پردہ رہ جائے اور لوگ میرے بابا کی تلاوت قرآن سننے میں مصروف رہیں۔

میں اس شخص کے قریب گیا۔ اور اسے کہا کہ مجھ سے کچھ رقم لے لو۔ اور سر کو اونٹوں سے آگے بڑھا دو۔ اس نے پیسے لے لیے اور کچھ دیر کے لیے آگے بڑھ گیا۔

معدن المصائب میں واقعہ یوں ہے کہ: سہل کہتا ہے میں نے بچی سے پوچھا۔

آپ کون ہیں ؟۔

بچی نے جواب دیا۔

میں حسینؑ ابن علی کی بیٹی سکینہ ہوں۔

میں نے عرض کیا۔

میری آقا زادی میرا اور کوئی بس نہیں چلتا۔ اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو میں بجا لانے کو اپنی سعادت سمجھوں گا۔ میں آپ کے جدامجد رسول ثقلین کا صحابی سہل ابن سعد ہوں۔

اس نے کہا۔ نہیں عید تو نہیں ہے۔

میں نے کہا۔ ہر طرف عید کا سماں ہے۔ اگر یہ عید نہیں تو پھر تمہاری عید کیسی ہوتی ہے؟

اس نے کہا۔ کیا تو مسافر ہے یا اس شہر کے باسیوں سے کٹا ہوا ہے۔

میں نے کہا۔ میں مسافر ہوں۔

اس نے کہا۔ ہمارے شہنشاہ کو ایک باغی کے خلاف فتح نصیب ہوئی ہے یہ سب کچھ اسی کی خوشی میں ہے۔ اس باغی، اس کے ساتھیوں کے سر اور ان کے اہل خانہ بصورت قیدی ابھی ابھی آنے والے ہیں اور ہم ان کے استقبال کی خاطر کھڑے ہوئے ہیں۔

میں نے کہا۔ یہ تو بڑا اچھا ہوا۔ اس باغی کا نام کیا تھا؟

اس نے کہا۔ حسین ابن علی ابن ابی طالب۔

میں نے کہا۔ کیا تم اسی حسین کے قتل کی خوشی منا رہے ہو جو دختر رسول جناب فاطمہ کا فرزند تھا؟

اس نے کہا۔ بالکل وہی حسینؑ قتل ہوا ہے۔ اور یہ سب جشن اسی حسینؑ ابن فاطمہ کے سر اور اس کے اہل بیت کی آمد پر منایا جا رہا ہے۔

میں نے کہا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون یہ آرائش وزیبائش فرزند رسول کے قتل پر۔ اور تمہارا دل صرف اسے قتل کر دینے پر نہیں بھرا تم نے اسے باغی بھی کہنا شروع کر دیا ہے۔

میرے گرد جتنے افراد کھڑے تھے سب قریب ہو گئے اور کہنے لگے۔

او بندہ خدا۔ کیوں خود بھی مرتا ہے اور ہمیں بھی مرواتا ہے۔ اگر کچھ کہنا ہے تو یہاں سے چلا جا۔ ہم جانتے ہیں جو بھی حسینؑ کے حق میں ایک بات بھی کہتا ہے اس کا سر تن پر نہیں رہنے دیا جاتا۔

یہ سنکر میں وہاں سے ایک طرف ہٹ کر رونے لگا۔ میں وہاں سے چلا آرہا تھا کہ ایک بہت بڑا نمائشی آراستہ دروازہ دیکھا۔ تمام لوگ اسی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ رنگ برنگے علم لہرا رہے تھے۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ سر اور قیدی اسی دروازہ سے لائے جائیں گے۔ میں وہیں رک گیا۔ دور سے نوک نیزہ پر بلند کچھ نظر آیا۔ تمام حاضرین نے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ پھر وہ جوں جوں وہ قریب آتا گیا۔ نعروں کے ساتھ ساتھ رقص میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ جب سر دروازہ پر آیا تو میں نے فرزند رسول کو دیکھا جس کی جبین مبین سے بالکل ویسے نور پھوٹ رہا تھا۔ جیسے نبی کونین کی پیشانی سے نظر آتا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر میں تو اپنے آپ میں نہ رہا۔ اپنے رخساروں پر طمانچے مارنے لگا۔ سر کے بال نوچ لیے۔ گریبان چاک کر ڈالا۔ بے ساختہ ہو کر سینہ کوبی کر کے ہائے رسول۔ ہائے حسین اور ہائے زہرا کر کے رونے لگا۔ اور آنحضور کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے آقا! اپنے حسینؑ کی خون آلود سرخ داڑھی دیکھے۔

میرے مولا۔ اپنے حسین کے خاک آلود رخسار دیکھے۔

میرے آقا۔ اچھا ہوا آج آپ موجود نہیں ورنہ اپنے محبوب بیٹے کا سر اور اپنی بہو بیٹیوں کو آج آپ تماشائیوں کے ہجوم میں بھرے بازار میں کیسے دیکھتے

میرے مولا۔ آپ کیسے برداشت کرتے جب بازاری لوگ بنت زہرا کی

تلوار میان سے نکالی اور ان ملاعین پر حملہ کر دیا۔ تیرہ چودہ کو تہ تیغ کر کے خود شہید ہو گیا۔

اس مخدرہ نے مجھ سے پوچھا۔ یہ کیسا شور ہے؟

میں نے اس نصرانی کا تمام واقعہ سنا دیا۔

اس بی بی نے کہا۔ اللہ کی شان ہے۔ جنہیں یہ لوگ کافر اور عیسائی کہتے ہیں وہ تو ان کے اہلبیت رسول کی بے کسی نہ دیکھ سکا شہید ہو گیا۔ اور جو لوگ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں وہ اپنی رسول زادیوں کا تماشا دیکھنے کی خاطر آگے سے آگے بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔

☆ ☆ ☆

☆ ☆

☆

چوتھی مجلس

ایک شامی کا امام بیمار سے مکالمہ

لہوف میں سرکار علامہ ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ۔ جب اسیران آل محمد کا قافلہ بازار دمشق میں پہنچا۔ جناب ام کلثوم زینب نے ایسے مجبوری اور ناچاری کے عالم میں شمر سے فرمایا۔

شمر تجھے معلوم ہے کہ میں نے کربلا سے شام تک تجھ سے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ اگر تو ہمیں رسولؐ زادیاں نہیں سمجھتا نہ سمجھ۔ اگر دختران زہرا نہیں سمجھتا نہ سمجھ اگر تجھے میرے بابا علی سے کوئی دکھ پہنچا ہوا ہے۔ تو اس کا انتقام تو نے میرے بھائی کے گلوئے نازنین پر کند خنجر چلا کر پورا کر لیا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ میرے آباؤ اجداد نے کبھی کسی بہو بیٹیاں کو یوں کھلے سر درباروں اور بازاروں میں نہیں پھرایا تھا۔ اب تو دیکھ رہا ہے پانچ لاکھ کا مجمع ہے۔

دو میں سے ایک کام کر۔

سروں کو۔ بے پالان کے اونٹوں سے آگے لے جانے کا حکم دے یا ہمارے پس گردن بندھے ہوئے ہاتھوں کو کسی عورت سے کھلوا دے۔

اس ظالم نے حکم دیا کہ ہر محمل کے ساتھ ایک سر بردار چلے ۔

جب اسیران آل محمدؐ دربار یزید کے دروازہ پر پہنچے تو اس قافلہ کو وہیں کھڑا کیا گیا جہاں غیر مسلم قیدیوں کو روکا جاتا تھا ۔

بحار کے مطابق ایک سن رسیدہ شخص جناب سجاد کے قریب ہوا اور کہا ۔

اس اللہ کی حمد ہے جس نے تمہیں قتل کیا ہے ۔

زمین خدا کو تمہارے شر سے محفوظ کر لیا ہے ۔

اور

امیر المومنین یزید کو فتح و نصرت عنائت فرمائی ہے ۔

جناب سجاد نے فرمایا ۔

اے بزرگوار ! کیا آپ نے قرآن پڑھا ہے ۔

بوڑھے نے جواب دیا ۔

ہاں پڑھا ہے ۔

لیکن تمہارا قرآن سے کیا واسطہ ؟ میں نے سنا ہے کہ تم تو قرآن کو نہیں مانتے ۔

جناب سجاد نے فرمایا ۔ کیا تو نے لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی کی آیت بھی پڑھی ہے ۔

بوڑھے نے کہا ۔ ہاں پڑھی ہے ۔

جناب سجاد نے فرمایا ۔ اگر یہ آیت پڑھی ہے تو پھر تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جو قربائے رسول اجر رسالت میں ہم وہی ہیں ۔

کیا تو نے واعلموا انما غنمتم من شیء فان اللہ خمسہ وللرسول ولذی القربی بھی پڑھی ہے ؟

بوڑھے نے کہا ۔ ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے ۔

جناب سجاد نے فرمایا ۔ اگر پڑھی ہے تو اس آیت میں ذوی القربی کا مصداق ہم ہیں ۔

کیا تو نے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا بھی پڑھی ہے ۔

بوڑھے نے کہا ۔

ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے ۔

جناب سجاد نے فرمایا ۔ اگر یہ آیت بھی پڑھی ہے تو پھر یقین کر اہلبیت کا مصداق بھی ہم ہیں ۔

یہ سنکر وہ بوڑھا کچھ دیر تو مبہوت اور حیران کھڑا رہا ۔

پھر پوچھا ۔

بخدا ! کیا تم وہی ہو ۔

جناب سجاد نے فرمایا ۔ ہاں ہم وہی ہیں اس میں کوئی شک نہیں ۔ مجھے اپنے نانا کے برحق ہونے کی قسم ہم ہی وہی ہیں ۔

اس جواب کے بعد اس بوڑھے نے اپنا عمامہ اتار کر پھینک دیا ۔ گریبان چاک کیا ۔ سر میں خاک ڈالی دھاڑیں مار کر رونے لگا اور رخ بسوئے آسمان کرکے عرض کرنے لگا ۔

اے اللہ ! میں کے ہر اس فرد پر لعنت کرتا ہوں جو دشمن

آل محمدؐ ہو۔

اے مظلوم! کیا میرے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟

جناب سجادؑ نے فرمایا۔ اگر خلوص دل سے توبہ کرے تو اللہ کریم ہے معاف فرمادے گا۔

بوڑھے نے عرض کیا۔ میرے آقا! میں خلوص دل سے اپنے کفریات کی توبہ کرتا ہوں۔

یزید کی سی۔ آئی۔ ڈی۔ نے اسے اس بوڑھے کے تمام واقعہ کی اطلاع دے دی۔

یزید نے اس بوڑھے کو گرفتار کر دیا۔ اور سر دربار اسے قتل کرنے کا حکم دیا یہ غریب محمدؐ و آل محمدؐ سے محبت کے جرم میں شہید کروایا گیا۔

بحار کے مطابق تابعین صحابہ میں سے خالد ابن عفران نے جب فرزند رسول کے سر کو دربار یزید کے دروازہ پر سولی پر چڑھتے ہوئے دیکھا تو چھپ گیا۔ بڑی تگ و دو کے بعد جب اس کو اس کے ساتھیوں نے تلاش کیا تو اس سے چھپنے کا سبب پوچھا۔

خالد نے کہا۔ ظالمو! کیا کچھ بتانے کو رہ گیا ہے؟

میں تو غضب خدا کے خوف سے چھپ گیا تھا۔ پھر اس نے اشعار میں بتایا آخری شعر یہ ہے۔

یکبرون بان قتلت وانما قتلوا بك التکبیر والتهلیل

(اے فرزند رسول! تیری شہادت پر یہ لوگ اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ تیرے ساتھ ان ظالموں نے

تکبیر اور کلمہ کو قتل کر ڈالا ہے۔

امالی صدوق کے مطابق اسیران آل محمدؐ کو دن میں داخل بازار کیا گیا تھا اہل شام نے اسیران آل محمدؐ سے سوال کیا۔ ہم نے آپ جیسے مظلوم قیدی کبھی نہیں دیکھے آپ کہاں سے ہیں؟

ثانیہ زہراؑ نے جواب دیا۔

ہم اسیران آل محمدؐ ہیں

* * *
* *
*

پانچویں مجلس

یزید کی پیشی

جب اسیران آل محمدؐ کا قافلہ یزید کے سامنے پیش کیا گیا اس سے پہلے یزید نے دربار کو خوب آراستہ کیا۔

اموی خورد و کلاں انتہائی آراستہ و پیراستہ اپنے دائیں بائیں بٹھائے۔ یزید نے اپنے سر پہ جواہرات سے آراستہ تاج سر پر رکھا ہوا تھا۔ زوال آفتاب کے قریب اسیران آل محمدؐ در دربار پر آئے اور تین گھنٹے دربار کے دروازہ پر اس انتظار میں روکے گئے کہ ابھی دربار کی آرائش مکمل نہیں تھی اور یزید کی طرف سے اجازت نہیں مل رہی تھی۔

محضر ابن ثعلبہ عائدی نے باآواز بلند کہا۔ ہم مجرموں کو لے کر شرف باریابی کی اجازت چاہتے ہیں۔

جناب سجادؑ نے فرمایا۔ اے محضر تجھ سے زیادہ روسیاہ بیٹا کم مائیں جنیں گی۔

یزید کی طرف سے اجازت ملی۔

جب داخل دربار ہوئے تو محضر نے کہا۔

بعزة الامیر قتلنا	عزت امیر کی قسم! ہم نے
اهل بیت ابی تراب	ابوتراب کے خاندان کے
واستاصلناهم	ہر خورد و کلاں کو قتل کر ڈالا
	ہے اور کوشش کی ہے کہ ان
	میں سے کوئی نہ بچے۔

اس کے بعد ان لوگوں نے تفصیل سے واقعات کربلا بیان کرنا شروع کیے سر مظلوم کربلا شمر کے ہاتھ میں تھا۔ بعض روایات کے مطابق زحر ابن قیس کے پاس تھا۔

نفس المہموم کے مطابق سر مظلوم زہرا زحر ابن قیس کے ہاتھ میں تھا اور اس نے بجائے سر کو رکھنے کے یزید کی طرف ہوا میں اچھال کر کہا۔ یہ ہے باغی کا سر اس کے بعد اس نے واقعات کربلا کی تفصیل بتائی۔

ارشاد شیخ مفیدؒ کے مطابق عبداللہ ابن ربیعہ حمیری کا بیان ہے کہ جب زحر ابن قیس اسیران آل محمد کو لے کر دربار یزید میں آیا میں اس وقت اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

یزید نے کہا۔

حالات کیا ہیں۔

زحر نے کہا۔ آپ کو فتح مبارک ہو۔ فرزند رسول اپنے اہلبیت میں سے اٹھارہ اور انصار میں سے ساٹھ افراد کے ساتھ کربلا میں وارد ہوا۔ ہم نے انہیں گھیرا۔ ان کے سامنے آپ کی بیعت اور ابن زیاد کی اطاعت پیش کی۔ ان لوگوں نے آپ کی بیعت سے

انکار کیا۔ پھر ہم نے ان سے جنگ کو کہا انہوں نے جنگ کرنا قبول کر لیا۔ لیکن چند ہی منٹ میں ہم نے ان تمام افراد کو تہ تیغ کر دیا اب ان کے سر اور گرفتار شدہ اہلبیت آپ کے سامنے ہیں۔

ابن جوزی نے اپنی کتاب **الرد علی المتعصب العنید فی تصویب فعل یزید** میں لکھا ہے کہ۔

ابن زیاد کے حکم قتل فرزند رسول۔ عمر سعد اور شمر کو مسلط کرنے اور آل محمدؐ کو رسن بستہ اپنے روبرو پیش کرنے پر ہمیں حیرت نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں تو حیرت یزید کے اس ذاتی فعل سے ہے جس کا مظاہرہ خود اس نے کیا ہے۔ اور یزید کے اسی مظاہرہ سے یزیدی ایجنٹوں کی وکالت ختم ہو جاتی ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یزید قتل حسین پر نادم تھا۔ اور اسی ندامت کی وجہ سے اس نے صرف ایک ہفتہ تک آل محمدؐ کو زندان شام میں رکھا پھر باعزت واپس مدینہ بھیج دیا۔ بھلا جو شخص قتل حسینؑ پر خوش نہ ہو۔

کیا وہ صرف اسیران آل محمدؐ اور سروں کے استقبال کی خاطر دمشق کو دلہن کی طرح سجانے کا حکم دے سکتا ہے؟

کیا ایسا شخص صرف اپنے دربار کو آراستہ کرنے کی خاطر اسیران آل محمدؐ کو اپنے در دربار پر تین گھنٹے روک سکتا ہے۔

کیا ایسا شخص دربار میں اموی اور غیر اموی رؤسا کو مدعو کر کے ہیرے اور جواہرات سے آراستہ منبر پر بیٹھ کر فاخرہ لباس پہن کر سر اور اسیروں کو اپنے حضور پیش ہونے کا حکم دے سکتا ہے۔

کیا پشیمان ہونے والا سر مظلوم کربلا کو طلائی طشت میں رکھ کر اس پر شراب

انڈیل کر یہ کہہ سکتا ہے کہ حسینؑ یہی وہ شراب ہے جسے تیرا نانا حرام بتاتا تھا؟۔

کیا ندامت محسوس کرنے والا شخص فرزند رسول کے دندان مبارک پر چھڑی رکھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ۔

کاش میرے بدر کے مقتول موجود ہوتے۔ آج تیرے سر کو دیکھ کر وہ مجھے دعا دیتے۔

دین کیا ہے بنی ہاشم کا ایک سیاسی سٹنٹ تھا۔ ورنہ نہ کوئی جبریل آیا ہے اور نہ کوئی وحی ہوتی ہے۔

ہاں! اگر یزید نے سر فرزند رسول کو غسل دے کر دفن کرنے کا حکم دیا ہوتا۔

زہرا زادیوں کے سروں پر چادریں دی ہوتیں۔
بتول زادیوں کو خرابہ شام میں قید نہ رکھا ہوتا۔
آنحضور کی نبوت سے انکار نہ کیا ہوتا۔
سر فرزند رسول کی شراب اور چھڑی سے توہین نہ کی ہوتی
وحی اور جبریل کی آمد سے انکار نہ کیا ہوتا۔
ابن زیاد۔ عمر سعد اور شمر سے باز پرس کی ہوتی۔
قتل اولاد رسول کا مقدمہ چلایا ہوتا۔

تو پھر وکلائے یزید کی بات مان لیتے ہیں ہمیں بھی تامل نہ ہوتا۔ لیکن موجودہ حالات میں از روئے تاریخ کوئی مسلمان تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ یزید قتل حسینؑ پر راضی نہ تھا۔

ابن عقدہ نے کہا ہے کہ جو چیز کفر یزید پر صراحتاً دلالت کرتی ہے اور
جس سے یزید پر لعنت نہ صرف جائز ہو جاتی ہے۔ بلکہ واجب ہو جاتی ہے
وہ یزید کے یہ اشعار ہیں جو اس نے سر فرزند رسول پر شراب ڈالتے ہوئے کہے
تھے۔

اذا ما نظرنا فی امور قدیمۃ   وجدنا حلالا شربھا متوالیا

جب ہم اپنے ماضی کے حالات میں غور کرتے ہیں تو ہمیں متواتر
شراب نوشی حلال اور جائز ملتی ہے

وان مت یا ام الاحیمر فانکحی   ولا تاملی بعد الفراق تلاقیا

اے ام احیمر اگر میں مر جاؤں تو بڑی خوشی سے دوسری شادی
کر لینا۔ یہ امید نہ رکھنا کہ مرنے کے بعد زندہ ہو کر ملنا ہے۔

فان الذی حدثت من یوم بعثنا   احادیث طم تجعل القلب ساھیا

قیامت کی جو باتیں تجھے بتائی جاتی ہیں۔ یہ سب فضولیات میں ان
سے دل بیکار ہو جاتا ہے۔

کون مسلمان ہے جو ان اشعار کو دیکھ کر یزید کو کافر نہ سمجھے۔
قاضی ابو یعلی نے اپنی کتاب الوجھیں والریتین میں امام حنبل سے نقل کیا ہے کہ
یزید سے یہ اشعار مسلماً منقول ہیں۔ اور ان اشعار میں یزید نے جو کچھ کہا ہے
وہ یہ ہے۔

و۔ یزید نے مقتولین بدر کفار کی موت پر اظہار افسوس کیا ہے۔
ب۔ یزید نے مقتولین بدر کی موت پر افسوس کر کے حکم خدا اور عمل رسول سے
انکار کیا ہے۔

ج۔ یزید نے قتل فرزند رسول کو مقتولین بدر کے بدلہ میں جائز قرار دیا ہے۔
د۔ یزید نے مقتولین بدر اور فرزند رسول کو برابر سمجھا ہے حالانکہ ارشاد قدرت
ہے۔ اہل جنت اہل جہنم کے برابر نہیں۔
یزید نے لاملک جاء ولا وحی نزل کہہ کر کھلم کھلا قرآن سے انکار کیا ہے۔
یزید نے رسالت کو حصول حکومت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔
یزید نے توحید، رسالت اور قیامت سب سے انکار کیا ہے۔
لہذا یزید مرتد تھا۔ کافر تھا اور اپنے دادا کے دین پر تھا۔
مجاہد کا بیان ہے کہ یزید منکر اسلام تھا۔ کیونکہ۔
زہری کی روایت ہے کہ جب آل رسول کے سر آئے تو یزید مقام جیرون پر
تھا۔ جب دور سے نیزوں پر بلند سر ہائے شہدا نظر آئے تو یزید نے یہ اشعار پڑھے

لما بدات تلک الرؤس واشرقت   تلک الشموس علی ربی جیرون

جب یہ سر ظاہر ہوتے اور آفتاب کی مانند جیرون کے ٹیلوں پر
چمکنے لگے۔

نعب الغراب فقلت صح اولا تصح   فلقد قضیت من النبی دیونی

کوا چلایا۔ میں نے کہا اے کوے تو چلا یا نہ چلا اب میں نے نبی سے
اپنے تمام قرضے وصول کر لیے ہیں۔

ان اشعار کے پڑھ لینے کے بعد وہ کون مسلمان ہے جو کفر یزید میں شک کرے
جب یہ خبیث تخت پر جا کر بیٹھا اور سر اس کے سامنے پیش کیے گئے تو اس نے
شراب پی کر جام کو اس طشت میں الٹ دیا جس میں فرزند رسول کا سر رکھا تھا اور
مذاق اڑا کر کہنے لگا۔

تیرے نانا نے تو اسے حرام کیا تھا۔ لیکن ہے بڑی مزیدار ہے۔ اچھا اب اپنے بابا علی کے ہاتھوں کوثر کا جام پی لینا۔ کاش حسینؑ تو دیکھتا کہ تیرے نانا نے جس سونے کا پہننا مرد کے لیے ناجائز بتایا تھا۔ آج تیرے جسم پر کیسے سج رہا ہے۔

التبر المذاب کے مطابق اس ملعون کے ہاتھ میں بید کی ایک چھڑی تھی۔ جسے یہ فرزند رسول کے لبوں پر مارنے لگا۔ دربار میں بیٹھے تمام افراد اس کے اس مکروہ عمل کو دیکھ کر اٹھ گئے۔ ایک کنیز سامنے آئی اور کہنے لگی۔ او ظالم تجھے کیا معلوم کہ ان لبوں کو رسول خدا چوم چوم کر تھکتے نہیں تھے۔ اور تو چھڑی مار رہا ہے۔ اس نے جلاد کو حکم دیا کہ اس بدزبان کنیز کو قتل کر دے۔ یہ بے چاری محبت فرزند رسول کے جرم میں سر دربار شہید کر دی گئی۔

☆ ☆ ☆
☆ ☆
☆

چھٹی مجلس

یزید اور سر مظلوم زہرا

امام صادق کا ارشاد گرامی ہے کہ جس طرح جناب یحیی کا قاتل حرامزادہ تھا اسی طرح فرزند رسول کا قاتل بھی حرامزادہ تھا۔

امام باقر فرمایا کرتے تھے۔ انبیاء اور اولاد انبیاء کو حرام زادہ ہی قتل کرتا ہے۔

علمائے اہل سنت میں معروف علامہ بکری کا کہنا ہے میسون بنت بجدل کلبی اپنے والد بجدل کے گھر باپ کے غلام کے پاس سوئی تھی جس سے یزید پیدا ہوا۔ علامہ بکری نے اس سلسلہ میں یہ دو اشعار بھی کہے ہیں۔

فان یکن الزمان اتی علینا   بقتل الترك والموت الوحی

اگر آج زمانہ نے ہمارے سر پر قتل اور وحشت ناک موت مسلط کردی ہے تو کیا ہوا۔

فقد قتل الدعی وعبد کلب   بارض الطف اولاد النبی

قبل ازیں بھی تو۔ حرامزادہ (ابن زیاد) اور بنی کلب کے غلام

(یزید) نے میدان کربلا میں اولاد نبیؐ کو شہید کیا ہے۔

بعض مورخین کے بقول میسون معاویہ کی کنیز تھیں۔ جس سے یہ یزید پیدا ہوا۔

بعض مورخین کے بقول معاویہ کو آلہ تناسل پر ایک مرتبہ بچھو نے ڈس لیا تھا۔ معالجوں نے کسی بڑھیا سے جماع کو کہا۔

چنانچہ میسون بڑھیا طوائف تھی سامنے لایا گیا معاویہ نے اس سے مباشرت کی جس کے نتیجہ میں یزید طوائف ماں مسموم باپ اور زنا کی مباشرت سے بطور نتیجہ برآمد ہوا۔

والذی خبث لا یخرج الا نکدا۔ کی آیت انہی باپ بیٹے کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ اس خبیث میں حکمرانوں جیسی ایک عادت بھی نہ تھی۔ صورت و سیرت ہر دو غلاموں جیسی تھیں۔ بدصورت چہرہ، مکروہ شکل، چپٹی ناک، سیاہ رنگ، نچلا ہونٹ اونٹ کی طرح دراز۔ کھردرے ہونٹ، چہرہ پر چیچک کے داغ۔ چہرہ ہی پر تلوار کا زخم۔ بھدا گلا۔ پھٹی ہوئی آواز۔

طرماح ابن عدی ابن حاتم طائی جب حضرت علیؑ کی طرف سے معاویہ کے پاس خطے کر گیا تھا۔

اور اس نے یزید کو گلا پھاڑ کر باتیں کرتے سنا تو اس نے یزید کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی تھی۔

یہ گلا پھاڑنے والا۔ روسیاہ۔ جس کی سونڈ زخمی ہے۔ جس کا حلق کھلا ہے اور ناک چپٹی ہے کون ہے۔

درباریوں نے کہا۔ او بدو! چپ رہ کیا کہہ رہا ہے۔ تو نہیں جانتا یہ یزید ہے۔

طرماح نے کہا۔ میں کیا جانوں یزید کون ہے اللہ کبھی اس کی مرادیں پوری نہ کرے۔

نتیجہ یہ کہ اس کے عادات اور شکل سب غلاموں سے تھے۔ اسی لیے احساس کمتری میں مبتلا تھا۔ دربار میں سونے کی تاروں سے بنی ہوئی چادر اوڑھ کر بیٹھتا تھا سونے کے جوتے پہنتا تھا۔ موتیوں سے جڑے ہوئے ریشمی تسمے جوتوں میں ڈالتا تھا۔

سونے کی چھڑی ہاتھ میں رکھتا تھا۔ جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا۔ سر پر یاقوت اور ہیروں سے جڑا ہوا تاج رکھتا تھا۔ اسی لباس میں تھا جب فرزند رسول کا سر اس کے سامنے پیش کیا گیا۔

مناقب کے مطابق اس خبیث نے ہزار رنگ خوشبوئیں لگا رکھی تھیں لیکن جب سر مظلوم اس کے سامنے آیا۔ تو سر سے اٹھنے والی مہک سے ہر خوشبو پھیکی پڑ گئی۔ جسے تمام اہل دربار نے محسوس کیا۔

لہوف کے مطابق اس نے رسول زادیوں کو اپنے عقب میں کھڑا کرنے کا حکم دیا تاکہ سر مظلوم سے کی جانی والی گستاخیاں نہ دیکھیں۔ لیکن جب اس نے شراب پی اور سر مظلوم سے جسارت کرنے لگا تو پھر نشہ میں اسے کسی بات کا خیال نہ رہا۔

جناب سجاد اور جناب ام کلثوم زینب نے اسے جسارت کرتے ہوئے دیکھ لیا۔

جناب سجاد کے متعلق ہے کہ اس واقعہ کے بعد آپ کبھی کسی حیوان کا کٹا ہوا سر بھی دیکھ کر برداشت نہ کر سکتے تھے۔ جب بنت زہرا نے دیکھا تو بیساختہ بین کیا۔

ہائے حسینؑ!

ہائے حبیب رسول!

ہائے مکہ و منی کے فرزند!

ہائے دختر رسول کے پارہ جگر!

مورخین بتاتے ہیں کہ بنت زہرا کے یہ بین سنکر دربار یزید میں بیٹھا ہوا شخص بے ساختہ رونے لگا۔

تمقام کے مطابق سر مظلوم کو یزید کے سامنے پیش کرنے سے قبل غسل دیا گیا تھا۔ اور ریش مبارک میں کنگھی کی گئی تھی۔

پھر یزید نے بید کی چھڑی خصوصی طور پر منگوائی اور امام مظلوم کے دندان مبارک پر مارنے لگا۔

ابو برزہ اسلمی صحابی دربار یزید میں بیٹھا تھا۔ جب اس نے یہ جسارت دیکھی تو اس سے نہ رہا گیا۔ اور کہنے لگا۔

یزید تو ان دانتوں اور لبوں پر چھڑی مار رہا ہے جن کو نبی کونین بوسے دیتے تھے۔ میں نے اپنے انہی کانوں سے سنا ہے اور ان آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک آنحضور دونوں بھائیوں کے لب چوم کر فرما رہے تھے۔

تم دونوں جوانان جنت کے سردار ہو اللہ تمہارے قاتل کو ہلاک کرے اور اللہ تمہارے قاتل پر لعنت کرے اور اسے جہنم کے بدترین مقام پر

ٹھکانا دیتے۔

یزید نے ابو برزہ کو دربار سے نکل جانے کا حکم دیا۔

معدن المصائب میں ہے کہ جناب سکینہ خاتون نے جب دیکھا کہ یزید چھڑی سے جسارت کر رہا ہے تو دھاڑیں مار کر کہا۔ پھوپھی اماں! ذرا بوسہ گاہ نبوی کو تو دیکھے۔

ساتویں مجلس

یزیداور شطرنج

امالی صدوق میں امام رضا سے مروی ہے کہ۔

ہمارے شیعیوں کو شطرنج تاش اور شراب سے دور رہنا چاہیے۔ انہیں کیا معلوم کہ اس ظالم کی شطرنج بازی میں زہرازادیوں کو کتنے گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ نہ بازی ختم ہوتی تھی اور نہ رسول زادیوں کو بیٹھنے کی اجازت مل رہی تھی ہمارے شیعہ کا حق ہے کہ جب وہ تاش اور شراب کو دیکھیں تو یزیداور اس کے بھی خواہوں پر لعنت کریں۔

دربار یزید میں کھلے عام شراب اس دن لائی گئی جب اسیران آل محمد کو دربار میں پیش کیا گیا۔ اس ظالم نے فرش دربار پر شہدائے ذریت نبی کے سر بچھائے اوپر دستر خوان لگوایا۔ دستر خوان پر رنگا رنگ کھانے چنے لگے۔ تمام اموی رؤسا کو دستر خوان پر بٹھایا۔ اور اسلام میں وہ پہلا دن تھا جب اس نے غلام کو شراب لانے کا حکم دیا۔ جب شراب آگئی تو تمام امویوں سے کہنے لگا۔

لو یہ بڑی مبارک شراب ہے۔ جی بھر کے پیو۔ اس کی برکت دیکھو آج یہ

شراب دربار عام میں آئی ہے اور آج ہی ہمارے دشمن نبی زادے کا سر بھی آیا ہے جس پر دستر خوان لگا کہ ہم یہ شراب پی رہے ہیں۔ آج ہمیں کھانا لطف دے رہا ہے۔ ہمارے دل مطمئن ہیں کیونکہ بدر کے بعد آج ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہیں۔

لہذا ہمارے شیعوں کو ہمیشہ شراب سے نفرت کرنا چاہیے۔

امالی صدوق ہی میں فضل ابن شاذان سے مروی ہے۔ کہ میں نے امام رضا سے سنا ہے۔

کہ جب سر مظلوم زہرا یزید کے پاس لایا گیا تو پہلے اس نے سر مظلوم پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا۔ پھر دستر خوان اٹھا لیا گیا اور اس نے شطرنج کی بساط بچھانے کا حکم دیا۔ جب سر مظلوم پر بساط بچھ گئی تو بازی کھیلنے میں مصروف ہو گیا۔ جب بھی یزید اور اس کوئی ساتھی کامیاب چال چلتا تھا تو تین گھونٹ شراب کے پیتا تھا۔ اور یزید سرور انبیاء۔ علی مرتضی اور حسنین شریفین کا مذاق اڑاتا تھا۔

التبر المذاب میں ہے کہ یہ خبیث جام شراب پینے کے بعد بچی ہوئی شراب سر مظلوم پر انڈیل کر کہتا تھا۔

ہاں حسین تیرا باپ تو ساقی کوثر ہے۔ اگر میں حوض کوثر پہ آؤں تو اپنے بابا سے کہہ دینا کہ مجھے نہ پلائے

ہاں حسین! تیرے نانا نے امت کو شراب اور سونے سے محروم کر دیا تھا آج ذرا دیکھ وہی تیرے نانا ہی کا منبر ہے جس کے نیچے سونے کے طشت میں تیرا سر رکھا ہے۔ تیری داڑھی میں شراب کے قطرے ہیں اور تیرے سر پر تاش کی بازی

لگی ہے ۔

ہاں حسین! تیرا باپ فخر کیا کرتا تھا کہ میں نے بدر میں بڑے بڑے کافروں کو تہ تیغ کیا تھا۔

آج کا دن یوم بدر کا بدلہ ہے ۔

بحار کے مطابق ان بکواسات کے بعد یہ خبیث اہل دربار کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا تمہیں تو معلوم ہے کہ

حسین مجھ پر فخر کیا کرتا تھا کہ ۔ میرا باپ یزید کے باپ سے افضل ہے ذرا جا کر لوگ دیکھیں کہ حکمران کس کا باپ تھا ۔ اور مقتول مسجد کس کا باپ تھا ۔ یہ کہا کرتا تھا کہ اس کی ماں میری ماں سے افضل ہے ۔ اسے میں بھی جانتا ہوں ۔ یہ سچ کہتا تھا ۔

یہ کہا کرتا تھا کہ میرا نانا یزید کے نانا سے افضل ہے ظاہر ہے جو لوگ جد حسینؑ کا کلمہ پڑھتے ہیں وہ کب میرے نانا کو جد حسینؑ سے افضل سمجھیں گے ۔ یہ کہتا کہ میں یزید سے افضل ہوں ۔ بھلا اب اسے کون بتائے کہ یزید وہ ہے جس نے تیرے سر پر دستر خوان لگا کر کھانا کھایا تھا ۔

یزید وہ ہے جس نے تیرے نانا کے حرام کردہ لہو و لعب کو تیرے سر پر تاش کھیلا ہے ۔

یزید وہ ہے جس نے تیرے نانا کی ناجائز شراب کو تیری داڑھی پر بہایا ہے ۔

یزید وہ ہے جس نے تیرے نانا کے حرام کردہ سونے کے طشت میں تیرے سر کو سجایا ہے ۔

یزید وہ ہے جس نے سونے کے جوتے پہن رکھے ہیں ۔ یاقوت کا تاج سر پر ہے ۔ بھلا کہاں یزید اور کہاں حسینؑ؟

منتخب کے مطابق ان بکواسات کے بعد یزید نے یہ اشعار پڑھے ۔

یا غراب البین ما شئت فقل انما تندب امرا قد فعل

اے خبر موت دینے والے کوے ! جو کہتا ہے کہہ دے اب تو تو ایسی بات پر رو رہا ہے جو ہو چکا ہے ۔

کل ملك ونعیم زائل وبنات الدھر یلعبن دول

ہر حکومت اور نعمت کو ایک دن زائل ہونا ہے ۔ دختران زمانہ (حوادث زمانہ) حکومتوں سے کھیلتی چلی آئی ہیں ۔

لیت اشیاخی ببدر شھدوا جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش میرے بدر کے مقتول بزرگ آج ہوتے جب نیزوں کی کاٹ سے آہ و بکا کا شور تھا ۔

لاھلوا واستھلوا فرحا ثم قالوا یا یزید لا تشل

مجھے خوش آمدید کہتے ہیں ۔ فرط مسرت سے جھوم جھوم جاتے اور مجھے دعا دے کر کہتے ۔ اے یزید تیرے ہاتھ کبھی سست نہ پڑیں ۔

قد قتلت الکرم من ساداتھم وعدلناہ ببدر فاعتدل

میں نے ان کے رؤسا سے ایک رئیس کو قتل کیا ہے ۔ میں اسے مقتولین بدر کے برابر ہی سمجھتا ہوں اور ہے بھی ان کے برابر

واخذنا الثأء من ابن علی   وقتلنا الفارس الندب البطل

ہم نے فرزند علیؑ سے بدلہ لے لیا ہے اور بہت بڑے شجاع اور بہادر کو قتل کر دیا ہے ۔

لست من خندق ان لم انتقم   من نبی احمد ما کان فعل

میں بنی خندف سے نہ ہوا اگر میں نے احمدؐ نبی سے اس کے کیے کا بدلہ نہ لیا ۔

لعبت بنو هاشم بالملك فلا   خبر جاء و لا وحی نزل

نبوت کا ڈھونگ بنی ہاشم کا سیاسی سٹنٹ تھا ورنہ حقیقت میں نہ قرآن آیا ہے اور نہ وحی آئی ہے ۔

ان یکن احمد قدمًا مرسلا   فلم القتل علیہ قد احل

اگر احمدؐ واقعی رسول تھا تو آج اس کی اولاد پہ تلواریں کیوں کارگر ہوئی ہیں ۔

امالی صدوق ہی میں منقول ہے کہ اسی دوران جب یہ خبیث چھڑی کے ساتھ سر سے کھیل بھی رہا تھا اور مذکورہ بالا اشعار بھی پڑھ رہا تھا۔ زید ابن ارقم صحابی رسول داخل دربار ہوا جب اس نے یہ جسارت دیکھی تو اس سے نہ رہا گیا۔ اور کہنے لگا۔

اونابکار۔ اپنی چھڑی ہٹالے یہاں سے۔ مجھے وحدہٖ لاشریک اللہ کی قسم! ہے میں نے اپنی آنکھوں سے نبی اکرم کو انہی لبوں کے بوسے لیتے دیکھا ہے۔ ظالم کیا امانت رسول سے یہی سلوک کرے گا۔

یہ غصہ میں آگیا اور کہنے لگا۔

اس بڈھے کو لے جا کر زندان میں ڈال دو۔ غلام پکڑ کے لے گئے۔ قید میں ڈال دیا اور پھر اسی زندان ہی سے اس کا جنازہ اٹھا۔

بحار میں جناب سکینہ سے مروی ہے کہ میں نے یزید سے زیادہ سنگدل کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ ظالم شعر بھی پڑھتا رہا اور اس وقت تک دندان مبارک پر چھڑی مارتا رہا جب تک تمام دانت شہید نہ ہو گئے

ؑ   ؑ   ؑ

ؑ   ؑ

ؑ

آٹھویں مجلس

یزیداور امام سجاد

امام سجاد فرماتے ہیں کہ جب ہمیں دربار یزید میں پیش کیا گیا تو اس وقت ہم بارہ مرد تھے جن میں سے بڑا میں تھا۔ اور کمسن میرا باقر تھا۔ ہمارے گلے میں ایک رسی بندھی ہوتی تھی۔ ہمارے پیچھے اسی رسی ایک سے رسول زادیاں بندھی ہوئی تھیں۔ باندھنے کا انداز ایسا تھا کہ ایک ہی رسی سے پہلے ہاتھ پس گردن باندھتے تے پھر رسی گلے میں ڈال کر اس کے پیچھے والے ہاتھ پس گردن باندھتے تھے جب ہم داخل دربار ہوئے تو ہم تمام ایک رسی میں بندھے ہوئے تھے۔ اگر ہم میں سے کوئی ایک بھی ذرا رکتا تو ہم تمام کو رکنا پڑ جاتا تھا۔ رسی کا اگلا سرا زحر ابن قیس کے ہاتھ میں تھا اور پچھلا رقیہ بنت علیؑ کے گلے میں تھا اگر ہماری رفتار بچیوں اور بچوں کی وجہ سے ذرا کم سست ہوتی تھی تو تازیانوں سے جلدی چلنے کو کہا جاتا تھا۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جب قافلہ دربار پر پہنچا تو عشرہ مبشرہ میں شمار ہونے والے مقتول مروان ابن حکم جنگ جمل کے ہیرو طلحہ کا بیٹا ابراہیم امام سجاد کے قریب ہوا اور امام سجاد سے کہنے لگا۔

آج بتاؤ فتح کس کی ہوئی ہے؟

امام سجاد نے فرمایا۔ اگر فاتح معلوم کرنا ہے تو جب ظہر کی نماز کے لیے مسجد میں جائے گا اور اذان و اقامت سنے گا یا پڑھے گا تو دیکھ لینا کہ فاتح کون ہے۔

لہوف میں ابن طاوس نے لکھا ہے کہ

جب خاندان رسول کے قیدی یزید کے پاس لے جائے گئے تو تمام بچے اور مستورات بصورت قطار ایک رسی میں بندھے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں یزید کے سامنے کھڑا کیا گیا۔

امام سجاد نے فرمایا۔

یزید کیا مجھے ایک بات کرنے کی اجازت ہے؟

یزید نے کہا۔

کوئی ایسی ویسی بات نہ کر ڈالنا۔

امام سجاد نے فرمایا۔

پہلے تو یہ بتا کہ جو شخص بھی میری جگہ میری جیسی حالت میں تیرے جیسے کے سامنے کھڑا ہوگا کیا کوئی ایسی ویسی بات کر سکتا ہے میں تو صرف ایک بات پوچھتا ہوں۔

یزید نے کہا۔

کیا بات ہے؟

امام سجاد نے فرمایا۔ مجھے صرف اتنا بتا دے کہ اگر اس وقت رسول کونین تشریف لے آئیں اور ہمیں تیرے روبرو اس طرح کھڑا ہوا دیکھیں جس طرح ہم کھڑے ہیں۔

تو وہ کیا کہیں گے ؟

یزید نے کہا۔ جب ایسا وقت آئے گا تو میں انہیں جواب دے لوں گا۔

اب تو بتا کہ کیا سب کچھ اللہ نے نہیں کیا ؟

اور کیا یہ اللہ کی تقدیر نہ تھی ؟

اور کیا خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ نہیں ہوتا ؟

امام سجاد نے فرمایا۔ جو کچھ ہوا ہے برا ہوا ہے اور اللہ نے نہیں کیا۔ اللہ میرے باپ کے قاتل پر لعنت کرے۔

یزید کو غصہ آگیا۔ اس نے جلاد کو حکم دیا کہ جا اور اس کا سر قلم کر کے لے آ۔

جلاد آپ کو لے کے چلا۔

آپ نے چلتے چلتے یزید سے کہا۔ میں تو قتل ہونے چلا ہوں لیکن ان بنات رسول کو مدینہ پہنچا دینا۔

بنت زہرا نے جب آپ کو جلاد کے ساتھ جاتے دیکھا

تو فرمایا۔

بیٹے کہاں چلے ؟

آپ نے فرمایا۔

پھوپھی اماں ! تلوار کی طرف

بی بی نے فرمایا۔

بیٹے پھر تنہا نہ جاؤ۔ مجھے بھی ساتھ لیتے چلو۔ کیونکہ تیرے بغیر میرا واپس مدینہ جانا مشکل ہے۔

یہ کہہ کر بی بی جناب سجاد کی طرف چل پڑیں۔ چونکہ تمام مستورات کے ہاتھوں میں ایک ہی رسی تھی اس لیے تمام مستورات کو جانا پڑا۔ تمام اہل دربار اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا۔

یزید اب بہت ہو چکا ہے۔ یا اپنا حکم واپس لے ورنہ تیرے محافظوں کے آنے سے قبل تجھے بھی قتل کر دیا جائے گا

نویں مجلس

امام سجاد اور یزید کی طرف سے کوشش قتل

نفس المہموم میں مناقب سے مروی ہے کہ

یزید نے بنت زہرا سے بات کرنا چاہی تو بنت زہرا نے فرمایا۔

یزید ہم اہل بیت کی مستورات مردوں کے ہوتے ہوئے بات نہیں کرتیں اس وقت ہمارا آقا و مولی یہ سجاد ہے تجھے جو بات بھی کرنا ہو اس سے کرے۔ جناب سجاد نے یزید کو مخاطب کر کے یہ اشعار پڑھے۔

لا تطمعوا ان تھینونا فنکرمکم   وان نکف الاذی عنکم وتوذونا

یہ نہ سوچو کہ تم ہماری توہین کرو گے اور ہم تمہارا احترام کریں گے۔ یا تم تو مسلسل ہمیں تکالیف دیتے رہو اور ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔

اللہ یعلم انا لا نحبکم   ولا نلومکم ان لم تحبونا

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمیں تم سے کوئی محبت نہیں ہے لیکن ہم تمہیں اس بات پر ملامت بھی نہیں کرتے کہ تم ہم سے محبت نہیں کرتے۔

یزید نے کہا۔ تو نے سچ کہا ہے لیکن تجھے کیا معلوم ہے کہ تیرے باپ اور دادا نے حکومت کی خواہش کی تھی۔ جس پر اللہ نے انہیں قتل کر دیا ہے اللہ کی حمد ہے۔

امام سجاد نے فرمایا۔ اولاً تو نہ میرے دادا کو حکومت کی خواہش تھی جس کی گدی پر تو بیٹھا ہے۔ اور نہ ہی میرا باپ اس کا خواہش مند تھا۔ اور ثانیاً اگر انہوں نے ایسی خواہش کی بھی ہے تو ان کا حق تھا۔ ہمیشہ نبوت اور امارت میرے ہی اجداد میں رہی ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب تو پیدا بھی نہ ہوا تھا وہ میرا دادا علی ابن ابی طالب تھا جس کے ہاتھ۔ احد۔ بدر۔ خیبر۔ خندق اور حنین میں لشکر اسلام کا علم تھا۔ اور وہ تیرا دادا تھا جو لشکر کفار کا علمبردار رہا۔

یزید نے کہا۔ تیرے باپ نے قطع رحمی کر کے مجھ سے میری حکومت چھیننا چاہی تھی اب تم نے دیکھ لیا کہ اللہ نے اس کے ساتھ کیا کیا؟۔ پھر یہ آیت پڑھی۔

تمہیں جو بھی مصیبت آتی ہے تمہارے کردہ اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔

امام سجاد نے فرمایا۔ تجھے کیا معلوم کہ قرآن کی کس آیت کا کیا معنی ہے یہ آیت ہمارے نہیں تیرے حق میں ہے۔ ہمارے حق میں یہ آیت ہے۔

جو بھی آزمائش آتی ہے خواہ اندرونی ہو یا بیرونی یہ سب پہلے سے مقررہ کردہ ہے۔

اور امتحان لینا اللہ کے لیے آسان ہے تاکہ جو کچھ تمہارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ اس پر افسوس نہ کرو اور جو تمہیں مل گیا ہے اس پر زیادہ اظہار خوشی

نہ کرو۔ اللہ کسی بھی متکبر کو پسند نہیں کرتا۔

ہم وہ لوگ ہیں جو کسی آزمائش میں افسوس نہیں کرتے اور کسی چیز کے مل جانے پر زیادہ خوش نہیں رہتے۔

یہ سنکر یزید کو غصہ آگیا۔ اپنی داڑھی کھجانے لگا اپنے ساتھ والوں سے مشورہ لیا کہ بتاؤ کیا کرنا چاہیے۔ انہوں نے قتل امام سجاد کا مشورہ دیا۔

اس وقت کمسن باقر نے عرض کی بابا جان اگر اجازت دیں تو میں بھی یزید سے ایک بات کروں؟

آپ نے فرمایا۔ بیٹے تم بھی حجت خدا ہو ضرور کرو۔

امام باقر نے فرمایا۔ یزید کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرے مشیروں نے تجھے وہ مشورہ دیا جو فرعون کے مشیروں نے فرعون کو بھی نہیں دیا تھا۔

یزید نے کہا وہ کیسے؟

امام باقر نے فرمایا۔ جب جناب موسیٰ اور ہارون نے مباحثہ میں فرعون کو لاجواب کر دیا تھا۔ تو فرعون نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا تھا کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے۔ تو ان مشیروں نے فرعون سے کہا تھا کہ ان سے مناظرہ کر لینا چاہیئے۔ تاریخ مقرر کر دو۔ تم بھی جادوگروں کو بلالو۔ یہ دونوں بھی آجائیں گے جو فاتح ہوگا وہی سچا ہوگا۔

لیکن جب تو نے ان سے مشورہ لیا ہے تو انہوں نے تجھے ہمارے قتل کا مشورہ دیا ہے۔

یزید نے پوچھا۔ یہ فرق کیوں ہے اور اس کا سبب کیا ہے۔

امام باقر نے فرمایا۔ فرعون اور اس کے مشیر متکبر ضرور تھے مگر حرامزادے نہیں تھے

جب کہ تیرے مشیر حرامزادے ہیں کیونکہ انبیاء اور اولاد انبیاء کو کوئی حلال زادہ قتل نہیں کرتا۔

یہ سنکر یزید اور بھڑک گیا۔ کافی دیر تک بہانہ قتل تلاش کرتا رہا۔

بحار میں ہے کہ جب امام سجاد یزید کے پیش ہوئے تو اس نے بڑی کوشش کی کہ کوئی ایسا بہانہ مل جائے جس سے میں اسے قتل کر سکوں۔ چنانچہ اس نے امام سجاد کے سامنے بہت زیادہ اشتعال انگیز باتیں کیں۔ تاکہ امام سجاد بھڑک کر کوئی ایسی بات کر دیں جس سے مجھے بہانہ قتل مل جائے۔ لیکن امام سجاد ہر بات کا معقول جواب دیتے رہے۔

جب اسے اور کوئی بہانہ نہ ملا تو اس نے امام سجاد سے کہا۔

میں تیرے ساتھ بات کرتا ہوں اور تو بڑی بے نیازی سے مجھے جواب دے دیتا ہے نہ میری طرف دیکھتا ہے اور نہ متوجہ ہوتا ہے۔ یہ ہاتھ میں کیا لے رکھا ہے۔ جسے دیکھتا بھی ہے اور گھماتا بھی ہے۔

امام سجاد نے فرمایا۔ مجھے میرے بابا نے اپنے نانا سے حدیث روایت کی ہے کہ جب انسان نماز صبح سے فارغ ہو جائے اور کسی سے بات کیے بغیر تسبیح ہاتھ میں لے اور یہ دعا پڑھے۔ اللھم انی اصبحت اسبحک واحمدک واھللک واکبرک وامجدک بعدد ما ادیر به سبحتی۔

پھر سارا دن تسبیح ہاتھ میں گھماتا رہے تو اس کے نامہ اعمال میں ثواب تسبیح لکھا جاتا رہے گا خواہ کچھ بھی نہ پڑھے رات کو جب سونے لگے پھر یہی دعا پڑھ کے سو جائے تو صبح تک اس کے نامہ اعمال میں ثواب تسبیح درج کیا جاتا رہے گا۔ میں اپنے نانا کے حکم کی اتباع کر رہا ہوں۔

اس وقت یزید نے کہا تعجب ہے میں جب بھی بارادہ قتل اس سے کوئی بات کرتا ہوں تو ایسا جواب دیتا ہے کہ میں لاجواب ہو جاتا ہوں۔

دوسری مرتبہ یزید نے اپنے جلاد کو حکم دیا کہ چل سجاد کو اس باغ میں لے چل کر وہاں پہلے قبر بنالے پھر سجاد کو قتل کر کے دفن کر دینا۔ جلاد قبر کھودنے لگا اور امام سجاد مصروف نوافل ہو گئے۔ جب وہ فارغ ہوا اور اس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جو جلاد کے سینہ پر اس زور سے لگا کہ وہ گر کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ چنانچہ اسی قبر میں اسے دفن کیا گیا۔

⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂

⁂

دسویں مجلس

دربار یزید میں اسیرانِ آلِ محمد کا تعارف

منتخب اور مہیج الاحزان کے مطابق جب یہ ظالم شطرنج سے فارغ ہوا تو اس نے ایک ایک بی بی کا نام لے کر سوال کیا اور اسے بتایا گیا کہ یہ ام کلثوم زینب بنت علی ہے۔

یہ ام ہانی بنت علیؑ ہے۔

یہ صفیہ بنت علیؑ ہے۔

یہ رقیہ بنت علیؑ ہے۔

یہ سکینہ بنت حسینؑ ہے۔

یہ فاطمہ کبریٰ بنت حسین ہے۔

یہ ام رباب زوجہ حسینؑ ہے۔

یہ ام اسحاق زوجہ حسینؑ ہے۔

یہ ام فردہ زوجہ حسن ہے۔

یہ ام لبابہ زوجہ عباس ہے۔

یہ فضہ کنیز زہرا ہے۔

جناب فاطمہ نے فرمایا۔ یزید تجھے شرم نہیں آرہی۔ ہر فاسق و فاجر رسول زادیوں کے نام سن رہا ہے۔

جناب سکینہ نے اپنا چہرہ ایک ہاتھ سے چھپا رکھا تھا۔ یزید نے پوچھا یہ کمسن کون ہے؟

اسے بتایا گیا۔ یہ سکینہ بنت حسین ہے۔

یزید نے کہا،

بچی تو نے ہاتھ سے منہ کیوں چھپا رکھا ہے؟

جناب سکینہ نے یزید کو جواب دینے کی بجائے جناب سجاد کی طرف دیکھا۔

یزید نے پھر سوال کیا۔

بی بی نے کوئی جواب نہ دیا۔

جب یزید نے تیسری مرتبہ سوال کیا۔ تو جناب سجاد نے فرمایا۔ ظالم گلے کی رسی اتنی تنگ ہے کہ کمسن بول نہیں سکتی۔

اس نے سپاہی کو حکم دیا کہ رسی کھلی کر۔ جب سپاہی قریب آیا تو بی بی تڑپ کر بھائی کے دامن میں آگئی۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ یزید یہ مر جائے گی لیکن کسی نامحرم کو ہاتھ نہ لگانے دے گی یزید کے حکم سے جناب سجاد کے ہاتھوں سے رسی کھولی گئی۔ جب سجاد نے گرہ ڈھیلی کی۔

یزید نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

کمسن بچی نے پھر بھائی کی طرف دیکھا۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ میری کمسن بہن یزید کو بتا دے۔

بی بی نے کہا۔ ظالم۔ تو دیکھ رہا ہے میرا سن چھوٹا ہے۔ میرے بال چھوٹے ہیں میں بالوں سے پردہ نہیں بنا سکتی اس لیے ہاتھ سے پردہ بنا رکھا ہے۔ تجھے اتنا بتا دوں میرے بابا کے قتل پر زیادہ دیر تک خوش نہ رہ سکے گا کل یوم محشر کے لیے اپنا جواب تیار کرے۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق یزید نے بنت زہرا سے مخاطب ہو کر کہا۔ اللہ نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے۔

بی بی نے جناب سجاد سے اجازت لی اور فرمایا۔ اے ہماری آزاد کردہ کنیز کے بیٹے! ذرا دیکھ تیری کنیزیں پردہ میں ہیں۔ اور رسول زادیاں کربلا سے شام تک بے پالان کے اونٹوں پر بے مقنع و چادر سفر کر کے تیرے دربار میں بھی بے پردہ ہیں۔

دختران نبی پر یہود و نصاریٰ نے ترس کھایا ہے۔ لیکن تیرے سنگدل سپاہیوں نے ترس نہیں کھایا۔

ارشاد مفید کے مطابق جناب فاطمہ بنت حسین سے مروی ہے کہ دربار یزید میں ایک شامی نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔

اے یزید! یہ کنیز مجھے دے دے۔ میں پھوپھی کے دامن سے چمٹ گئی اور عرض کیا۔ پھوپھی اماں! کیا یتیمی کے بعد اب یہ مقام۔

پھوپھی نے فرمایا۔ نہیں میری بچی گھبرا مت۔ اس فاسق میں یہ ہمت نہیں ہو سکتی

پھر پھوپھی نے شامی سے فرمایا۔

کذبت ولومت واللہ ماذاک لک ولالہ ۔ تو جھوٹا ملعون ہے۔ یہ اختیار نہ تجھے ہے اور نہ اسے ہے ۔

یزید نے غصہ میں بھر کر کہا ۔ اگر میں چاہوں تو ایسا ہو جائے گا ۔

پھوپھی نے فرمایا ۔ بخدا آج جبتک تو ہمارے دین اور ہماری ملت میں ہے اس وقت تک نہیں ہو سکتا ۔ ہاں میرے نانا کا کلمہ چھوڑ دے ہماری دی ہوئی شریعت ترک کر دے پھر دیکھا جائے گا ۔

یزید کا پارہ اور چڑھ گیا ۔ اور کہنے لگا دین سے تو وہ نکلے ہیں جو قتل ہوئے ہیں

پھوپھی نے فرمایا ۔ میرے بابا ۔ اور میرے بھائی کے دین کا تو کلمہ پڑھتا ہے ۔ اور اسی دین کے نام پر تجھے تخت ملا ہے ۔

یزید نے گالیاں بکنا شروع کیا ۔

پھوپھی نے فرمایا ۔ جب ہر حکمران لاجواب ہو جائے تو پھر گالیاں بکنے لگتا ہے یہ تیرا قصور نہیں تیرا خاندانی ورثہ ہے ۔

یزید خاموش ہو گیا ۔ اس شامی نے پھر وہی مطالبہ کیا ۔

یزید نے شامی کو گالیاں دے کر کہا ۔ دفع ہو جا اللہ تجھے ہلاک کرے ۔

شامی نے پوچھا ۔ یہ بچی کون ہے ؟

یزید نے کہا ۔ یہ فاطمہ بنت حسین ہے اور وہ زینب بنت علی ہے ۔

شامی نے کہا ۔ حسین ابن فاطمہ کی بچی ہے ۔

یزید نے کہا ۔ ہاں

شامی نے کہا ۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے اے یزید ۔ نبی زادوں کو قتل کر کے نبی زادیوں کو قید کیا ہے ۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر اپنی گستاخی کی معافی مانگی

یزید نے کہا ۔ اچھا اب تیری یہ جرات کہ میرے سامنے مجھے جھٹلاتا ہے جلاد کہاں ہے ؟

جلاد سامنے آیا اس نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر جدا کر دے ۔ جب جلاد آگے بڑھا تو اس شامی نے کہا ۔

اے اللہ ! گواہ رہنا میں اس ظالم اور فاسق کے اس عمل سے بری ہوں اور آل محمد سے محبت کا اقرار کرتا ہوں جلاد نے تلوار سے قتل کر ڈالا ۔

٭ ٭ ٭

٭ ٭

٭

گیارھویں مجلس

خطبہ بنت زہرا

بحار اور لہوف وغیرہ میں ہے کہ جب یزید نے لوگوں کو بتایا کہ حسین نے بغاوت کی تھی جس کے عوض ہم نے اسے قتل کر دیا ہے ۔
اس وقت بنت زہرا نے جناب سجاد سے اجازت لی ۔ اٹھ کر کھڑی ہوگئیں اور فرمایا ۔

الحمد لله رب العلمين وصلى الله على رسوله وآل اجمعين صدق الله سبحانه كذلك يقول ثم كان عاقبة الذين اساؤا السوئ ان كذبوا بايات الله وكانوا بها يستهزؤن

رب العالمین اللہ کی حمد ہے نبی اور تمام آل نبی پر اللہ کی رحمتیں ہوں ۔ اللہ سبحانہ نے سچ فرمایا ہے ۔ اللہ فرماتا ہے جن لوگوں نے برا کردار ادا کیا ان کا انجام بھی برا ہوا ان لوگوں نے آیات خدا کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا

اطننت يا يزيد حيث اخذت علينا اقطار الارض وافاق السماء فاصبحنا نساق كما تساق الاسارى ان بنا على الله هوانا وبك عليه كرامة او ان ذلك لعظم خطرك عنده فشمخت بانفك ونظرت فى عطفك جذلان مسرورا حين رايت الذين لك مستوثقة والامور متسقة وحين صفى لك ملكا وسلطانا فمهلا انسيت قول الله تعالىٰ ولا يحسبن الذين كفروا انما نملى لهم خير لانفسهم انما نملى لهم ليزدادوا اثما ولهم عذاب مهين ۔

اے یزید! جب تو نے روئے ارض اور آفاق سما ہمارے لیے تنگ کر دیے اور ہم قیدیوں کی طرح لائے گئے تو کیا تو نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم پر اللہ ناراض ہے ۔ اور تیری عزت کرتا ہے یا بارگاہ خالق میں تیرا مرتبہ بڑا ہے ۔ جس کی وجہ سے تیری ناک پھول رہی ہے ۔ خوشی میں بغلیں بجا رہا ہے ۔ آج دنیا تیرے سامنے دست بستہ ہے حالات سازگار ہیں اور حکومت تیرے ہاتھ میں ہے ۔ ذرا صبر کر ۔ کیا تجھے یہ آیت بھول گئی ہے کافر یہ نہ سمجھیں کہ جو کچھ ان کے اعمال ہم لکھ رہے ہیں ان کے لیے بہتر ہے ، ہم انہیں اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ ان کے گناہوں میں اضافہ ہو اور دردناک عذاب چکھیں ۔

امن العدل یا بن الطلقاء
تخدیرك حرائرك و
اماتك و سوقك بنات
رسول الله صلی الله علیه و
آله وسلم سبایا قد هتكت ستورهن
وابدیت وجوههن تحدوا
بهن الاعداء من بلد الی
بلد ویستشرفهن اهل
المناهل والمناقل
ویتصفح وجوههن
البعید والقریب و
الدنی والشریف
لیس معهن من رجالهن
ولی ولا من حماتهن
حمی وکیف یرتجی
مراقبة من لفظ
فوه اکباد
الازکیاء ونبت
لحمه بدماء
الشهداء

اے ہماری آزاد کردہ کنیز کے
بیٹے کیا یہی عدل ہے کہ اپنی
کنیزوں اور مستورات کو تو نے
پردوں میں بٹھا رکھا ہے
اور نبی زادیوں کو اس حال میں
قیدی بنایا ہے کہ ان کے سروں
پر چادریں نہیں چہروں پر مقنعے
نہیں دشمن شہر بشہر تشہیر کر رہے
ہیں۔ گھاٹ گھاٹ اور
چوک چوک کے لوگ ان کی
طرف دیکھتے ہیں ہر دور و نزدیک
اور ہر شریف و کمینہ ان کے
تماشہ کو آرہا ہے۔ جب کہ ان
کے ساتھ نہ تو کوئی ان کا محافظ
ہے اور نہ کوئی حامی ہے لیکن
اس شخص سے شرم و حیا کی امید
کیسے کی جا سکتی ہے جو اس عورت
کی اولاد ہو جس کے منہ پاکیزہ
جگر چبایا ہوا اور جسکا گوشت
خون شہداء سے اگا ہو۔

کیف یستبطأ فی بغضنا اهل
البیت من نظر الینا
بالشنف والشنآن و
الاحن والاضغان
ثم یقول غیر متأثم
ولا مستعظم لاهلوا
واستهلوا فرحاً
ثم قالوا یا یزید
لا تشل تصحیفا
علی ثنایا ابی عبد الله
سید شباب اهل
الجنة تنکتها بمخصرتك
وکیف لا تقول ذلك
وقد نکأت القرحة
استاصلت الشافة
باراقة دماء ذریة
محمد صلی الله علیه
وآله ونجوم الارض من
آل عبد المطلب وتهتف
باشیاخك زعمت

ہم اہل بیت کی عداوت میں وہ
شخص کیسے پیچھے رہ سکتا ہے
جس نے ہمیں حسد۔ عداوت
دشمنی اور کینہ کی آنکھ سے دیکھا
ہو۔ پھر کسی افسوس اور معذرت
کے بغیر کہتا ہے کہ اگر میرے
بدر کے مقتول بزرگ ہوتے تو
مرحبا کہتے یزید تیرے ہاتھ شل
نہ ہوں۔ یہ کہتے ہوئے۔ تو
ابو عبداللہ سید شباب اہل
جنت کے دندان مبارک پر
چھڑی مارتا ہے۔ ہاں تو کیسے نہ
کہے گا جب کہ تو زخموں پر نمک
چھڑک چکا ہے۔ ذریت محمد۔
اور آل عبدالمطلب کے ستاروں
کو خاک و خون میں غلطاں کر کے
اپنی آگ ٹھنڈی کر چکا ہے
آج تو اپنے بڑوں کو پکارتا ہے
اور سمجھتا ہے کہ تو انہیں پکار
رہا ہے۔ نہیں عنقریب تو

انك تناديهم فلتردن
وشيكا موردهم و
لتودن انك شللت و
بكمت ولم تكن قلت ما
قلت و فعلت ما فعلت
اللهم خذ بحقنا و
انتقم من ظالمينا
واحلل غضبك بمن
سفك دمائنا وقتل
حماتنا فوالله ما
فريت الا جلدك
ولا حززت الا لحمك
و لتردن على رسول
الله صلى الله عليه و
اله بما تحملت من
سفك دماء ذريته
وانتهكت من حرمته
فی عترته ولحمته
حيث يجمع الله شملهم ،
ويلم شعثهم و

تو خود ان کے پاس جانے والا
ہے۔ وہاں تو چاہے گا کہ
کاش تیرے ہاتھ شل ہوتے اور
تیری زبان گنگ ہوتی تاکہ تو نے
جو کہا ہے نہ کہا ہوتا اور جو
کیا ہے نہ کیا ہوتا۔ اے اللہ
ہمارا حق خود وصول فرما ہمارے
ظالمین سے خود انتقام لے۔ جن
لوگوں نے ہمارے خون بہائے
ہیں ہمارے حامی قتل کیے ہیں
ان پر اپنا غضب نازل فرما۔
بخدا! یزید تو نے اپنا چمڑا ٹکڑے
کیا ہے اور اپنا گوشت پارہ
پارہ کیا ہے۔ کل تو نبی کریم کے
پاس ذریت نبی کی خونریزی
کا بوجھ لے کر جائے گا اس
بوجھ کے ساتھ عزت رسول کی
بے پردگی کا بوجھ بھی ہوگا۔ یہ
وہ وقت ہوگا جب اللہ ان کی
جماعت کو یکجا کرے گا۔ ان

ياخذ بحقهم ولا
تحسبن الذين قتلوا في
سبيل الله امواتا بل
احياء عند ربهم
يرزقون وحسبك الله
حاكما وبمحمد خصيما
وبجبريل ظهيرا و
سيعلم من سول
لك و مكنك من رقاب
المسلمين بئس
للظالمين بدلا ايكم
شر مكانا واضعف
جندا ولئن جرت
على الدواهي
مخاطبتك فاني
لا ستصغر قدرك
واستعظم تقريعك
واستكبر توبيخك
لكن العيون
عبرى والصدور

بکھرے ہوؤں کو اکٹھا کرے گا
ان کا حق وصول کرے گا۔ اور
کشتہ گان راہ خدا کو مردہ مت
کہو وہ زندہ ہیں اور اللہ کے
ہاں مرزوق ہیں۔ یزید! فیصلہ
کے لیے اللہ۔ تجھ سے دشمنی
کے لیے نبی خدا ، اور مدد کیلئے
جبریل ہمیں کافی ہے۔ جس
شخص نے تجھے تخت دیا ہے
اور مسلمانوں کی گردنوں پر تجھے
سوار کیا ہے۔ ظالمین کا برا
انجام ہوگا۔ اسے بھی معلوم
ہو جائے گا کہ انجام کس کا بدتر
ہوا۔ معاون کس کے کم ہیں۔
یزید یہ بھی حادثہ ہی ہے کہ
میں تجھ جیسے کے ساتھ بولنے
پر مجبور ہوئی۔ میں تجھے ان باتوں
سے حقیر سمجھتی ہوں اور تجھے
نصیحت کو تیری حیثیت سے
عظیم تر سمجھی ہوں۔ تیری ڈانٹ

حری الا العجب
کل العجب لقتل
حزب الله النجباء
بحرب الشیطان
الطلقاء الایدی
تنطف من دمائنا
والافواه تتحلب
من لحومنا وتلك
الجثث الطاهرة
الزواکی تنتابها
العواسل وتعفرها
امهات الفراعل
ولئن اتخذتنا
مغنما لتجدنا
وشیکا مغرما
حین لا تجد الا
ما قدمت یداك
وما ربك بظلام
للعبید فالی الله
المشتکی و علیه

تجھ سے زیادہ اہم سمجھتی ہوں
لیکن آنسو بہتے ہیں۔ اور دل
جلتے ہیں۔ کیا انتہائے تعجب
نہیں کہ۔ اللہ کا حزب نجیب
آزاد کردہ کنیزوں کی شیطان
اولاد سے جنگ میں شہید ہو
تمہارے ہاتھ جن سے ہمارا
خون ٹپک رہا ہے اور وہ
منہ ہیں جن میں ہمارا گوشت
ہے۔ وہ پاکیزہ اور طاہر اجسام
جن کا پہرہ درندے دے
رہے ہیں۔ اور جن پر ہوائیں
مٹی ڈال رہی ہیں۔ اگر آج
تو فتح یاب ہو گیا ہے۔ تو
عنقریب یہی فتح تیرے لیے
تاوان بن جائے گی۔ یہ وہ
وقت ہو گا۔ جب تیرے
ہاتھوں کا کیا دھرا تیرے ہی
سامنے ہو گا۔ اللہ بندوں
پر ظلم نہیں کرتا۔ اللہ کی

المعول فکد کیدك
وسع سعیك و
ناصب جهدك
فوالله لا تمحو
ذکرنا ولا تمیت
جنیا ولا تدرك
امدنا ولا ترحض
عنك عارها وهل
رایك الا فند و
ایامك الا عدد
و جمعك الا بدد
یوم ینادی الا
لعنة الله علی
الظالمین فالحمد
لله الذی ختم
لاولنا بالسعادة
ولاخرنا بالشهادة
والرحمة و نسئل
الله ان یکمل لهم
الثواب و یوجب

جانب شکوہ ہے۔ اسی پر
بھروسہ ہے۔ تو جو چاہے
مکر کرلے۔ جو چاہے زور
لگالے۔ جو چاہے کوشش
کرلے۔ بخدا نہ تو تو ہماری یاد
مٹا سکے گا۔ اور نہ ہی ہماری
محبت کو مار سکے گا۔ اور نہ
ہماری عظمت کو پا سکے گا۔
نہ اپنے سے اس لعنت کو
دور کر سکے گا۔ تیری فکر غلط
تھی۔ تیرے دن گنے جا چکے ہیں
تیری جماعت بکھر چکی ہے۔
جس دن اللہ کی طرف سے
ندا ہو گی۔ ظالموں پر اللہ کی
لعنت ہو۔ اس اللہ کی حمد
ہے جس نے ہمارے ہی
اول کو سعادت اور اواخر
کو شہادت سے اور رحمت
سے نوازا ہے۔ ہم اللہ سے
درخواست کرتے ہیں کہ ان

لهم المزيد ويحسن علينا الخلافة انه رحيم ودود ونعم الوكيل۔

کے ثواب کو مکمل فرمائے اور انہیں مزید عنایت فرمائے ہمارے پس ماندگان پر احسان فرمائے۔ وہ رحیم محبت کرنے والا اور بہترین وکیل ہے۔

☆ ☆ ☆

تیرہویں مجلس

زندان شام

امالی شیخ صدوق کے مطابق خطبہ بنت زہرا کے بعد یزید نے آل محمدؐ کو زندان میں بھیجنے کا حکم دیا۔ خرابہ شام میں بوسیدہ دیواروں والے بلا چھت کے ایک ایسے مکان میں قید کیا گیا جس میں نہ تو گرمی سے تحفظ تھا۔ اور نہ سردی سے اس زندان میں اتنا عرصہ گزرا کہ گرمی اور سردی کی شدت سے تمام اسیروں کے چہروں کا گوشت پھٹ گیا۔

مرا جو لوگ اپنے کو فخر المحققین کہتے ہیں اور جن کے طبلچے شب و روز ان کے فضائل کی ڈھولی بجاتے رہتے ہیں وہی از روئے انصاف شیخ صدوق کی اس روایت میں غور فرما کر بتائیں کہ بھلا زندان شام میں ایک ہفتہ گزارنے سے بھی چہرہ پھٹتا ہے ہاں دشمنان آل محمد مورخین اور بلا تنخواہ وکلائے یزید کے مطابق ایک ہفتہ قید ہوگئی ہے ورنہ شیخ صدوق کے مطابق تو وہ زندان ایسا تھا جو نہ گرمی سے تحفظ دے سکتا تھا اور نہ سردی سے۔ اور شدت گرما اور سرما کی بدولت قیدیوں کے چہرے پھٹ گئے تھے (مترجم)

بیت المقدس میں جو پتھر بھی اٹھایا جاتا تھا۔ اس کے نیچے سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلتا تھا۔ لوگوں نے دیکھا کہ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک سورج کی دھوپ میں خون کی سرخی شامل رہتی تھی اور دھوپ پڑنے سے دیواریں ایسے دکھتی تھی جیسے ان پر سرخ چادریں منڈھ دی گئی ہوں۔

ابن طاؤس نے لہوف میں لکھا ہے کہ۔ پھر یزید نے حکم دیا کہ اسیران آل محمدؐ کو زندان میں رکھا جائے۔ ایسی جگہ انہیں قید کیا جائے جو نہ تو گرمی کی حدت سے تحفظ دیتی تھیں اور نہ سردی کی شدت سے۔ حتے کہ قیدیوں کے چہرے پھٹ گئے تھے۔ زندان شام میں جتنا عرصہ نوحہ و بکا کرتے ہوئے گزارا۔

ایک دن منہال ابن عمرو جناب سجاد کے پاس آیا اور عرض کی۔ مولا کیسے گزر رہی ہے؟

آپ نے فرمایا۔ جیسے بنی اسرائیل کی زمانہ فرعون میں گزرتی تھی۔ فرعون بنی اسرائیل کے نومولود بچے شہید کر دیتا تھا۔ اور ہمارے کم سن شیر خوار تک تیروں سے ذبح کیے گئے ہیں۔

منہال ذرا انصاف کر۔ عرب غیر عربوں پر فخر کرتے ہیں۔ کہ نبی ہم سے ہے۔ قریش عربوں پر فخر کرتے ہیں کہ رسول ہم سے ہے اور آج ذریت نبی کی یہ حالت کہ ہمارے حق غصب کر لیے گئے۔ ہمیں قتل کیا گیا ہمیں در بدر کی ٹھوکریں دی گئی ہیں۔ منہال اس شاعر نے سچ کہا ہے کہ۔

یعظمون لہ اعواد منبرہ وتحت ارجلھا اولادہ وضعوا

منبر رسول کی آنحضور کی نسبت سے لکڑیوں تک کی تعظیم کرتے ہیں اور اسی رسول کی اولاد کی لاشوں پر دندناتے پھرتے ہیں۔

بای حکم تبوہ یبعونکم وفخرکما مکم صحب لہ

بھلا اس نبی کے بیٹے تمہاری پیروی کیسے کریں جب کہ تمہارا تو فخر ہی یہی ہے کہ تم اس کے فرمانبردار صحابی ہو۔

انوار نعمانیہ میں منہال کی روایت یوں ہے

منہال کہتا ہے کہ میں بیمار کربلا کے پاس گیا۔ آپ کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ اور عصا کا سہارا لے کر اٹھتے تھے۔ آپ کی دونوں ٹانگیں زخمی تھیں۔ ان سے خون بہہ رہا تھا۔ چہرہ زرد ہو چکا تھا۔ آپ کو دیکھ کر میں اپنے پر قابو نہ رکھ سکا بیساختہ میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

میں نے عرض کیا۔

آقا کیسے گزر رہی ہے۔

آپ نے رو کر فرمایا۔

منہال بھلا جو شخص یزید جیسے کی قید میں ہو بھلا اس سے بھی پوچھنے کی ضرورت کہ کیسے گزر رہی ہے۔

منہال! جب سے میرا بابا شہید ہوا ہے اس دن کے بعد سے ہمارے بچوں تک کو پیٹ بھر کھانا نہیں ملا ہماری مستورات کو سر ڈھانپنے کی خاطر چادریں تک نہیں ملیں۔

ہمارے دن روزہ سے اور راتیں نوحہ و بکا میں گزرتی ہیں۔ ہماری حالت بالکل وہی ہے جو بنی اسرائیل کی دور فرعون میں تھی۔ اللہ ہی ہمارے اور ان کے مابین حاکم ہے

عرب غیر عربوں پر فخر کرتے ہیں کہ نبی ہم سے ہے۔ قریش عربوں پر فخر

کرتے ہیں کہ نبی ہم سے ہے۔

اور عترت رسول ہیں ہمارے جوان قتل کیے گئے۔ ہمارے بچے ذبح کیے گئے۔ ہماری عورتیں رسن کی گئی ہیں۔

منہال ہمیں رہنے کو جو قید خانہ دیا گیا ہے اسے ذرا جھانک کر دیکھ اس کی چھت نہیں ہے۔ دیواریں بوسیدہ ہیں۔ سورج کی دھوپ تو آتی ہے۔ اور جس سے تحفظ نہیں ہے لیکن ہوا کا معمولی سا جھونکا تک اندر نہیں آتا۔

میں تو گرمی سے گھبرا کر در زندان پر کچھ دیر کے لیے آکر بیٹھ جاتا ہوں۔ لیکن میری مستورات اور بچے کہاں جائیں۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ آواز آئی سجاد بیٹے اب تو کافی دیر ہو گئی ہے۔

اندر نہیں آؤ گے۔

میں نے عرض کیا آقا یہ کون ہے؟

فرمایا۔ بنت زہرا ہے۔ کسی وقت بھی مجھے اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتیں۔

ارشاد مفید کے مطابق جس مکان میں آل محمد کو قید کیا گیا تھا۔ وہ مکان یزید کے مکان سے متصل تھا۔ اس گھر سے ہر وقت لہو و لعب اور رقص و سرود کی آوازیں آتی رہتی تھیں۔

نفس المہموم میں ہے کہ اسیران آل محمد کو شام میں جس زندان میں قید کیا گیا تھا۔ اس کی چھت نہیں تھی اور دیواریں اتنی بوسیدہ تھیں کہ ان کے قریب تک جانے سے ڈر لگتا تھا۔

یزید کا ارادہ بھی یہی تھا کہ دیواریں گریں گی تو دیواروں تلے دب کر

یہ سب یہیں دفن ہو جائیں گے۔ اور جو زخمی حالت میں بچ جائیں گے۔ انہیں قتل کرنا آسان ہو گا

بلا چھت کی یہ دیواریں ایسی تھیں جو نہ گرمی سے تحفظ دے سکتی تھیں اور نہ سردی سے بچا سکتی تھیں۔ اس زندان میں رہتے ہوئے چہرے پھٹ گئے تھے اور چہروں سے خون بہنے لگ گیا تھا

؀ ؀ ؀

؀ ؀

؀

تیرہویں مجلس

سفیر روم دربار یزید میں

علامہ مجلسی نے بحار میں لکھا ہے کہ دربار یزید میں ایک یہودی عالم بیٹھا تھا اس نے یزید سے امام سجاد کے متعلق اس وقت پوچھا جب آپ نے خطبہ دیا کہ یہ لڑکا کون ہے؟

یزید نے کہا علی ابن حسینؑ ہے۔

یہودی عالم نے کہا۔ کس حسین کا بیٹا ہے؟

یزید نے کہا۔ حسین ابن علی ابن ابی طالب کا بیٹا ہے۔

یہودی عالم نے کہا۔ اس کی ماں کون ہے۔

یزید نے کہا۔ فاطمہ بنت محمدؐ۔

یہودی عالم نے کہا۔ سبحان اللہ! تم نے تو کتنی رسول بھی میلا نہیں ہونے دیا اور اس کے بیٹے کو قتل کر ڈالا۔ بخدا اگر حضرت موسیٰ کوئی ایک بچہ چھوڑ جاتے تو ہم اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت شروع کر دیتے۔ تم بڑی بری اور بدنصیب امت ہو۔

یزید نے اس عالم پر تشدد کا حکم دیا۔ نوکروں نے اس بیچارے کا مین سرپہ گلا گھونٹا۔

اس یہودی عالم نے کہا۔ مجھے قتل کر دیا تشدد کرو۔ میں حق بات تمہیں بتا دوں میں نے توراۃ میں پڑھا ہے کہ جو لوگ نبی زادوں کے قاتل ہوتے ہیں دنیا میں رہتی دنیا تک لعنت رہتی ہے اور مرنے کے بعد جہنم اس کا ٹھکانا ہوتا ہے

لہوف میں ابن طاؤس نے امام سجاد سے روایت کی ہے کہ جب غریب زہرا کا سر یزید کے پیش کیا گیا تو روزانہ اس نے معمول بنا لیا دربار میں تمام اموی رؤسا کو مدعو کرتا تھا سر کو سونے کے طشت میں درمیان میں رکھ لیتے تھے۔ اور اسلام اور احکام اسلام کا مذاق اڑاتے تھے۔ شراب پیتے رہتے تھے۔ ایک دن اسی بزم شراب میں سفیر روم بھی آ گیا۔

سفیر روم نے پوچھا۔

اے شہنشاہ یہ سر کس کا ہے؟

یزید نے کہا۔

تجھے اس سر سے کیا تعلق ہے۔

سفیر روم نے کہا۔ مجھے اس سر سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ میں تو ایک سفیر ہوں۔ جب پلٹ کر جاؤں گا۔ تو شاہ روم تمام حالات پوچھے گا جب میں اس سر کے متعلق کے بتاؤں گا تو ظاہر ہے وہ آپ کی خوشی میں آپ کا شریک ہو گا۔

یزید نے کہا یہ حسین ابن علی ابن ابی طالب کا سر ہے۔

سفیر روم نے کہا اس کی ماں کا نام کیا ہے؟

یزید نے کہا ۔ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ ۔

سفیر روم نے کہا ۔

یزید تجھ پر اور تیرے مسلک پر لعنت ہو ۔ میرا دین تمہارے دین سے بدرجہا افضل ہے ۔

میں جناب داؤد کے پوتوں سے ہوں میرے اور جناب داؤد کے درمیان کئی پشتوں کا فاصلہ ہے ۔ لیکن آج بھی تمام عیسائی میری خاک پا لیتے ہیں ۔ اور تم نے بلا فاصلہ فرزند رسول کو ذبح کر ڈالا ہے ۔

یہ کیسا دین اور کیسا مذہب ہے ۔؟ پھر اس نے یزید سے کہا کہ کیا تو نے گرجائے حافر کا واقعہ سنا ہے ۔

یزید نے کہا ۔

تو سنا دے ۔

سفیر روم نے کہا ۔

عمان اور چین کے مابین سمندر ہے جو ایک برس کا سفر ہے ۔ اس پورے سفر میں کہیں کوئی آبادی نہیں ہے ۔ صرف ایک شہر ہے ۔ جو وسط سمندر میں ہے اور اسی ۔ اسی فرسخ میں اس کا رقبہ ہے ۔ روئے ارض پر اس سے بڑا شہر اور کوئی نہیں ہے ۔

اسی شہر سے یاقوت اور کافور پوری دنیا میں جاتی ہے ۔

یہ شہر نصرانیوں کی ملکیت ہے ۔ اس شہر میں بکثرت گرجے ہیں ۔ ان میں سے بڑے گرجا کا نام ۔

گرجائے حاضر ہے ۔

اس کے محراب میں سونے کا ایک طشت ہے ۔ اس میں ایک سم لٹکا ہوا ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ یہ اس گدھے کا سم ہے جس پر حضرت عیسیٰ سوار ہوا کرتے تھے ۔ اس طشت کے ارد گرد ریشم و دیباج کے پردے لگائے گئے ہیں ۔ اور ہر سال عیسائیوں کی بے شمار تعداد اس گرجا کی زیارت کو آتی ہے اس سم کا طواف کرتے ہیں ۔ اس طشت کو چومتے ہیں ۔ اللہ سے اس کے طفیل حاجات کی درخواست کرتے ہیں ۔

یہ تو عیسائیوں کا مذہب ہے کہ ایک سم جس کے متعلق صرف یہ خیال ہے کہ اس گدھے کا ہے جس پر حضرت عیسیٰ سوار ہوتے تھے اور یہ تمہارا حال ہے کہ تم نے فرزند رسول کو ذبح کر ڈالا ہے ۔

ذریت رسول کو زندان میں ڈال رکھا ہے ۔ تمہارے اس دین میں اللہ برکت نہ دے ۔

یزید نے جلاد سے کہا اس نصرانی کو اسی جگہ قتل کر دو تاکہ ہماری رسوائی کا سامان لے کر روم نہ جائے ۔

جب نصرانی نے دیکھا کہ مجھے قتل کرتے ہیں تو اس نے یزید سے پوچھا کہ کیا واقعی تو مجھے قتل کرتا ہے ؟

یزید نے کہا ۔ واقعی میں تجھے قتل کرتا ہوں ۔

نصرانی نے کہا ۔ میں رات سے سوچ رہا تھا کہ کیا بات ہے تمہارا رسول مجھے رات خواب میں ملا ہے ۔

اور اس نے مجھے فرمایا ہے کہ تجھ جنت کی بشارت ہو ۔ میں حیران تھا کہ

رسول مسلمانوں کا ہے۔ اور جنت کی بشارت مجھے دیتا ہے۔ خدا معلوم کیا بات ہے۔ اب بات سمجھ آرہی ہے۔ اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله۔

یہ کہہ کر نصرانی سر غریب زہرا کی طرف بڑھا اسے اٹھا کر سینہ سے لگایا۔ بوسے لیے رویا اتنے میں جلاد نے تلوار کا وار کرکے اس عزادار کو شہید کر دیا۔

٭ ٭ ٭

٭ ٭

٭

چودہویں مجلس

سکینہ بنت حسین کی وفات

نفس المہموم کے مطابق امام حسینؑ کی ایک چار سالہ بچی تھی ایک رات زندان میں اس بچی نے عالم خواب میں اپنے بابا کو بحالت یوم عاشور دیکھا یہ بچی گھبرا کر اٹھ بیٹھی اور رو رو کر پوچھنے لگی۔

این ابی حسین — میرا بابا حسینؑ کہاں ہے۔

انی رایته فی المنام مضطربا شدیدا۔ — میں نے خواب میں بابا کو تڑپتے دیکھا ہے۔

جب مخدرات عصمت نے یہ بات سنی تمام بی بیاں رونے لگیں۔ زندان میں نوحہ و بکا شروع ہو گیا۔ یزید نیند سے بے دار ہو گیا۔ اس نے پوچھا کیا بات ہے۔؟

غلام دوڑ کر در زندان پر آئے جناب سجاد سے وجہ پوچھی۔ آپ نے بچی کا خواب بتایا۔

انہوں نے یزید کو جا کر بتایا۔

یزید نے کہا۔ جاؤ سر مظلوم لے جا کر بچی کو دکھاؤ۔ مظلوم زہرا کا سر لا کر بچی کی گود میں رکھا گیا۔

جب بچی نے بابا کا سر دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے۔

ثانیہ زہرا نے فرمایا۔ بیٹی تیرا بابا ہے۔ شہزادی نے سر کو سینہ سے لگایا اور ہائے بابا کر کے روئی غش کر گئی اور اسی عالم غش ہی میں بابا سے جا ملی۔

علامہ طریحی نے بھی واقعہ ذرا تفصیل سے یوں لکھا ہے۔ سید محمد علی شاہ عبد العظمی نے بھی ایقار میں اسی طرح لکھا ہے کہ امام حسین کی ایک کمسن بچی تھی جسے پیار سے سکینہ بھی کہا جاتا تھا اور تبدیہ بھی۔ اس بچی کا سن تین یا چار سال کا تھا۔ بابا کے فراق میں صبح و شام روتی رہتی تھی۔ ایک رات عالم خواب میں اس بی بی نے بابا کو زخموں سے چور بل من مغیث یغیثنا کہتے سنا۔ بی بی گھبرا کر بیدار ہوئی۔ اور کہنے لگی۔

پھوپھی اماں!۔ میرا بابا مدد کے لیے پکار رہا ہے۔ سجاد بھائی میرا بابا اپنے خون میں ڈوبا ہوا ہے۔ تنہا ہے۔ تمام مستورات نے نوحہ و بکا شروع کر دیا۔ بچی کا گریہ بھی بڑھتا گیا۔ کبھی جناب سجاد تسلی دیتے تھے۔ کبھی ثانیہ زہرا گود میں لیتی تھیں۔ اور کبھی جناب رباب سر پہ دست شفقت پھیرتی تھیں۔ لیکن بچی کے گریہ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

یزید نے جب مستورات کی صدائے گریہ سنی تو پوچھا کیا بات ہے؟

اسے بتایا گیا کہ کمسن دختر حسین نے خواب میں اپنے بابا کو دیکھا ہے۔ اب وہ روئے جا رہی ہے۔

اس ملعون نے حکم دیا کہ۔ سر حسین لے جاؤ دیکھ کر بچی کو تسلی آ جائے گی۔

غلاموں نے غریب زہرا کے سر کو طشت میں رکھا اور رومال ڈالا اور زندان میں لے آئے۔ جب بچی کے سامنے آیا تو شہزادی نے کہا۔ میں بابا کو دیکھنا چاہتی ہوں اور تم مجھے کھانا دیتے ہو۔

ثانیہ نے فرمایا۔ بیٹی یہ کھانا نہیں ہے ذرا رومال ہٹا کے دیکھ تیرا بابا تجھ سے ملنے آیا ہے۔ جب شہزادی نے رومال ہٹایا تو اپنے بابا کا خاک و خون میں غلطان سر دیکھا ایک چیخ ماری سر کے اوپر گر گئی۔ تمام بی بیوں کا گریہ بڑھ گیا۔ بچی نے سر کو سینہ سے لگایا اور یوں بین کیے۔

یا ابتاہ من ذا الذی خضبک بدمائک۔ — بابا تجھے کس نے تیرے خون سے خضاب کیا ہے؟

یا ابتاہ من ذا الذی قطع وریدک۔ — بابا کس نے تیرے گلوئے نازنین پر خنجر چلایا؟

یا ابتاہ من ذا الذی ایتمنی فی صغر سنی۔ — بابا مجھے کمسنی میں کس نے یتیم کیا ہے؟

یا ابتاہ من للیتیمہ حتی تکبر۔ — بابا میں کس کی گود میں بیٹھوں گی؟

یا ابتاہ من للنساء الحاسرات۔ — بابا ان سر برہنہ مستورات کا کون ہے؟

یا ابتاہ من للارامل المسبیات۔ — بابا ان قیدی بیواؤں کا سہارا کون ہے؟

یا ابتاہ من للعیون — بابا ان رونے والی آنکھوں کو

الباکیات .	تسلی کون دے گا؟
یا ابتاہ من للصائحات العربیات .	بابا ان بے سہارا مسافر مستورات کا کون ضامن ہے؟
یا ابتاہ من للشعور المنشورات .	بابا ان کھلے سروں پر چادر کون دے گا؟
یا ابتاہ من بعدک .	بابا آپ کے بعد کون رہ گیا ہے؟
واخیبتاہ من بعدک .	بابا تیرے بعد ٹھوکریں ہی ٹھوکریں ہیں؟
واغربتاہ .	بابا ہمارا سفر میں کون ہے؟
یا ابتاہ لیتنی لک الفداء .	بابا کاش یوم عاشور آپ مجھے جانے کا حکم نہ دیتے میں آپ کے ساتھ ہی مر جاتی .
یا ابتاہ لیتنی قبل ھذا الیوم عمیاء .	بابا کاش میری آنکھیں نہ ہوتیں اور میں آپ کا سر نہ دیکھتی .
یا ابتاہ لیتنی توسدت	بابا کاش میں دفن ہو چکی

التراب ولا اری شیبتک مخضبا بالدماء .	ہوتی اور آپ کی خون آلود ریش مبارک نہ دیکھتی.

اس کے بعد شہزادی نے اپنا منہ اپنے بابا کے خشک لبوں پر رکھا بوسہ لیتے ہوئے غش کر گئی ۔ کچھ دیر بعد جب پکارا گیا تو بچی نے کوئی جواب نہ دیا ۔ دختر زہرا نے جب بچی کو اٹھانے کی کوشش کی تو ہائے سکینہ کر کے لپٹ گئیں فرمایا ۔ سجاد بیٹے سکینہ بابا کے پاس چلی گئی ہے ۔

مستورات نے غسل و کفن دیا ۔

جب صبح کو جناب سجاد ہاتھوں پر جنازہ اٹھا کر لائے تو پورے شام میں نوحہ و بکا کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا ۔

شعرانی نے کتاب المنن کے دسویں باب ۔ میں لکھا ہے کہ مجھے شام کے بعض قابل اعتماد احباب نے بتایا ہے کہ ۔

سکینہ بنت حسین کا مزار جامع دمشق کے قریب ہے ۔ اور اس بی بی کے ساتھ دیگر مستورات اہل بیت کے مزارات بھی ہیں ۔ آج کل یہ جگہ جامع شجرۃ الدر کے نام سے معروف ہے ۔

اس جگہ کتبہ پر لکھا ہے ۔ یہ وہ مبارک خطہ ارض ہے ۔ جس میں آل نبی اور حسین کی شہیدہ بیٹی محو خواب ہیں ۔

مجھے میرے بعض قابل اعتماد احباب نے بتایا ہے کہ سکینہ بنت حسین کا مزار دمشق میں ہے ۔ سیم کی وجہ سے ایک مرتبہ قبر کے گرنے کا خطرہ پیدا ہو گیا ۔ باہمی مشورہ سے طے پایا کہ بنت حسین کے جسم کو یہاں سے منتقل کر دیا جائے ۔ لیکن کسی میں حوصلہ نہیں تھا ۔

بالآخر اولادِ زہرا میں سے سید ابن مرتضیٰ سے کہا گیا۔ جب سید ابن مرتضیٰ نے مزار کھولا اور مستورات نے دیکھا تو مردوں کو بتایا کہ بچی کی پشت پر تازیانوں کے سیاہ داغ ہیں۔ اور کفن بھی نہیں ہے میلے قمیص میں مدفون ہے۔ جب میں نے یہ واقعہ اپنے ایک فاضل دوست کو سنایا تو انہوں نے اپنے ایک استاد کے حوالہ سے یہی واقعہ سنا کر اس کی تصدیق کر دی۔

۞ ۞ ۞
۞ ۞
۞

پندرہویں مجلس

جناب سکینہ بنت حسین کا ایک خواب

ابن نما نے نقل کیا ہے کہ سکینہ بنت حسین سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات زندان شام میں عالم خواب میں پانچ ناقائیں دیکھیں۔ ہر ناقہ پر ایک بزرگ منش سوار تھا۔ ان کے ارد گرد ملائکہ صف بستہ تھے۔ ان کے عقب میں غلام تھے ان غلاموں میں سے ایک کمسن غلام میرے قریب آیا اور مجھے کہا۔

اے دختر حسینؑ۔ آپ کا نبی کونین نانا آپ کو سلام کہہ رہا ہے

میں نے کہا۔ رسول خدا پر میرا بھی سلام ہو۔

تو کون ہے؟

اس نے جواب دیا۔ میں جنت کے غلمانوں سے ہوں۔

میں نے پوچھا۔ یہ دوسرے بزرگ منش افراد کون ہیں۔

اس نے جواب دیا۔ ایک حضرت آدم ہیں۔ دوسرے خلیل خدا ابراہیم ہیں۔ تیسرے موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور چوتھے عیسیٰ روح اللہ ہیں۔

میں نے پوچھا۔ یہ بزرگ جنہوں نے دائیں ہاتھ سے اپنی ریش مبارک پکڑی ہوئی

ہے اور گر گر کر چل رہے ہیں اور چل چل کر گر رہے ہیں یہ کون ہیں ؟

اس نے کہا۔ یہ تو سرور انبیاء آپ کے جدا مجد ہیں۔

میں نے پوچھا یہ کہاں جا رہے ہیں۔

اس نے جواب دیا۔ آپ کے بابا کی زیارت کو کربلا جا رہے ہیں۔

میں نے تیز چلنا شروع کیا۔ تاکہ جا کر بتاؤں نانا آپ کی امت نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا ہے۔ وہ پہلے خرابہ شام کے زندان میں دیکھتے جایئے پھر میرے نانا کے پاس کربلا جانا۔

کہ اتنے میں پانچ اور نورانی ناقائیں آتی ہوئی دکھائیں دیں ان پر پردے پڑے تھے، ہر ناقہ پر ایک مستور تھی۔

میں نے اسی غلمان سے پوچھا۔

یہ مستورات کون ہیں ؟

اس نے کہا۔ ایک جناب حوا ہے۔ دوسری آسیہ زن فرعون ہے۔ تیسری مریم بنت عمران ہے۔ چوتھی ام المومنین خدیجہ ہے۔ اور پانچویں جس نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھے ہوئے ہیں اور جھک جھک کر سنبھل رہی ہے یہ آپ کی جدہ ام الحسنین زہرا ہے۔

میں نے دل میں کہا۔ دادی کے پاس تو ضرور جاؤں گی اور انہیں بتاؤں گی کہ ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے ؟

میں دوڑ کر گئی۔

دادی کے قریب ہوئی اور عرض کیا۔

یا اماہ جحدوا واللہ حقنا۔	اے ماں بخدا! ہمارے حق سے انکار کر دیا گیا۔
یا اماہ بددوا واللہ شملنا۔	اے ماں بخدا! ہمیں ایک ایک کر کے ذبح کر دیا گیا۔
یا اماہ اشباحوا و اللہ حریمنا۔	اے ماں بخدا! ہمارے سروں سے چادریں تک چھین لی گئیں۔
یا اماہ قتلوا و اللہ الحسین ابنک۔	اے ماں بخدا! آپ کے پارہ جگر حسین کو بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔

میری دادی کے بہتے آنسوؤں میں اضافہ ہو گیا۔ اور فرمایا کفی صوتک یا سکینہ فقد احرقت کبدی و قطعت یناطی قلبی هذا قمیص ابیک الحسین وھی لا یفارقنی حتی القی اللہ سکینہ بیٹی بس اب خاموش ہو جا۔ میرے جلے ہوئے دل کو اور نہ جلا۔ تیرے الفاظ کے میرے جگر کو کباب کر دیا ہے۔ یہ دیکھ تیرے بابا کا قمیص ہی میرے پاس ہے جو ہر وقت اپنے دل سے لگائے رکھتی ہوں اور تا قیامت میرے پاس ہی رہے گا۔

میں نے اپنا یہ خواب سجاد بھائی۔ پھوپھی زینب اور ماں کو بتایا۔

بحار کے مطابق ہند زوجہ یزید نے عالم خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ ملائکہ آسمان سے اتر رہے ہیں۔ تمام ملائکہ گروہ در گروہ سر حسین کی طرف آ رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں۔

السلام علیک یا ابا عبد اللہ۔ السلام علیک یا بن رسول اللہ

میں ملائکہ کو دیکھ رہی تھی کہ آسمان سے ایک بادل اترتا ہوا دکھائی دیا۔ اس بادل سے بہت سے لوگ نکل رہے ہیں۔ ان میں ایک شخص جس کا چہرہ موتی کی طرح چمکتا تھا۔ وہ آگے بڑھا۔ مظلوم کے دندان مبارک پر اپنے لب رکھے اور فرمایا۔

یا ولدی قتلوك	میرے بیٹے تجھے ان ظالموں نے قتل کر دیا ہے۔
اترا سهما عرفوك ۔	بیٹے کیا تجھے ان لوگوں نے نہیں پہچانا تھا۔
ومن شرب الماء منعوك ۔	بیٹے ان لوگوں نے تجھے پانی بھی نہ دیا۔
یا ولدی انا جدك رسول الله ۔	بیٹے مجھے دیکھ تیرا رسول نانا ہوں۔
هذا ابوك علی المرتضیٰ ۔	بیٹے میرے ساتھ یہ تیرا بابا علی بھی ہے۔

اس کے بعد آپ نے تمام ہاشمی شہدا اور متونین میں سے ایک ایک کا نام لیا۔

ہند کہتی ہے کہ یہ دیکھ کر میں گھبرا کر اٹھی۔ میں نے خیال کیا کہ یزید کو جا کر بتاؤں جب میں یزید کے کمرہ میں آئی تو وہاں نہیں تھا میں محل کے دیگر کمروں میں تلاش کر رہی تھی کہ ایک تاریک کمرہ سے میں نے یزید کی آواز سنی۔ کہہ رہا تھا۔

مالی وللحسین حسین نے بھلا میرا کیا جرم کیا تھا۔؟

میں یزید کے پاس آئی۔ اسے خواب بتایا۔ یزید نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔

البتہ دوسرے دن جناب سجاد کو بلا کر کہا۔ کہ اگر آپ واپس جانا چاہیں تو میں آپ کو مدینہ بھجواتا ہوں۔ جناب سجاد نے فرمایا۔ مدینہ تو ہمیں جانا ہی ہے ہماری آزادی کی پہلی شرط یہ ہے کہ۔

آج تک ہمیں کسی نے رونے نہیں دیا۔ ہمیں ایک الگ مکان دیا جائے۔ مستورات شام کو ہمارے پاس آنے کی اجازت دی جائے۔ ہمیں سیاہ لباس مہیا کیے جائیں۔ ہم ایک ہفتہ تک ماتم حسین کریں گے اس کے بعد دیکھیں گے کہ ہمیں کہاں جانا ہے۔

سولہویں مجلس

زوجہ یزید اور اسیران آل محمد

بعض روایات کے مطابق ہند بنت عبداللہ ابن عامر ابن کریز اپنے باپ کی وفات کے بعد حضرت علی کے پاس رہی۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد امام حسن کے گھر رہی۔ جب معاویہ کو معلوم ہوا تو اس نے امام حسن سے لیکر یزید سے شادی کر دی۔

بعض روایات کے مطابق امام حسین کی کنیز تھی آپ نے اسے آزاد کیا معاویہ نے اس کی یزید سے شادی کر دی۔

اسے واقعہ کربلا کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ جب اسیران آل محمدؑ شام میں گئے تو اس کی ایک کنیز نے جا کر اسے بتایا کہ۔ آج جو قیدی آئے ہیں۔ عجیب قسم کے ہیں۔ معلوم نہیں کہاں سے آئے ہیں۔ ویسے مظلوم بڑے ہیں۔ اگر چل کر آپ بھی دیکھ لیں تو کتنا اچھا ہوتا۔ جب اسیران آل محمد دربار یزید کی پیشی بھگت کر خرابہ شام میں پہچائے گئے تو ہند نے فاخرہ لباس پہنا۔ کنیز کو کرسی اٹھانے کا حکم دیا۔ اور زندان کی طرف آئی۔

دختر زہرا نے جب ہند کو آتے دیکھا تو بہن سے فرمایا۔ بہن بھلا اس شہزادی کو پہچانو تو یہ کون ہے؟

جناب رقیہ نے جواب دیا۔

بہن مجھے لگتا ہے کہ اسے دیکھا ہوا تو ہے لیکن میرے ذہن میں نہیں آرہا کہ کب دیکھا ہے اور کون ہے؟

بنت زہرا نے فرمایا۔ بہن یہ ہند بنت عبداللہ ہے جو کسی وقت ہماری خادمہ تھی۔ آج کل یزید کی بیوی اور شام کی شہزادی ہے۔ تمام مخدرات عصمت نے سر جھکا لیے۔

ہند کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔

بنت زہرا سے پوچھا۔ بی بی کیا وجہ ہے میرے آنے سے آپ تمام نے سر جھکا لیے ہیں۔

کسی بی بی نے کوئی جواب نہ دیا۔

ہند نے کہا۔ بی بی آپ لوگ کہاں کے قیدی ہیں؟

دختر زہرا نے فرمایا۔

مدینۃ الرسول کے قیدی ہیں۔

یہ سنکر ہند کرسی سے اتر کر نیچے بیٹھ گئی۔

بنت زہرا نے فرمایا۔ کیوں شہزادی کیا بات ہے۔ کرسی کیوں چھوڑ دی ہے۔

ہند نے کہا۔ بھلا مدینہ کے باسی سامنے ہوں۔ وہ خواہ قید ہوں یا آزاد یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کے سامنے کرسی پر بیٹھوں۔

بی بی۔ میں آپ سے ایک گھر کے متعلق پوچھنا چاہتی ہوں۔ اگر اجازت دیں تو پوچھوں۔

جناب زینب نے فرمایا شاہزادی جو چاہے پوچھ آخر تو شاہزادی ہے اور ہم قیدی ہیں۔

ہند نے کہا۔ میں آپ سے اپنے آقا حضرت علی کے اہل خانہ کے متعلق پوچھنا چاہتی ہوں۔

بی بی نے فرمایا۔ جب ہم مدینہ سے چلے خانہ علی کے ہر دروازہ پر قفل پڑے تھے اور وہ آج تک اپنی ویرانی پر نوحہ خواں ہے۔

خانہ علی میں سے تو کس کے متعلق پوچھنا چاہتی ہے؟

ہند نے کہا۔ اپنے آقا حسین۔ آقا سجاد۔ اور اپنی مخدومہ زینب بنت علی کا حال پوچھنا چاہتی ہوں۔

تمام مخدرات عصمت نے ماتم شروع کیا۔

بی بی نے فرمایا۔ ہند تو نے حسین کے متعلق پوچھا ہے تو سر حسین تیرے بادشاہ شوہر یزید کے سامنے طشت میں رکھا ہے اور جسم حسین کربلا کی تپتی ریت پر بلا کفن و دفن پڑا ہے۔

تو نے عباس اور دیگر اولاد علی کے متعلق پوچھا ہے تو ان کے سر ہی نیزوں پر سوار تمہارے دربار میں ہیں اور ان کے جسم میدان کربلا میں چھوڑ کے آئی ہوں۔

تو نے سجاد کے متعلق پوچھا ہے تو وہ بیمار ہے۔ گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں رسیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پہنے در زندان پر بیٹھا ہے۔ جس سے تو پردہ

کر کے آئی ہے۔

تو نے زینب بنت علی کے متعلق پوچھا ہے تو میں زینب بنت علیؑ ہوں یہ رقیہ بنت علی ہے اور میری گود میں سکینہ بنت حسین ہے۔ وہ ام رباب ہے۔

یہ سنتے ہی ہند نے سر سے چادر اتاری سر میں خاک ڈالی قریب ہی ایک پتھر رکھا تھا اسے اٹھایا اور سر پر پتھر مار کر ماتم کرتے کرتے غش کھا گئی۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو۔

بنت زہرا نے فرمایا۔

ہند تیرا شوہر بڑا سنگدل ہے۔ اپنے تعلقات خراب نہ کر۔ گھر واپس چلی جا۔

ہند اٹھی۔ اسی طرح برہنہ سر دربار میں آئی اور یزید سے کہا۔ او مردود! یہ فرزند رسول تو نے شہید کیا ہے؟

یزید نے کہا۔ اگر میں نے کیا ہو تو کیا ہوگا۔

ہند نے کہا۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے۔

یزید اپنی مسند اٹھا کر اور ہند کے سر پر ڈال دی۔

ہند نے کہا اے تجھے میرا بے چادر سر دیکھ کر تو غیرت آ رہی ہے لیکن جس دروازہ سے میں نے پردہ سیکھا ہے۔ تجھے ان کے سروں سے چادریں چھینتے ہوئے غیرت نہیں آئی۔

یزید نے کہا۔ اللہ ابن زیاد پر لعنت کرے اس نے قتل حسین میں جلدی کی ہے۔

ہند نے کہا۔ او مردود! ابن زیاد نے قتل حسین میں جلدی کی تھی تو کیا سر مظلوم کو طشت میں بھی ابن زیاد نے رکھا ہے؟

فرزند حسین کو دربار شام میں ابن زیاد نے پیش کیا ہے؟

زہرا زادیوں کو تیرے دربار میں ابن زیاد نے پیش کیا ہے؟ ذریت رسول کو خرابہ شام میں قید بھی ابن زیاد نے کیا ہے۔

٭ ٭ ٭
٭ ٭
٭

ستر ہویں مجلس

جامعہ دمشق میں خطبہ جناب سجاد

مورخین نے جناب سجاد کے خطبہ کے سلسلہ میں مختلف روایات نقل کی ہیں۔ مناسب ہوگا اگر پہلے ہم مختصراً یہ روایات پیش کردیں بعد میں خطبہ پیش کرتے ہیں۔

لہوف کے مطابق یزید نے اپنے خطیب کو بلایا اور اسے کہا۔ دربار میں منبر پر بیٹھ کر حسینؑ اور اس کے باپ کی بغاوت کا تذکرہ کرکے لوگوں کو ان کی برائیوں سے آگاہ کرو۔

اس خبیث نے منبر پر بیٹھ کر ہر برائی بیان کی۔

جناب سجاد نے خطیب سے فرمایا۔ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو تونے مخلوق کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر خالق کی ناراضگی خریدی ہے۔ آتش جہنم میں جلنے کے لیے اپنے کو تیار رکھنا۔

عبداللہ ابن محمد ابن سنان خفاجی نے اسی سلسلہ میں یہ اشعار کہے تھے۔

یا امۃ کفرت و فی افواھھا القران فیہ ضلالھا و رشادھا

اے کافر امت جس کی زبانوں پر وہ قرآن ہے جس میں گمراہی سے بچنے اور ہدایت کے حصول کی راہیں ہیں۔

اعلی المنابر تعلنون بسبہ و بسیفہ نصبت لکم اعوادھا

کیا انہی منبروں پر بیٹھ کر علی کو سب کرتے ہو جن کی لکڑیاں بھی تمہیں علی کی تلوار نے تراش کر دی ہیں۔

تلک الضغائن بتبکم بدریۃ قتل الحسین و ما جنت احقادھا

ہمیں معلوم ہے تمہارے دل میں جنگ بدر کا انتقام ہے اور قتل حسینؑ اور دیگر جرائم انہی کینوں کی پیداوار ہیں۔

واللہ لولا یتیمھا و عدیھا عرف الرشاد یزیدھا و زیادھا

بخدا! اگر بنی یتیم اور بنی عدی برسر اقتدار نہ آتے تو یزید و زیاد بھی آج ہدایت آشنا ہوئے۔

اس خطیب کے بعد جناب سجاد نے یزید کی اجازت اور اہل دربار کے اصرار پر خطبہ دیا۔

مناقب شہر آشوب کے مطابق جب اسیران آل محمدؐ دربار یزید میں حاضر ہوئے تو یزید نے اپنے خطیب کو خطبہ دینے اور خطبہ میں یزید و معاویہ کی تعریف اور علی و حسین کی مذمت کرنے کا حکم دیا۔

اس خطیب سے اپنے خطبہ میں جو بکواس ہو سکتی تھی بکی۔ اس کے بعد جناب سجاد نے خطبہ دیا۔

مقاتل الطالبین کے مطابق یزید کے خطیب نے جب حکم یزید سے خطبہ دیا۔

اور اس میں علی و حسین کی بغاوت کا تذکرہ کیا۔

اس کے بعد یزید نے ہی امام سجاد سے کہا کہ اب آپ منبر پر جا کر اس دربار میں اعلان معذرت کریں۔

چنانچہ۔ جناب سجاد نے یہ خطبہ دیا۔

احتجاج طبرسی کے مطابق یزید نے اپنے خطیب سے کہا کہ منبر پر جا کر لوگوں کو قتل حسین کے اصل اسباب سے آگاہ کر اس وقت امام سجاد نے فرمایا۔ جو کچھ تو چاہتا ہے اس کی حقیقت سے تیرے خطیب کی نسبت میں زیادہ واقف ہوں۔

چنانچہ جناب سجاد نے یہ خطبہ دیا۔

کامل بہائی کے مطابق یزید سے جمعہ کے دن خطبہ دینے کو کہا گیا۔ یزید نے وعدہ کیا کہ جمعہ کو خطبہ دوں گا۔

جمعہ کے دن یزید نے اپنے خطیب سے کہا کر تو خطبہ دے جس میں ہر برائی کو علی و حسین سے منسوب کر اور ہر خوبی کو معاویہ اور مجھ سے منسوب کر۔ خطیب نے خطبہ دیا۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ یزید اب مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت دے۔ یزید نے انکار کر دیا۔ تمام لوگوں نے اصرار کیا لیکن یزید نہ مانا۔ یزید کا کمسن بیٹا معاویہ تھا۔

اس نے یزید سے کہا۔ ابا جان! ایک قیدی کے خطبہ سے آپ کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے آپ اسے اجازت دے دیں۔

یزید نے کہا۔ تم لوگوں کو آل محمد کا علم نہیں۔ انہیں میں جانتا ہوں۔ علم

اور فصاحت ان لوگوں کی میراث ہے۔ لیکن کمسن معاویہ کے اصرار پر اسے اجازت دینا پڑی۔

بحار۔ اور مقام میں بھی اسی قسم کی روایات ہیں۔ اب ذیل میں ہم بحار سے جناب سجاد کا خطبہ نقل کر رہے ہیں۔

ایها الناس احذرکم من الدنیا وما فیها فانها دار زوال و انتقال تنتقل باهلها من حال الی حال قد افنت القرون الخالیة والامم الماضیة الذین کانوا اطول منکم اعمارا و اکثر منکم آثارا افنتهم ایدی الزمان و احتوت علیهم الافاعی والدیدان افنتهم الدنیا فکانهم لا کانوا لها اهلا ولا سکانا

اے لوگو! میں تمہیں دنیا اور اس کے مافیہا سے بچنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ یہ دنیا زوال و انتقال کا گھر ہے۔ یہ دنیا اپنے باسیوں کو ایک حالت سے دوسری میں بدل دیتی ہے سابقہ صدیوں کو یہ چاٹ گئی ہے۔ اور گذشتہ امتوں کو ہضم کر گئی ہے۔ حالانکہ وہ لوگ عمر طویل کے حامل تھے ان کی طاقت تم سے کہیں زیادہ تھی۔ مگر حادثات کے ہاتھوں نے انہیں فنا کر کے اژدہوں اور قبر کے کیڑوں کے سپرد کر دیا ہے۔ زمانہ نے انہیں اس طرح فنا کیا ہے کہ گویا نہ

قد اکل التراب لحومهم وازال محاسنهم و بدد اوصالهم وشمائلهم و غیر اموالهم و طحنهم ایدی الزمان افتطمعون بعدهم البقاء هیهات هیهات لا بد لکم من اللحوق بهم فتدارکوا ما بقی من اعمارکم بصالح الاعمال وکانی بکم وقد نقلتم من قصورکم الی قبورکم فرقین غیر مسرورین فکم والله من قریح قد استکملت علیه الحسرات حیث لا یقال نادم ولا

تو وہ کبھی اہل زمانہ تھے اور نہ کبھی بستے تھے۔ مٹی ان کا گوشت کھا گئی ہے۔ ان کا حسن مٹی میں مل گیا ہے۔ ان کے جوڑ کھل گئے ہیں۔ ان کی صورتیں بکھر گئی ہیں۔ ان کے رنگ اتر چکے ہیں۔ اور زمانہ کے ہاتھوں نے انہیں پیس ڈالا ہے ان کے بعد کیا تم یہ آس لگائے بیٹھے ہو کہ تم ہمیشہ رہ جاؤ گے ایسا کبھی نہ ہوگا۔ تمہیں بھی انہی سے جا ملنا ہے۔ جتنی زندگی بچ گئی ہے اس میں بھی اعمال صالحہ سے مافات کی تلافی کر لو میں نگاہ بصیرت سے دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں تمہارے محلات سے نکال کر قبر میں لے جایا جا رہا ہے۔ تم ڈرے ہوئے ہو۔ ناخوش ہو۔ بخدا! کتنے خواہش مند ہیں جن کی حسرتیں

يغاث ظالم قد
وحيد وا ما اسلفوا و
احضروا ما تزودوا
و وجدوا ما عملوا
حاضرًا و لا يظلم
ربك احدا فهم فی
منازل البلوی همود
و فی عساکر الموتی
خمود ینتظرون
صیحة القیامة
وحلول یوم الطامة
یجزی الذین اساؤا
بما عملوا و یجزی
الذین احسنوا بالحسنی
ایها الناس
اعطینا ستا
و فضلنا بسبع
اعطینا العلم
و الحلم والسماحة
والفصاحة و

ان کے دلوں میں دب کر
رہ گئی ہیں۔ اور وہ ہر جگہ ہے
جہاں کسی کو پشیمانی فائدہ نہ
دے گی۔ کسی ظالم کی فریاد نہ
سنی جائے گی۔ جو کچھ ان لوگوں
نے کیا تھا انہوں نے پا لیا
ہے۔ جو زاد انہوں نے جمع
کیا تھا وہ ان کے سامنے ہے
ان کے اعمال ان کے آگے
ہیں۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا
آج وہ مصیبت کے گھر میں
خاموش ہیں اور مردوں کے
لشکر میں بجھے ہوئے ہیں
وہ سب لوگ صدائے قیامت
کے انتظار میں ہیں۔ یوم حساب
کی آمد کے منتظر ہیں۔ تاکہ اللہ
بدکرداروں کو ان کے برے
اعمال کی سزا دے اور اعمال
صالحہ کے عاملوں کو جزائے خیر
دے۔ اے لوگو! ہم اہل بیت

الشجاعة والمحبة
فی قلوب
المؤمنین و
فضلنا بان منا
النبی المختار
و منا الصدیق
و منا الطیار
و منا اسد الله
و اسد رسوله
و منا سبطی هذه
الامة و منا
مهدی هذه الامة
من عرفنی فقد
عرفنی و من لم
یعرفنی ابنأته
بحسبی و نسبی
ایها الناس انا
ابن مكة و منی
انا ابن زمزم
وصفا، انا ابن

کو چھ چیزوں سے نوازا گیا
ہے اور سات فضائل دیئے
گئے ہیں۔ ہمیں۔ علم، حلم، سخاوت
فصاحت، شجاعت اور قلوب
مومنین میں ہماری محبت سے
ہمیں نوازا ہے۔ اور سات
چیزوں میں ہمیں افضل کائنات
بتایا گیا ہے وہ یہ ہیں، رسول
عالمین ہم سے ہے۔ صدیق
امت ہم سے ہے۔ جنت
میں اڑنے والا جعفر ہم سے ہے
شیر خدا اور اللہ رسول ہم سے
ہے۔ اس امت کے دو سبط
ہم سے ہیں۔ اور اس امت کا
مہدی ہم سے ہے۔ جو مجھے
پہچانتے ہیں تو پہچانتے ہیں
اور جو نہیں پہچانتے انہیں میں
اپنے حسب و نسب کا تعارف
کرائے دیتا ہوں۔ سنو لوگو!
میں فرزند مکہ و منیٰ ہوں۔ میں

من حمل الرکوۃ
باطراف الردیٰ
انا ابن خیر
من ائتزر و
ارتدی انا ابن
خیر من انتعل
واحتفی انا ابن
خیر من طاف
وسعیٰ انا ابن خیر
من حج ولبّی
انا ابن من حمل
علی البراق فی
الھواء انا ابن
من اسری بہ من
المسجد الحرام
الی المسجد الاقصی
انا ابن من بلغ بہ
جبرائیل الی
سدرۃ المنتھیٰ
انا ابن من دنی

فرزند زمزم وصفا ہوں۔ میں
اس کا بیٹا ہوں جس نے
قحط میں لوگوں کو گھروں میں
کھانا پہنچایا۔ میں اس کا بیٹا
ہوں جو ہر چادر باندھنے والے
اور چادر اوڑھنے والے سے
افضل ہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں
جو ہر پا برہنہ اور جوتا پہننے
والے کا سردار ہے۔ میں اس کا
بیٹا ہوں جو ہر طواف اور سعی
کرنے والے سے افضل ہے
میں اس کا بیٹا ہوں جو ہر حاجی
اور لبیک کہنے والے کا آقا
ہے میں اس کا بیٹا ہوں جو ہوا
میں راکب براق ہے۔ میں اس
کا بیٹا ہوں جسے مسجد الحرام سے
مسجد اقصیٰ تک رات کو سیر کرائی
گئی۔ میں اس کا بیٹا ہوں جسے
جبریل سدرۃ المنتہیٰ تک لے
گیا میں اس کا بیٹا ہوں جو

فتدلی فکان قاب
قوسین او ادنی
انا ابن من
صلی بملائکۃ
السماء مثنی
مثنی انا ابن من
اوحی الیہ الجلیل
ما اوحی انا ابن
محمد المصطفیٰ
انا ابن علی المرتضیٰ
انا ابن من ضرب
خراطیم الخلق حتی
قالوا لا الہ الا اللہ
انا ابن من ضرب
بین یدی رسول
اللہ بسیفین و
طعن برمحین
وھاجر الھجرتین
بایع البیعتین۔ وقاتل
ببدر وحنین ولم یکفر

مقام دنیٰ فتدلیٰ تک پہنچ کر
منزل کاب قوسین او ادنیٰ
پر فائز ہوا۔ میں اس کا بیٹا
ہوں جس کا جنازہ ملائکہ نے
دو دو ہو کر پڑھا تھا۔ میں
اس کا بیٹا ہوں جو اوحی
الیہ ما اوحیٰ کا مخاطب ہے
میں محمد مصطفےٰ کا بیٹا ہوں۔ میں
علی مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔ میں اس
کا بیٹا ہوں جس نے اس
وقت تک لوگوں سے جنگ
کی جب تک انہوں نے لا الٰہ
الا اللہ نہ پڑھا۔ میں اس کا
بیٹا ہوں جو رسول ﷺ کے
سامنے دو تلواروں سے لڑا۔
دو نیزوں سے جنگ کی۔ دو
ہجرتیں کیں۔ دو مرتبہ بیعت کی
جو بدر و حنین میں لڑا۔ جس نے
ایک لمحہ کے لیے بھی شرک
نہیں کیا۔ میں صالح المومنین کا

بالله طرفة عين انا
ابن صالح المؤمنين
ووارث النبيين
قاطع الملحدين و
يعسوب المسلمين
ونور المجاهدين
وتاج البكائين وزين
العابدين واجر الصابرين
وافضل القائمين
من آل طه ويٰسين
رسول رب العالمين
انا ابن المويد بجبرئيل
المنصور بميكائيل
انا ابن المحامي
عن حرم المسلمين
وقتل المارقين
والناكثين والقاسطين
والمجاهد اعدائه
الناصبين وافخر
من مشى من قريش

فرزند ہوں۔ جو انبیاء کا وارث
ہے کفار کا دشمن ہے مسلمانوں
کا مرکز ہے۔ مجاہدین کی روشنی
ہے۔ رونے والوں کا تاج ہے
عابدوں کی زینت ہے۔ سب
سے بڑا صابر ہے۔ نمازیوں
سے افضل ہے۔ آل طٰہٰ و یٰسین
اور آل رسول رب العالمین
سے ہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں
جبریل نے جس کی تائید کی اور
میکائیل نے جس کی مدد کی میں
اس کا بیٹا ہوں جس نے مسلمانوں
کی ناموس کے لیے جنگ کی
مرتدوں سے لڑا۔ بیعت سکون
سے لڑا۔ اور خارجیوں سے
لڑا۔ جس نے دشمنان خدا اور
رسول کے ساتھ جہاد کیا۔ جو
قریش کے ہر فرد سے افضل
ہے۔ جس نے سب سے پہلے
دعوت خدا پر لبیک کہی۔

اجمعين واول من
اجاب واستجاب
لله ولرسوله من
المؤمنين واول
السابقين وقاصم
المعتدين وسيد
المشركين وسهم
من مرامى الله على
المنافقين ولسان
حكمة العابدين و
ناصر دين الله وولى
امر الله وبستان
حكمة الله وعيبة
علمه سمح سخى
بهى بهلول زكى الطيبى
رضى مقدام همام
صابر صوام مهذب
قوام قاطع
الاصلاب ومفرق
الاحزاب اربطهم

مومنین سے۔ جس نے سب سے
پہلے اعلان توحید کیا۔ سابقین
میں سر فہرست تھا۔ ظالموں کا
مخالف تھا جو سید المشرکین
کا قاتل تھا۔ جو منافقین کے
لیے اللہ کی مقرر کردہ علامت
تھا۔ جو حکمت عابدین کی
زبان تھا۔ جو دین خدا کا ناصر
تھا۔ جو حکمت الٰہیہ کا پر بہار
باغ تھا۔ جو علم الٰہی کا ظرف
تھا۔ سخی تھا۔ کریم تھا۔ عقلمند تھا
دانش مند تھا۔ طاہر تھا۔ الٰہی
تھا۔ رضائے خدا پر راضی تھا
آگے بڑھنے والا۔ دشمنوں کی
موت، مصائب پر صابر۔ دن میں
روزہ رکھنے والا۔ تہذیب یافتہ رات
کو عبادت کرنے والا اور باپ
کی صلب میں کافروں کو مارنے والا
تھا۔ جو لشکروں کو پراگندہ کرنے
والا تھا۔ جس کا ہاتھ لگام پر

عنانا، اثبتهم جنانا امضاهم عزيمة اشدهم شكيمة اسد باسل يطحنهم فى الحروب اذا ازلفت الاسنة وقربت الاعنة طحن الرحاء يذودهم فيها ذود الريح الهيثم ليث الحجاز كبش نعراق مكى مدنى خيفى عقبى بدرى احدى مهاجرى من العرب سيدها و من الوغى ليثها وارث المشعرين و ابو السبطين الحسنؑ والحسينؑ ذاك جدى على ابن ابى طالب انا ابن فاطمة الزهراؑء

مضبوط۔ جس کا دل طاقت ور جس کے ارادے پختہ اور عادات عمدہ تھے۔ جو سلح شیر تھا۔ جو میدان جنگ میں جب تلواریں ٹکرائی تھیں اور لشکر ایک دوسرے کے قریب ہوتے تھے دشمنوں کو چکی کی طرح پیس ڈالتا تھا۔ دشمنان خدا کو اس طرح بھگاتا تھا جس طرح ہوا خشک تنکے کو اڑاتی ہے جو حجاز کا شیر عراق کا اسد تھا مکی بھی تھا۔ مدنی بھی تھا حنفی بھی تھا۔ بدری بھی تھا۔ احدی بھی تھا۔ مہاجر بھی تھا۔ عرب میں سردار عرب تھا۔ میدان جنگ کا شیر تھا۔ عرفات و مزدلفہ کا وارث تھا۔ سبطین حسنین کا والد تھا۔ یہ ہے میرا دادا علی ابن ابی طالب میں فاطمہ زہرا کا بیٹا ہوں۔

انا ابن سيدة النساء انا ابن خديجة الكبرىٰ انا ابن المقتول ظلما انا ابن مجزور الرأس من السقفاء انا ابن العطشان حتى قضىٰ انا ابن طريح كربلا انا ابن مسلوب العمامة والرداء انا ابن من بكت عليه ملائكة السماء انا ابن من ناحت عليه الجن فى الارض و الطير فى الهواء انا ابن من رأسه على السنان يهدىٰ انا ابن من

میں سیدہ النساء کا بیٹا ہوں میں خدیجۃ الکبریٰ کا بیٹا ہوں میں اس کا بیٹا ہوں۔ جسے ظلم سے شہید کیا گیا ہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر پس گردن سے۔ جدا کیا گیا ہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جسے دم آخر تک پینے کو پانی نہ ملا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا لاشہ میدان کربلا میں بے گور ہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا عمامہ اور عبا بھی اتار لیے گئے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس پر آسمان میں ملائکہ۔ زمین میں جنات اور ہوا میں پرندوں نے ماتم کیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر نوک سنان پر بلند کیا گیا ہے۔ اور میں اس کا بیٹا ہوں

حرمہ من العراق الی الشام تسبی۔	جس کے اہل خانہ کو عراق سے شام تک رسن بستہ لایا گیا۔

جب یہاں تک پہنچے تو یزید نے موذن سے کہا کہ۔

اذان کہہ۔

٭ ٭ ٭

٭ ٭

٭

اٹھارہویں مجلس

سرہائے شہدا اور مساجد شام

بحار میں علامہ مجلسی کے مطابق ایک مرتبہ معاویہ نے امام حسن سے اصرار کیا کہ آپ منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیں۔ امام حسنؑ نے خطبہ کی ابتدا ویسے ہی کی جیسے جناب سجاد نے کی ہے اور جب امام حسن اپنی والدہ ماجدہ کے فضائل بیان فرمانے لگے۔ تو معاویہ ڈر گیا اور اس نے موذن سے کہا۔

اذان کہہ۔

جب موذن نے اللہ اکبر کہا۔ تو آپ نے فرمایا۔ واقعاً اللہ سے کوئی بڑا نہیں۔

جب موذن نے اشہدان لاالہ الااللہ کہا تو آپ نے فرمایا، میرے خون کا ایک ایک قطرہ اور جسم کا رواں رواں توحید کی گواہی دیتا ہے۔

جب موذن نے اشہدان محمدًا رسول اللہ کہا تو آپ نے فرمایا۔ معاویہ یہ محمد تیرا باپ ہے یا میرا۔ اگر تو کہے تیرا باپ ہے تو تو کافر ہو جائے گا اور اگر کہے میرا باپ ہے تو تو اس بات کا اقرار کرے گا کہ میں فرزند رسول ہوں۔

اندازہ کیجیے اس وقت باپ تھا آج بیٹا ہے۔ باپ کے سامنے چچا تھا اور بیٹے کے سامنے بھتیجا ہے۔ ان دونوں معصوموں کے عمل اور ان دونوں کے عمل میں کتنی مماثلت ہے۔ باپ نے چچا کو خطبہ مکمل نہ کرنے دیا اور بیٹے نے بھتیجے کو خطبہ مکمل نہ کرنے دیا۔

دونوں نے بے وقت اذان کہی۔

کامل بہائی کے مطابق جب یزید نے موذن سے کہا۔ اذان کہو۔

جب موذن نے اللہ اکبر کہا تو جناب سجاد نے فرمایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ سے کوئی بڑا نہیں۔

جب موذن نے اشہدان لا الہ الا اللہ کہا تو امام سجاد نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی رب کوئی معبود نہیں۔

جب موذن نے اشہدان محمدؐ ارسول اللہ کہا۔ تو جناب سجاد نے موذن سے فرمایا۔ تجھے اسی محمدؐ کا واسطہ صرف ایک منٹ کا وقفہ کر۔ موذن نے وقفہ کیا۔

جناب سجاد یزید کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

یزید بھلا یہ محمد رسول اللہ تیرا دادا ہے یا میرا دادا ہے۔ اگر تو کہے تیرا دادا ہے تو کافر ہوگا اور اگر کہے کہ میرا دادا ہے۔ تو پھر اتنا بتا دے کہ جس رسول کی رسالت کو گواہی دیتا ہے اس کی ذریت کو کس جرم میں شہید کیا ہے اور اس کی بیٹیوں کو کس جرم میں قید کیا ہے۔ آپ نے گریبان چاک کیا اور باآواز بلند دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ اور فرمایا۔

او یزید اگر دنیا میں اس وقت کوئی شخص یہ دعوی کر سکتا ہے کہ محمدؐ

میرا دادا ہے تو وہ صرف اور صرف میں ہوں۔ مجھے اتنا بتا دے میرے بابا کو تو نے کس جرم میں تین دن کا بھوکا اور پیاسا شہید کرایا ہے اور نبی زادیوں کو عراق سے شام تک بے پالان کے اونٹوں پر بلا مقنع و چادر کس جرم میں قید کیا ہے۔

او یزید! تو کس منہ سے محمد رسول کہتا ہے۔ اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔

یزید نے موذن سے کہا۔ جلدی کر اقامت کہہ۔

موذن نے اقامت کہی۔ نماز شروع ہو گئی۔ مسجد میں تھلکہ مچ گیا۔ لوگ رونے لگ گئے۔ کچھ لوگ تو بلا نماز پڑھے مسجد سے باہر آ گئے۔

اس کے بعد یزید نے حکم دیا کہ در دربار پر سولی چڑھایا گیا سر حسین اتار لیا جائے اور دیگر مساجد کے دروازوں پر جتنے شہداء کے سر لٹکائے گئے ہیں انہیں بھی واپس لایا جائے۔

کامل بہائی کے مطابق یزید کے حکم سے تمام شہدا کے کچھ سر دمشق کے مختلف دروازوں پر اویزاں کیے گئے تھے اور کچھ سر دمشق کی بڑی بڑی مساجد کے دروازوں پر معلق کیے گئے تھے۔ اور سر غریب زہرا دربار کے دروازہ پر سولی چڑھایا گیا تھا اس خطبہ کے بعد سر اتارے گئے۔ اور سر چالیسویں دن اتارے گئے۔

دان محققین کے لیئے یہ روایت ابھی لمحہ فکریہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شام میں کل مدت قید سات دن تھی، سرکار بہائی جو اپنے تقدس اور تحقیق میں وہ مقام رکھتے ہیں جہاں آج کے فخر المحققین ان کی خاک پا تک بھی نہ پہنچ سکیں۔ کے مطابق ورود شام کے چالیسویں دن جناب سجاد نے جامعہ دمشق میں خطبہ دیا۔

اور اسکے دن سر دروازوں سے اتارے گئے ۔

اس روایت سے مدت قید کا اندازہ کیا جائے اور پھر اس تحقیق کو بھی سامنے رکھا جائے کہ سادات نے پہلا چہلم شام سے واپس آکر کربلا میں کیا ۔

ہم نے سابقا تحقیق و تجزیہ پیش کیا ہے اور یہاں بھی عرض کیے دیتے ہیں کہ ایک ہفتہ قید والی روایت اموی دستر خوان پر پلنے والے مورخین کی تیار کردہ ہے۔ اور کسی اعتبار سے قابل اعتماد نہیں ہے

مذکورہ روایت میں آپ ملاحظہ فرمائیں

یزید نے یہ نہیں کیا کہ میں آل محمد کو رہا کرتا ہوں یزید نے صرف سروں کو سولیوں سے اتارنے کا حکم دیا ہے ۔

بنابریں جن روایات میں زندان شام کی کیفیت بتائی گئی ہے کہ اس میں نہ گرمی سے تحفظ تھا اور نہ سردی سے اور اسیران آل محمد کے چہرے پھٹ گئے تھے کے مطابق یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مدت قید ایک سال سے کم نہیں ہے ۔

(مترجم)

بحار کے مطابق اس کے بعد جناب سجاد نے فرمایا ۔

یزید اگر تجھے یہ معلوم ہوتا کہ تونے ذریت رسول کے ساتھ کتنا بڑا ظلم کیا ہے اور اگر تو اس کے انجام سے آگاہ ہوتا تو تو پہاڑوں میں نکل جاتا۔ مٹی پر سوتا ۔ تجھے نیند نہ آتی۔ تو اپنے کیے پر عمر بھر نادم رہتا ۔ ظالم فرزند زہرا کا سر تیرے دروازہ پر سولی چڑھا ہوا ہے ۔ وہ فرزند رسول جو امانت رسول تھی۔ قیامت کے دن جب رسول کونین تجھ سے پوچھیں گے تو کیا تیرے پاس کوئی جواب ہوگا ۔

اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے ۔

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم — ماذا فعلتم وانتم آخر الامم

قیامت کے دن جب آنحضور تم سے سوال کریں گے کہ تم آخری امت تھے تم نے ۔

بعترتی وباھلی بعد مفتقدی — منھم اساری ومنھم ضرجوا بدم

میری ذریت اور میرے اہل سے میرے بعد کیا سلوک کیا کہ ان میں سے کچھ قیدی تھے اور کچھ خاک وخون میں غلطاں تھے ۔

انیسویں مجلس

شاہ روم کا قاصد

بحار کے مطابق ایک نصرانی شاہ روم کی طرف سے ایک پیغام لے کر یزید کے پاس آیا۔ اس کی موجودگی میں یزید کے سامنے سر مظلوم زہرا پیش کیا گیا۔ جب نصرانی نے سر فرزند رسول دیکھا تو پہچان لیا اور بے ساختہ رونے لگا۔ آنسوؤں سے اس کی داڑھی تر ہوگئی۔

یزید سے کہا۔ یزید! ایک وقت میں تجارت کرتا تھا ایک مرتبہ کچھ سامان تجارت لے کر مدینہ آیا۔ نبی کریم کے حسن خلق کی تعریفیں روم میں بھی سنا کرتا تھا۔ ملاقات کو دل چاہا۔ خالی ہاتھ بھی نہیں جانا چاہتا تھا۔ اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ آنحضور کو پسند کیا ہے۔

اتفاقاً جناب سلمان فارسی سے ملاقات ہوگئی ان سے پسند نبوی کے بارے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آنحضور کو خوشبو بہت پسند ہے۔ چنانچہ میں اپنی حیثیت کے مطابق خوشبو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ام المومنین ام سلمہ کے گھر تشریف فرما تھے پردہ ہوا مجھے اندر لے جایا گیا۔ میں آپ کا حسن و جمال

دیکھ کر حیرت زدہ ہوگیا۔

میں نے خوشبو پیش کی۔

آپ نے پوچھا یہ کس لیے ہے؟

میں نے عرض کیا ایک حقیر سا ہدیہ ہے۔ آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے

میں نے عرض مجھے عبدالشمس کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ عبدالشمس کی بجائے نام عبدالوہاب رکھ لے۔ اگر تو اسلام قبول کرلے تو میں تیرا ہدیہ قبول کروں گا۔ میں نے جب آپ کا حسن و جمال اور خلق و کرم دیکھا تو متاثر تو پہلے ہی ہوچکا تھا۔ آپ کی دعوت کے بعد کچھ دیر کے لیے میں نے سوچا تو مجھے انجیل کی وہ آیات یاد آگئیں جن میں خاتم النبین کی بشارت تھی۔ اور اس میں آپ کا نام احمد بتایا گیا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہی جو تمہاری انجیل میں لکھا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! آپ تو محمد کہلواتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ درست ہے۔ آسمانوں میں محمد ہوں کیونکہ جتنی تعریف میری کی جاتی ہے۔ اور کسی کی نہیں ہوتی اور زمین پر میں احمد ہوں کیونکہ مجھ سے زیادہ حمد خدا کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ میں نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہوگیا آج تک روم میں کسی کو میرے مسلمان ہونے کا علم نہیں ہے میری بیوی۔ میرے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں ہم سب مسلمان ہیں۔ اس وقت میں اپنی قیامگاہ پر واپس چلا گیا۔

روزانہ آپ کی خدمت میں آنا میرا معمول تھا۔ ایک دن میں آنحضور کے پاس

بیٹھا تھا کہ یہی شہزادہ جس کا سر آج تیرے دربار میں اس حالت میں تجھے پیش کیا گیا ہے ۔ آنحضور کے پاس آیا آپ پہلے سے اٹھے ہوئے تھے ۔ آپ نے شہزادہ کو اٹھانے کی خاطر دونوں بازو کھول رکھے تھے شہزادہ آپ کے بازوؤں میں آیا ۔ آپ نے مرحبًا یا حبیبی کہہ کر اٹھا لیا ۔ پھر میں دیکھ رہا تھا ۔ آپ نے پہلے اس کے دندان مبارک کا بوسہ لیا ۔ پھر اس بچے کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیے اور چومتے بھی تھے اور چوستے بھی تھے ۔

اور فرما رہے تھے ۔

میرا لعل تیرا قاتل رحمت خدا سے مایوس ہوگا ۔ میرے بیٹے اللہ تیرے قاتل پر لعنت کرے ۔ تیرے قتل پر تعاون کرنے والوں پر لعنت کرے ۔

میں نے دیکھا آپ رو بھی رہے تھے ۔ دوسرے دن میں مسجد میں آنحضور کے پاس بیٹھا تھا کہ یہی شہزادہ اپنے بھائی حسن کے ساتھ آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی ۔

نانا جان ! ہم دونوں بھائی کشتی لڑتے ہیں آپ انصاف فرمائیں اور بتائیں کہ ہم میں سے طاقتور کون ہے ؟

آپ نے دونوں کو گود میں لیا ۔ دونوں کے منہ چومے اور فرمایا ۔ بیٹے کشتی لڑنا مناسب نہیں ہے ۔ ایسا کرو تم دونوں تختی لکھنے کا مقابلہ کر لو جس کا خط اچھا ہوا اسی کی طاقت بھی زیادہ ہوگی ۔ دونوں بچے خوشی خوشی واپس گھر گئے کچھ دیر بعد دونوں اپنی اپنی تختی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی نانا اب انصاف فرمایئے کس کا خط اچھا ہے ؟

آپ نے دونوں کے خط دیکھے ۔ کسی ایک کو ترجیح دینا مناسب نہ سمجھا فرمایا بیٹے ایسا کرو تم اپنے بابا جان کے پاس چلے جاؤ ان سے انصاف کرا لو ۔ دونوں شہزادے حضرت علی کے پاس گئے اپنا واقعہ عرض کیا ۔ اور بتایا کہ نانا جان نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے ۔

حضرت علی نے جب دیکھا تو آنحضور نے دونوں میں سے کسی کی دل شکنی کو مناسب نہیں سمجھی تو پھر میں کیسے کسی کی دل شکنی کروں ۔

آپ نے فرمایا ۔ بیٹے تم دونوں اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ دیکھیں کہ وہ کس کے خط کو اچھا فرماتی ہیں ۔ دونوں شہزادے ماں کے پاس گے ۔ اپنا تمام واقعہ عرض کیا بی بی نے سوچا جب کہ میرا بابا اور میرا شوہر ان کی دل شکنی نہیں کرتے تو میں کیوں کروں ۔

بی بی نے کچھ دیر کے بعد فرمایا ۔ میرے حل ایسا کرو یہ میرے گلے میں ہار ہے اس میں سات موتی ہیں ۔ میں اسے تم دونوں کے سروں پر نثار کرتی ہوں جس نے زیادہ موتی چن لیے اسی کا خط اچھا ہوگا ۔ اور وہی زیادہ طاقت ور ہوگا ۔

بی بی نے موتیوں کو بکھیرا تین موتی حسنؑ نے اور تین حسین نے چنے ایک موتی بچ گیا ۔ ایک طرف سے حسن نے اٹھانے کی خاطر ہاتھ بڑھایا دوسری طرف حسین نے ہاتھ بڑھایا قدرت نے جبریل سے فرمایا فورًا موتی کو دو حصوں میں بانٹ دے تاکہ دونوں آدھا آدھا بانٹ اور کسی کی دل شکنی نہ ہو ۔ یزید آنحضور کے پاس تو میں خود موجود تھا اس کے بعد کا واقعہ مجھے حضرت سلمان نے بتایا تھا ۔ اور سلمان کو اندر کا واقعہ جناب فضہ نے سنایا تھا ۔ بس اتنا سوچ لے کہ جن شہزادوں کی

دل شکنی نبی کونین حضرت علی۔ جناب سیدہ اور خود خالق کونین نے گوارا نہیں کی تو نے کس گردے سے اس بے دردی سے اسے شہید کر دیا ہے۔

پھر وہ اٹھا اس نے سر امام حسینؑ اٹھایا۔ سینہ سے لگایا۔ بوسے لیے اور عرض کی۔

حسین اپنے نانا۔ بابا۔ ماں اور بھائی کے سامنے میری گواہی دے دینا

☆ ☆ ☆

☆ ☆

☆

بیسویں مجلس

سبب رہائی

زندان شام میں آل محمد کو کئی ماہ گزر چکے تھے۔ کہ بنی سفیان کی عورتوں کی خواہش پر اسیران آل محمد کو یزید کے گھر جانے کا حکم ملا۔ اس ظالم نے گھر کو بھی سجانے کا حکم دیا۔ گھر کے دروازہ پر فرزند رسول کا سر لٹکایا۔ اس کے بعد اسیران آل محمد کو گھر لے جایا گیا۔ اس منظر نے دختران زہرا کا غم ایک مرتبہ پھر تازہ کر دیا اس عرصہ میں شامی عوام کو پتہ چل چکا تھا کہ جسے باغی مشہور کیا گیا ہے وہ فرزند رسول تھا۔ ہر طرف چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ اہل شام نے اس موضوع پر کھلے عام باتیں کرنا شروع کر دیا تھا۔ آخر نوبت یزید کے خلاف عمومی بغاوت تک جا پہنچی۔ جب مروان کو پتہ چلا تو یزید سے کہا۔ اب مزید اہل محمد کو شام میں قید رکھنا ممکن نہیں ہے۔ ورنہ بغاوت ہو جائے گی اور اس کا سنبھالنا ممکن نہ ہو گا چنانچہ یزید نے جناب سجاد کو بلا کر کہا اگر آپ واپس مدینہ جانا چاہیں تو آپ آزاد ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مدینہ تو جائیں گے لیکن اس طویل عرصہ میں تو نے شامی عوام کو ہم سے دور رکھا ہے اور ہمیں اپنے مظلوم شہدا پر رونے بھی نہیں دیا۔ مدینہ

واپسی سے پہلے ہمیں ایک کھلا مکان دے۔ ہمیں ماتم کرنے کی کھلی اجازت دے شامی مردوں کو میرے پاس اور شامی مستورات کو دختران زہرا کے پاس آنے کی کھلی اجازت دے ایک ہفتہ تک سیاہ لباس پہن کر ہم ماتم کریں گے اس کے بعد شام سے جائیں گے۔

جب آل محمد نے ماتم شروع کیا اور لوگوں کے سامنے حقیقت حال واضح ہوئی تو شام کی فضا یزید کے لیے تنگ ہو گئی چنانچہ اس نے شامیوں کے ذہن صاف کرنے کی خاطر ایک دن لوگوں کو جامع دمشق میں بلایا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو یزید نے کہا۔

لوگ کہہ رہے ہیں کہ فرزند رسول کو میں نے شہید کیا ہے۔ میں تمہیں بتا دوں کہ نہ تو میں نے شہید کیا ہے اور نہ ہی شہید کرنے کا حکم دیا ہے۔ عراق میں میرے گورنر ابن زیاد نے میری اجازت کے بغیر یہ جسارت کی ہے۔ ایک شامی نے کھڑے ہو کر کہا۔

اگر بات یہی ہے جو تو کہہ رہا ہے تو پھر تو نے ذریت رسول کو اپنے ہاں قید کیوں رکھا؟

فرزند رسول اور دیگر اہل بیت رسول کے شہدا کے سروں کو سولی پر کیوں چڑھائے رکھا؟۔

کیا تم نے ابن زیاد سے باز پرس کی ہے؟

کیا تم نے اس کے خلاف فرزند رسول کے قتل کا مقدمہ چلایا ہے؟

یزید لاجواب ہو گیا۔ اس نے سپاہیوں سے کہا کہ اس آدمی کو باہر لے جاؤ یہ مجھے بات نہیں کرنے دے گا۔ سپاہی اسے باہر لے گئے۔ پھر حکم دیا کہ تمام

سپاہی تلوار بدست ہر آدمی کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اگر کوئی بولے تو اسے قابو کر و۔ اس کے بعد یزید نے شام سے جانے والے کمانڈروں اور عراقی موجود کمانڈروں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہو گئے تو یزید نے شبث ابن ربعی سے کہا۔

تجھ پر لعنت ہو کیا تو نے حسین کو قتل کیا ہے یا میں نے تجھے قتل حسین ؑ کا حکم دیا تھا۔

شبث نے کہا۔ آپ نے تو نہیں کہا تھا اور نہ ہی میں نے اسے قتل کیا ہے بلکہ اسے تو اس مصاہر ابن رہیبہ نے قتل کیا ہے۔ یزید نے مصاہر سے پوچھا تجھ پر اللہ کی لعنت ہو کیا تو نے اپنی مرضی سے حسین کو قتل کیا ہے یا میں نے تجھے قتل حسین کا حکم دیا تھا؟

مصاہر نے کہا۔ نہ آپ نے حکم قتل دیا تھا اور نہ میں نے قتل کیا ہے بلکہ اسے قیس ابن ربیع نے قتل کیا ہے۔

یزید نے قیس سے یہی سوال کیا۔ قیس نے وہی جواب دے کر کہا کہ اسے شمر نے قتل کیا ہے۔

یزید نے شمر سے پوچھا۔ شمر نے کہا۔ اللہ قاتل حسین پر لعنت کرے۔

یزید نے کہا۔ کس نے قتل کیا ہے؟

شمر نے کہا۔ سنان ابن انس نے۔

یزید نے سنان سے وہی سوال کیا۔ سنان نے کہا اللہ قاتل حسین پر لعنت کرے۔ اب یزید غصہ سے بھر گیا۔ اور کہنے لگا تم سب پر اللہ کی لعنت ہو ہر ایک دوسرے کے سر تھوپنا ہے بتاتے کیوں نہیں کہ قاتل کون ہے؟

قیس ابن ربیع نے کہا۔ اگر میں قاتل بتا دوں تو مجھے امان ہوگی؟

یزید نے کہا۔ ہاں تجھے امان ہے۔ بتا قاتل حسین کون ہے؟

قیس نے کہا۔ وہ شخص قاتل حسین ہے جس نے حسینؑ کو باغی کہا ہے۔ جس نے فرزند رسول پر پانی بند کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس نے جگر پارہ زہرا کے خلاف اسلحہ جمع کیا ہے۔ لشکر اکٹھے کیے ہیں۔ اور ایک لشکر کے بعد دوسرا لشکر عراق بھیجا ہے۔ جس نے قتل فرزند رسول کی خاطر بے پناہ دولت خرچ کی ہے۔

یزید نے کہا۔ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو صاف کیوں نہیں بتاتا۔

قیس نے کہا۔ قاتل حسین آپ ہیں۔ آپ نے بدر کا انتقام لیا ہے۔ اور سر دربار آپ نے مقتولین بدر کو مخاطب کر کے کہا کہ آج میں نے بنی زادوں سے تمہارے بدلے چکا لیے ہیں۔

اس کے بعد یزید خاموش ہوگیا اور لوگوں کو واپس اپنے گھروں میں جانے کو کہا۔

* * *

* *

*

اکیسویں مجلس

زندانِ شام سے رہائی

جو شخص بھی اعمال وافعال یزید میں ذرا سی توجہ کرے۔ وہ یہ تو سوچ بھی نہیں سکتا کہ یزید تادم آخر قتل فرزند رسولؐ پر پشیمان ہوا تھا۔ جہاں تک رہائی کا تعلق ہے اور جناب سجاد کے احترام کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یزید کی سیاسی مجبوریاں تھیں۔ ورنہ اول سے لے کر آخر تک یزید اپنے باطنی خبث پر قائم رہا

جب سر ہائے شہدا اور اسیران آل محمد حاضر دربار کیے گئے تو اس نے جس خوشی کا اظہار کیا ہے۔ وہ سابقاً لکھی جا چکی ہے۔

سر فرزند رسول کے سر سے جو سلوک کیا وہ تاریخ میں موجود ہے۔

اسیران آل محمد سے جو سلوک ہوا اور جس زندان میں انہیں قید کیا گیا وہ بھی تاریخ اسلام کا ایک حصہ ہے۔

سبط ابن جوزی نے تذکرہ الخواص میں جو کچھ لکھا ہے اگر ایک انصاف پسند اسے دیکھے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ یزید کی اندرونی کیفیت کیا تھی۔

سبط ابن جوزی کے مطابق شہادت فرزند رسول کے بعد یزید نے ابن زیاد کو اپنے

پاس بلایا۔ اسے بہت سا انعام دیا۔ بیش قیمت تحائف دیتے۔ تخت حکومت پر اسے اپنے ساتھ بٹھایا اپنا ندیم خاص قرار دیا حتیٰ کہ اپنی مستورات سے اس کا پردہ تک ختم کر دیا۔ ایک رات ابن زیاد کو اپنے ساتھ بٹھا کر اس نے بزم شراب سجائی اور گویے سے گانے کو کہا۔ جب ترنگ میں آیا تو خود یہ اشعار پڑھے۔

اسقنی شربۃ تروی مشاشی ثم صل فاسق مثلھا ابن زیاد

ایک جام ایسا پلا کہ میرا دل سیراب ہو جائے پھر دوسرا جام بھر کے ابن زیاد کو دے۔

صاحب السر والامانۃ عندی ولتشدید مغنمی وجہادی

ابن زیاد وفادار اور میرا امین ساتھی ہے۔ میری حکومت کا خیر خواہ اور میرے جہاد کا سالار ہے۔

قاتل الخارجی اعنی حسینؑ ومبید الاعداء والحساد

باغی یعنی حسین کا قاتل ہے اور میرے تمام دشمنوں اور حاسدوں کو نابود کرنے والا ہے۔

ایک دن دربار میں بیٹھا تھا جناب سجاد کو بلایا جناب سجاد شدت ضعف کی وجہ سے امام حسن کے ایک گیارہ سالہ بیٹے کا سہارا لیکر آئے۔ یزید نے ازراہ مذاق فرزند امام حسنؑ سے کہا۔

کیا میرے اس خالد بیٹے سے کشتی لڑے گا۔

امام حسن کے اس گیارہ سالہ بیٹے نے کہا۔ ہم اہل بیت کشتیاں نہیں لڑا کرتے ایک خنجر مجھے دے دے ایک اسے دے دے۔ اگر اس نے مجھے مار دیا تو میں اپنے دادا کے پاس پہنچ جاؤں گا اور اگر یہ میرے ہاتھ سے مر گیا تو یہ اپنے

دادا کے پاس پہنچ جائے گا۔

یزید نے کہا۔ تعجب ہے بڑے چھوٹے ایک جیسے ہو۔

یزید نے جناب سجاد سے کہا۔ آپ اگر شام رہ جائیں تو اچھا ہوگا۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ اگر ہم آزاد ہیں تو ہمیں واپس جانے دے

یزید نے کہا۔ ہاں تم آزاد ہو۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ اگر ہم آزاد ہیں تو پھر ایک مرتبہ مجھے میرے بابا کا سر دکھا دے تاکہ آخری زیارت کر لوں ہمارا لوٹا ہوا مال ہمیں واپس کر دو۔ اور اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو ان مستورات کو مدینہ پہنچانے کا مناسب بندوبست کر دے۔

یزید نے کہا۔ جہاں تک تیرے سر حسین کی زیارت کا تعلق ہے۔ تو وہ ناممکن۔ ہے۔

جہاں تک تیرے قتل کا تعلق ہے وہ نہیں ہوگا اور تو خود ہی اپنی مستورات کو لے کر مدینہ جائے گا۔

اور جہاں تک لوٹے ہوئے مال کا تعلق ہے تو اس کے عوض جتنا چاہے لے لے وہ نہ لے۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ لوٹے ہوئے مال کا معاوضہ ہم نہیں لیں گے کیونکہ وہ معاوضہ والا نہیں ہے۔ اس میں ایک میری دادی کا چرخہ ہے ایک گلوئے زہرا کا گلوبند ہے۔ اور ایک قمیص بتول ہے بھلا ان چیزوں کی تو کتنی قیمت دے گا۔ اب رہا یہ کہ میں اپنے بابا کے سر کی زیارت کر سکوں گا۔ تو یہ تیرا غلط خیال ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ سر تو نے ایک کمرہ میں سونے کے طشت میں رکھا ہوا ہے

اور میں جب چاہوں اسے دیکھ بھی سکتا ہوں اور مل بھی سکتا ہوں۔

یہ فرما کر جناب سجاد نے اس حجرہ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا۔

السلام علیک یا ابا عبداللہ۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔ السلام علیک یا ابن امیر المومنین حجرہ کا قفل کھل گیا۔ طشت پر پڑا ہوا رومال پٹ گیا۔ اور سر مظلوم نے جواب سلام دے کر فرمایا۔ وعلیک السلام یا علی یا ولدی۔

جناب سجاد نے رو کر عرض کیا۔ بابا تیرا یہ بیمار اور یتیم بیٹا لٹ کر گھر واپس جا رہا ہے۔ الوداع آخری سلام

فصل ۱۵

اس فصل میں نو مجالس ہیں

پہلی مجلس

واپسی اور سر ہائے شہدار

کتب مقاتل کے مطابق یزید نے جناب سجاد کو جب آزاد کیا تو نعمان ابن بشیر کو تیس سپاہی دے کر آپ کے ساتھ روانہ کیا۔ اپنی طرف سے کافی مال دے کر بنت زہرا سے کہا۔

تمہارا جو کچھ نقصان ہوا ہے یہ اس کے عوض ہے۔

بی بی نے فرمایا۔

یا یزید ما اقل حیاؤك	اے یزید! تو کتنا بے حیا
واصلب وجهك	ہے۔ اور کتنا ترش رو ہے
تقتل اخی و اهل	میرے بھائی اور میرے
بیتی و تعطینی	اہل بیت کو قتل کر کے انکا
عوضهم مالا والله	عوض دولت دیتا ہے بخدا
لا کان کذلک	کبھی ایسا نہ ہوگا۔ (لیکن
ابداً من این تخجل	اس میں تیرا کیا قصور ہے،

اوجه امویة	بھلا وہ اموی چہرے جن
سکبت بلذات	کی آنکھ کا پانی فسق و فجور کی
الفجور حیائها	لذتوں میں بہہ گیا ہو کب
	شرمندہ ہوتے ہیں۔

نعمان ابن بشیر انتہائی حسن سلوک سے پیش آیا۔ پورے راستہ میں آگے آگے چلتا رہا۔ جب کہیں قیام کرتے تھے تو یہ اپنے سپاہیوں کو لے کر الگ بیٹھ جاتا تھا۔ اس کے اس حسن سے سلوک سے متاثر ہو کر جناب فاطمہ بنت علی نے جناب زینب سے کہا۔

نعمان ابن بشیر کے حسن سلوک کی بدولت ہمارا حق بنتا ہے کہ اسے کچھ معاوضہ دیں۔

بی بی نے فرمایا۔ اس وقت زیورات کے سوا ہمارے پاس کیا ہے۔ چنانچہ کچھ زیورات جمع کر کے ابن بشیر کو دیے گئے۔ اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیے کہ اگر۔

میں نے آپ سے حسن سلوک دنیا کے لیے کیا ہوتا تو ضرور لے لیتا۔ لیکن میں نے للہ اور للرسول حسن سلوک کیا ہے اس لیے اس عوض بھی اللہ اور رسول سے وصول کروں گا

جب یہ قافلہ حدود شام سے نکل کر اس مقام پر پہنچا جہاں سے حجاز اور عراق کے راستے جدا ہوتے تھے۔

تو نعمان ابن بشیر نے عرض کیا۔

اب کس طرف جانا ہے مدینہ یا کربلا۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ پہلے کربلا۔

چنانچہ نعمان نے کربلا کی راہ لی جب کربلا آئے تو یہاں جابر ابن عبداللہ انصاری اور بنی ہاشم سے چند افراد بھی زیارت قبر شبیر کو آئے ہوئے تھے۔ یہاں کئی دنوں تک نوحہ و بکا ہوتا رہا۔

مؤلف!

متعدد کتب تاریخ کے حوالہ سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے سرہائے شہدا بھی شام سے جناب سجاد ساتھ ہی لائے تھے جنہیں کربلا آکر جسموں کے ساتھ دفن کیا۔ ویسے اس سلسلہ میں سخت اختلاف ہے تمام اقوال مورخین تو جمع کرنا مشکل ہیں ہم ذیل میں بطور اختصار چند ایک اقوال پیش کیے دیتے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق منصور ابن جمہور کو اتفاقاً خزانہ یزید سے سر مظلوم کربلا مل گیا تھا۔ اس نے یزید سے چوری دمشق ہی میں باب الفرادیس کے قریب دفن کر دیا۔

ایک روایت کے مطابق۔

سلیمان ابن عبدالملک ابن مروان کے دور حکومت تک خزانہ یزید میں رہا۔

جب سلیمان نے تخت حکومت سنبھال کر خزانہ کا جائزہ لیا تو اسے سر غریب زہرا بھی مل گیا۔ اس نے پانچ ریشمی کپڑوں کا کفن دے کر جنازہ پڑھا اور دفن کر دیا۔

بعض مورخین کے مطابق یزید نے سر مظلوم عمرو ابن سعید ابن عاص گورنر مدینہ کو بھیجا تھا۔ اور عمرو نے جنت البقیع میں دفن کر دیا تھا۔

بعض روایات کے مطابق نجف اشرف میں حضرت علیؑ کے مزار کے سرہانے دفن کیا گیا ہے۔

علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ۔

علمائے امامیہ میں مشہور یہی ہے کہ سر مظلوم غریب زہرا کربلا میں ہی آپ کے جسم اطہر کے ساتھ دفن کیا گیا ہے۔

ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ سید المرتضیٰ نے اپنے بعض مسائل میں بھی یہی لکھا ہے کہ آپ کا سر مبارک کربلا میں آپ کے جسم اقدس کے ساتھ دفن کیا گیا ہے۔

سرکار طوسی نے حبیب السیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یزید نے تمام سرہائے شہدا جناب سجاد کے حوالہ کر دیے تھے اور آپ نے کربلا لا کر انہیں دفن کیا تھا۔

سبط ابن جوزی نے تذکرہ الخواص میں لکھا ہے کہ سرہائے شہدا کے سلسلہ میں پانچ نظریات ہیں۔

ایک روایت کے مطابق کربلا میں دفن ہوئے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق جنت البقیع میں جناب زہرا کے مزار میں مدینہ میں دفن کیا گیا ہے۔

ایک روایت کے مطابق دمشق میں دفن ہوئے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق مسجد رقہ میں دفن ہوئے ہیں۔

اور۔

ایک روایت کے مطابق مصر کے دار الحکومت قاہرہ میں ہی دفن

ہوئے ہیں۔

لیکن ان تمام روایات میں سے مشہور ترین روایت یہی ہے کہ اہلبیت کے ساتھ شام سے واپس کربلا آئے اور وہیں دفن ہوئے ہیں۔

آخر میں لکھا ہے کہ۔ حقیقت یہ ہے کہ سر غریب زہرا ہر مومن کے دل میں ہے۔
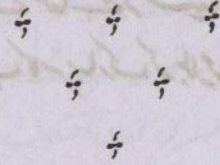
دوسری مجلس

جناب جابر اور امام سجادؑ کی ملاقات

تظلم الزہرا کے مطابق عطیہ عوفی سے مروی ہے کہ میں جابر انصاری کے ساتھ مظلوم زہرا کی زیارت کو چلا۔ جب ہم کربلا آئے تو جابر نے پہلے دریائے فرات سے غسل کیا۔ پھر میری نشاندہی پر قبر مظلوم زہرا کی طرف روانہ ہوا۔ دریائے فرات سے لے کر قبر کے آنے تک جابر کی زبان پر ذکر خدا تھا اور آنکھوں سے آنسو بارش کی طرح برس رہے تھے۔

جناب جابر پابرہنہ قبر پر آئے تھے جب قبر کے قریب آئے تو مجھے کہا ذرا میرا ہاتھ پکڑ کر قبر پر رکھ دے۔ جب میں نے قبر پر ہاتھ رکھا۔ تو جابر ہائے حسین کہہ کر گرا اور غش آگیا۔ میں نے پانی چھڑکا کافی دیر بعد افاقہ ہوا تو تین مرتبہ کہا۔

یا حسینؑ

یا حسینؑ

یا حسینؑ

پھر خود کہا۔ آج تو اپنے چاہنے والوں کو جواب بھی نہیں دے رہے۔

میرے آقا۔ میں تو تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ کیسا وقت ہوگا۔ جب آپ کا خون آپ کے کٹے ہوئے گلوئے نازنین سے بہہ بہہ کر ریگ صحرا کو سیراب کر رہا ہوگا۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا کہ آپ کا سر مبارک آپ کے جسم اطہر سے جدا کیسے ہوا ہوگا۔

میں گواہی دیتا ہوں آپ اولاد انبیاء سے ہیں۔ . . . . میں گواہی دیتا ہوں آپ اولاد اولیاء سے ہیں . . . . آپ امام المتقین کے فرزند ہیں. . . . . آپ ہدایت مجسمہ کے پارہ جگر ہیں . . . . آپ اصحاب کساء میں سے پانچویں ہیں. . . . . آپ سید النقباء کے فرزند ہیں . . . . . . آپ سیدۃ النساء زہرا کے لعل ہیں. . . . . آپ کو ایسا ہونا ہی چاہیے تھا. . . . . سید المرسلین کے ہاتھوں سے آپ نے کھانا کھایا. . . . . امام المتقین کی گود میں آپ نے آنکھیں کھولیں. . . . . . . ایمان کا دودھ پیا. . . . . اسلام میں پروان چڑھے. . . . . آپ زندگی میں طیب تھے . . . . شہادت کے بعد بھی پاکیزہ رہے. . . . . یہ علیحدہ بات ہے کہ آج آپ کی شہادت نے قلوب مومنین کو غم زدہ کر رکھا ہے. . . . . آپ پر اللہ کا سلام ہو. . . . . اللہ کی رحمت آپ کے شامل حال رہے . . . . میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جناب یحیٰی کے نقش قدم پر چلے

اس کے بعد جابر نے دل کی بصیرت سے ارد گرد دیکھا اور کہا۔

اے وہ تمام شہداء جو صحن خانہ شبیر میں رہتے ہو جابر آپ کو سلام عرض

آپ خوش نصیب تھے۔ میں گواہی دیتا ہوں آپ نمازی تھے۔ زکوۃ ادا کرتے تھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے۔ آپ نے ملحدوں سے جہاد کیا۔ آپ نے اللہ کی عبادت کی۔

مجھے اس ذات کی قسم! جس نے محمدؐ کو مبعوث بالحق کیا تھا ہم بھی اس جہاد میں شریک ہیں جس میں آپ لوگ شامل ہوئے

عطیہ کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا۔ اے صحابی رسول! ہم کیسے ان کے ساتھ شریک ہیں۔ نہ ہمارے بچے یتیم ہوئے۔ نہ ہماری بیویاں بیوہ ہوئیں۔ نہ ہم نے تلوار اٹھائی نہ ہمیں کوئی زخم آیا۔ جب کہ ان مظلوموں کے سر ان کے جسموں سے جدا کر کے نوک نیزہ پر چڑھا کر کربلا سے شام تک شہر بشہر پھرائے گئے۔

جابر نے کہا۔ میں نے اپنے حبیب صادق سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے کہ جو شخص کسی قوم کے عمل پر راضی ہوگا وہ انہی سے محشور ہوگا۔ عطیہ مجھے نبوت محمد کی قسم ہے!

ہم ان کے عمل پر راضی ہیں اور ان کے دشمنوں سے تبرا کرتے ہیں۔

عطیہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس کے بعد ہماری ملاقات نہیں ہوگی میری وصیت سن لے۔ اور امکان بھر اس پر عمل کرنا محبت محمد و آل محمد سے دل کو کبھی خالی نہ کرنا۔ اور ان کے دشمن کے بغض سے بھی دل کو کبھی خالی نہ رکھنا ان کے محبوں سے محبت اور ان کے دشمنوں کے دوستوں سے بغض کو ایمان سمجھتے رہنا۔ ان کا محب کبھی جہنم میں اور ان کا دشمن کبھی جنت میں نہیں جائے گا۔

ہم انہی باتوں میں مصروف تھے کہ شام کی طرف سے ایک غبار نمودار ہوا۔ میں نے بتایا اے صحابی رسول مجھے شام کی طرف سے ایسے غبار معلوم ہو رہا ہے جیسے

کافی افراد آرہے ہوں ۔

جناب جابر نے اپنے غلام سے فرمایا ۔ جا اور دیکھ کے آ ۔ اگر تو یزید کے سپاہی ہیں تو ہم کہیں روپوش ہو جائیں اور اگر وارث مظلوم سجاد ہے تو اسے تعزیت کر لیں ۔ اگر میرا امام سجاد ہوا اور تو نے آکر اس کی بشارت دی تو فی سبیل اللہ آزاد ہے ۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ غلام دوڑتا ہوا آیا اور آکر کہنے لگا ۔

جابر جلدی اٹھے استقبال کیجئے ۔ جناب سجاد اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں

جناب جابر اٹھے ۔ استقبال کو آگے بڑھے ۔ جب جناب سجاد نے جابر کو دیکھا تو بے ساختہ ہو کر آگے بڑھے اور جناب جابر کے گلے لگ گئے ۔ کافی دیر تک نوحہ و بکا رہا ۔ پھر جناب سجاد بتاتے رہے ۔

جابر یہاں راکب دوش رسول گھوڑے سے اترے تھے ۔ اس جگہ انہوں نے آخری سجدہ دیا تھا ۔ یہاں ہم شکل نبی بھائی گھوڑے سے اترا تھا ۔ اس جگہ میرے چچا عباس کا دایاں بازو زمین پر آیا تھا ۔

☆ ☆ ☆

☆ ☆

☆

تیسری مجلس

کربلا میں نوحہ خوانی

دمعۃ الساکبہ کے مطابق تین دن تک کربلا میں نوحہ خوانی ہوتی رہی اردگرد کی بستیوں سے جیسے جیسے لوگوں کو پتہ چلتا گیا زن و مرد جناب سجاد اور دختران زہرا کو پرسہ دینے کی خاطر جمع ہوتے گئے ۔

بنت زہرا کی نگاہ قبر حسین پر پڑی جلدی سے قریب آئیں قبر کو گلے لگایا اور قبر پر سب سے پہلا بین یہ کیا ۔

واخاہ ۔ واحسیناہ ، واحبیب رسول اللہ ، واابن مکۃ ومنیٰ ۔ واابن فاطمہ الزہرا ۔ واابن علی مرتضیٰ ۔ واابن رسول اللہ ۔

اس کے بعد بی بی غش کر گئی ۔

جناب فاطمہ بنت علی نے جو پہلا بین کیا ۔ بی بی نے بھی قبر کو گلے لگایا اور کہا ۔

الیوم مات جدی — آج نانا رسول اس دنیا سے

محمد المصطفیٰ[۳۱] ۔ — رخصت ہوئے

اليوم مات ابي علي المرتضیٰ۔	آج بابا علی اس دنیا سے چلے گئے
اليوم ماتت امي فاطمة الزهراء۔	آج ماں زہرا دنیا سے رخصت ہوگئی۔
اليوم حل الشكل بالزهراء	آج ماں قبر میں بھی رو رہی ہے۔

جب فاطمہ بنت مظلوم زہرا آئی اپنے بابا کا مزار دیکھا تو مزار کو گلے لگا کر کہا۔

ہائے نانا۔ ہائے نبی خدا۔ نانا جو قیامت ہم پر گذر گئی ہیں بتا نہیں سکتی ذرا آکر دیکھ تو لیں۔

آپ کا حسین ذبح کر دیا گیا ہے آپ کی عزت کو شہر بشہر تشہیر کرایا گیا ہے۔
تین دن کے بعد جب آل محمد واپس جانے لگے۔ تو جناب فاطمہ بنت حسین نے اپنے بابا کے مزار کو گلے لگا کر یہ بین کیا۔

الا يا كربلا نودعك جسما بلا كفن ولا غسل دفينا الا يا كربلا نودعك روحا لاحمد والوصي مع الامينا۔	اے زمین کربلا ہم تجھے ایک ایسا جسم امانت دے کر جا رہے ہیں جو تیرے پہلو میں بلا غسل و کفن دفن کیا گیا ہے۔ اے زمین کربلا ہم تجھے نبی کونین اور وصی نبی کی روح سونپ کر جا رہے ہیں۔

———

کامل التواریخ کے مطابق جناب ام رباب نے کربلا چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ بی بی ایک برس تک قبر حسین کی مجاور بن کر بیٹھی رہی۔ ایک برس کے بعد مدینہ واپس آئی۔ بڑے بڑے روسا نے خواستگاری کی۔ لیکن بی بی نے ہر ایک کو ایک ہی جواب دیا۔

لا صحر بعد رسول الله۔	رسول خدا کے بعد کسی کو سسر نہیں بنایا جا سکتا۔

اس مخدرہ نے مدینہ آکر بھی کبھی سایہ کو نہیں دیکھا دن دھوپ پر گزارتی تھی اور رات روتے ہوئے گزر جاتی تھی۔ کبھی ٹھنڈا پانی نہیں پیتی تھی۔

چوتھی مجلس

مدینہ میں واپسی

لہوف کے مطابق جب کربلا سے مدینہ کو واپسی ہوئی تو اس وقت بشیر ابن جذلم بطور ساربان کے تھا۔

بشیر سے روایت ہے کہ جب مدینہ کے قریب آئے تو بیرون مدینہ جناب سجاد نے قیام کا حکم دیا۔ جب خیمے لگ گئے تو مجھے بلا کر پوچھا۔

بشیر تیرا باپ تو شاعر تھا کیا تو بھی شعر کہہ لیتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کچھ تو کہہ لیتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ پھر جا اہل مدینہ کو ہماری آمد کی اطلاع کر دے۔

میں داخل مدینہ ہوا مسجد نبوی کے قریب آ کے۔ باآواز بلند کہا۔

یا اهل یثرب لا مقام لکم	اے مدینہ والو! لٹ گئے ہو
بها قتل الحسین فادمعی	بیٹھے کیوں ہو۔ حسین شہید کر
مدرارا الجسم منه	دیا گیا ہے۔ اٹھو ماتم کرو
مفرج بکربلا والراس	جسم حسین کربلا کی خاک

منه علی القناة	پر خون میں غلطاں ہے۔
یدار۔	اور سر نوک نیزہ پر تشہیر کیا گیا ہے۔

ذرا جا کر دیکھو۔ بیرون مدینہ حسین کا عزادار امام سجاد اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ خیمہ زن ہے۔ میں انہی کے حکم سے تمہیں اطلاع کرنے ہی آیا ہوں۔

میں نے دیکھا جوں جوں میری آواز پہنچتی گئی۔ توں توں عورتیں بچے مرد سبھی نے بیرون مدینہ کا رخ کیا۔ عورتیں سر و پا برہنہ منہ پر طمانچے مارتی ہوئی۔ ماتم کرتی ہوئی دوڑیں۔ انہی میں سے ایک نوجوان بچی نوحہ کرتی ہوئی میرے قریب آئی اور کہا۔

بندہ خدا تو نے ہمارے غم تازہ کر دیئے ہیں۔ بتا تو سہی تو ہے کون؟

میں نے کہا میں بشیر ابن جذلم ہوں جناب سجاد کا قاصد ہوں۔ انہوں نے مجھے اطلاع کرنے کو بھیجا ہے۔ بیرون مدینہ فلاں جگہ اپنے اہلبیت کے ساتھ قیام فرما رہے ہیں۔

یہ سنتے ہی مجھے چھوڑ کر تمام لوگ اسی جگہ آئے میں گھوڑا دوڑا کر وہاں پہنچا تو پورا مدینہ جمع ہو چکا تھا۔ جناب سجاد اس وقت خیمہ سے باہر تشریف لا رہے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے آنسو صاف کر رہے تھے لیکن آنسو کا سیلاب تھا جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ تمام مرد و زن بے ساختہ رو رہے تھے۔

جناب سجاد نے ہاتھ کا اشارہ کیا تمام لوگ خاموش ہو گئے۔

آپ نے فرمایا۔

الحمد لله رب العلمين مالك يوم الدين بارئ الخلائق اجمعين الذی بعد فارتفع فی السموات العلیٰ و قرب فشهد النجوٰی نحمده علی عظائم الامور

اس اللہ کی حمد ہے جو عالمین کا رب اور یوم جزا کا مالک ہے۔ تمام مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے۔ جو اتنا دور ہے کہ بلند ترین آسمانوں سے بھی بلند ہے اور اتنا قریب ہے کہ سر گوشی بھی سن لیتا ہے۔ ہم اس کی عظیم آزمائشوں پر اس کی حمد کرتے ہیں۔ زمانہ کے مصائب۔ حادثات کی تلخی تکالیف کی کاٹ۔ مصیبت کی وحشت اور مصائب کی عظمت پر حمد خدا ہے۔ اور ایسے مصائب پر وحشتناک تھے۔ جو گھونٹ گھونٹ پینا پڑے جو ہولناک تھے۔ اور جو حوصلہ شکن تھے۔

يا ايها القوم ان لله وله الحمد

اے میری قوم! حمد خدا ہے۔

ابتلانا بمصائب جليلة و ثلمة فی الاسلام عظيمة قتل ابو عبد الله الحسینؑ و عترته وسبی نسائه و صبيته ودا روا براسه فی البلدان السنان و هذه الاذية التی لا مثل اذية۔ ايها الناس فای رجالات منكم يسرون بعد قتله ام ای فؤاد يحزن من اجله ام اية عين منكم تحبس دمعها وتضن انهما لها

اللہ نے ہمیں بہت بڑے مصائب سے آزمایا ہے اور اسلام میں ایسے بہت بڑے خلا سے آزمایا ہے۔ ابو عبداللہ حسین شہید کیے گئے۔ اس کی عترت ذبح کر دی گئی ہے۔ اس کی عورتوں اور بچوں تک کو قید کیا گیا۔ اس کے سر کو شہر بشہر نوک نیزہ پر سوار کر کے پھرایا گیا۔ یہ وہ مصیبت ہے کہ اس جیسی مصیبت کی مثال نہیں ملتی۔ اے لوگو! بھلا کون ہے جو قتل حسین کے بعد خوش ہو سکے یا کونسا دل ہے جو اس کی شہادت پر غمزدہ نہ ہو۔ یا کونسی آنکھ ہے جو اپنے آنسو روک سکے یا بہنے سے بخل کرے۔ اس کی شہادت پر

فقد بكت السبع
الشداد لقتله و
بكت البحار
بامواجها والسموات
باركانها والارض
بارجائها والاشجار
باغصانها والحيتان
ولجج البحار و
الملائكة المقربون
واهل السموات اجمعون
ايها الناس اى قلب
لا ينصدع لقتله
ام اى فؤاد لا يحن
اليه ام اى سمع
يسمع هذه الثلمة
التى ثلمت فى
الاسلام ولا يصم
ايها الناس اصبحنا
مطرودين مشردين
مذودين وشاسعين

سات آسمان روئے سمندر
کی موجوں نے گریہ کیا۔ آسمانوں
کے ستون اور کرہ ارض کے
ذرات، درخت انکی ٹہنیاں
مچھلیاں۔ سمندر کی موجیں ملائکہ
مقربین اور آسمان کے باسی
تمام ملائکہ نے گریہ کیا ہے۔
اے لوگو! وہ کونسا دل ہے
جو شہادت حسین پر پھٹ
نہ جائے وہ کونسا دل ہے جو
آنسو نہ بہائے۔ وہ کونسا دل
ہے جو اسلام میں پڑنے والے
اس رخنہ کو سنکر بہرا نہ ہو جائے
اے لوگو! ہمیں شہروں سے
اس طرح دربدر کیا گیا۔
اس طرح پھرایا گیا اس
طرح ہانکا گیا کہ گویا ہم
ترک اور کابل کی اولاد ہیں
حالانکہ یہ سب کچھ ہمارے
نہ تو کسی جرم کی سزا تھی جو

عن الامصار كاننا
اولاد ترك وكابل
من غير جرم اجترمناه
ولا مكروه ارتكبناه
ولا ثلمة فى الاسلام
ثلمناها ما سمعنا
بهذا فى آبائنا
الاولين ان هذا
الا اختلاق والله لو
ان النبى تقدم
اليهم فى قتالنا
كما تقدم اليهم
فى الوصاية بنا
لما زادوا على ما
فعلوا فانا لله وانا
اليه راجعون
من مصيبة
ما اعظمها
واوجعها و
افجعها واكظها

ہم سے سرزد ہوا ہے۔ اور
نہ ہی کسی خلاف اسلام کام
کا بدلہ تھا۔ جس کا ہم نے
ارتکاب کیا ہو۔ نہ ہی ہمیں
کسی ایسے رخنہ کی سزا ملی
ہے جو ہم نے اسلام میں
ڈالا ہے۔ ان جیسے حالات
تو ہم نے اپنے آباء و اجداد
میں بھی نہیں سنے تھے یہ صرف
اور صرف ظلم اور زیادتی
ہی تھی۔ بخدا اگر سرور کونین
امت کو ہم پر اس طرح ظلم
پر آمادہ کرتے۔ جس طرح
انہوں نے ہمارے ساتھ
حسن سلوک کی وصیت فرمائی
تھی تو بھی جو کچھ ہوا ہے
اس سے زیادہ نہ کر سکتے
ہم اللہ کیلئے ہیں اس کی طرف
بازگشت ہے۔ یہ مصیبت
بہت عظیم، بہت دردناک

افقطعها و امرها	بہت پریشان کن۔ بہت
واقدحها فعند	وحشتناک بہت تلخ اور
الله نحتسب فیما	بہت زیاں آور تھی۔ جو کچھ
اصابنا وما بلغ	ہم پر آیا ہے۔ اس کا اجر
بنا فانه عزیز	ہم اللہ کے ذمہ کرتے ہیں
ذوانتقام۔	وہی غالب اور انتقام لینے
	والا ہے۔

٭ ٭ ٭

٭ ٭

٭

پانچویں مجلس

جناب محمد حنیفہ سے ملاقات

دمعۃ الساکبہ کے مطابق جناب محمد حنیفہ اس حد تک مریض تھے کہ انہیں کوئی علم نہ تھا کہ کیا ہو چکا ہے۔ اور کیا ہو رہا ہے۔ جب بشیر ابن جذلم نے جناب سجاد کی آمد کی اطلاع دی اور پورے مدینہ میں ماتم کا طوفان اٹھا ہر طرف سے وامحمداہ کی صدائیں بلند ہوئیں تو جناب محمد نے پوچھا۔ یہ نوحہ و بکا کیسا ہے؟

کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ آپ کو صحیح صورت حال سے مطلع کرتے۔ جب جناب محمد کا اصرار بڑھ گیا۔ تو اس وقت غلام نے عرض کیا۔

آقا اندازہ یہی ہے کہ شاید آپ کا بھائی حسین واپس آ گیا ہے۔ اور اہل مدینہ جناب مسلم کی تعزیت کے لیے ان کے استقبال میں رو رہے ہیں جناب محمد نے فرمایا۔ میرا آقا میری آنکھوں کا نور حسین کہاں ہے؟ کیا اسے معلوم نہیں کہ میں بیمار ہوں وہ میرے پاس کیوں نہیں آیا۔ غلام نے عرض کیا۔ قبلہ چونکہ سفر سے آئے ہیں ممکن ہے آپ کا انتظار کر رہے ہوں۔ آپ فوراً

اٹھے۔ امام حسین کے گھر تشریف لائے دیکھا تو ہر طرف آہ و بکا اور ماتم تھا پوچھا کہاں ہے میرا آقا۔ غلام نے عرض کیا قبلہ ابھی تک شہر میں نہیں آئے بیرون مدینہ فلاں جگہ قیام کیا ہوا ہے۔ غلاموں کے گھوڑے پر سوار کیا۔ آپ آئے ابھی تک دور تھے۔ کہ ہر طرف سیاہ علم دیکھے۔ فرمایا۔ اب میں سمجھ گیا۔ بنی امیہ نے میرے آقا اور فرزند رسول کو شہید کر ڈالا ہے۔ یہ کہتے ہی گھوڑے پر سنبھل نہ سکے زمین پر آئے۔ غلاموں نے سر جھولی میں رکھا۔ ایک غلام دوڑ کر جناب سجاد کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔ آقا چچا کو سنبھالیں ان کی حالت غیر ہے جناب سجاد دھاڑیں مار کر روتے ہوئے آئے چچا کا سر اپنی جھولی میں رکھا جب افاقہ ہوا تو جناب سجاد کو گلے لگا کر پوچھا۔ بیٹے میرا بھائی۔ زہرا کا جگر پارہ۔ میرے بابا کا خلیفہ اور میرا سردار کہاں ہے۔ جناب سجاد نے عرض کیا چچا میں یتیم ہو کر آیا ہوں۔ اس وقت میرے ساتھ عزادار زہرا زادیوں کے سوا کوئی بھی نہیں ہے۔

یہ سنتے ہی جناب محمد پھر غش کھا گئے۔ کافی دیر بعد جب افاقہ ہوا تو کہا بیٹے ذرا مجھے کچھ سناؤ تو سہی۔ جناب سجاد نے عرض کیا۔ چچا میں کیا سناؤں گا اور آپ کیا سنیں گے۔

پھر جناب سجاد نے ایک ایک ہاشمی کی شہادت کے واقعات سنائے جناب محمد ہر ایک کی شہادت پر غش کھاتے رہے۔ جب جناب سجاد نے غریب زہرا کا ذکر شروع کیا تو ہر لمحہ بعد جناب محمد غش کھا جاتے تھے۔ بالآخر جناب سجاد نے عرض کیا چچا! میں بہتر ربگزار کربلا میں دیکھ کر آیا ہوں اب مجھ میں مزید حوصلہ نہیں ہے کہ آپکا جنازہ بھی دیکھوں اتنے میں جناب ام المومنین ام سلمہ ایک ہاتھ میں خون سے بھری شیشی

اور دوسرے ہاتھ جناب فاطمہ صغری کا ہاتھ لیے ہوئے آئیں تمام مخدرات عصمت نے اٹھ کر حرم رسول کا استقبال کیا ایک ایک بی بی گلے ملیں۔ جناب فاطمہ صغرای جو بیمار تھیں کئی مرتبہ غش کھا کر گریں۔ کبھی کوئی بی بی سنبھالتی تھی اور کبھی کوئی بی بی۔

اس کے بعد یہ قافلہ داخل مدینہ ہوا۔ جناب ام کلثوم زینب نے مدینہ میں داخل ہوتے ہوئے مرثیہ پڑھا۔

☆ ☆ ☆

☆ ☆

☆

چھٹی مجلس

نبی زادیاں روضہ نبی پر

دمعۃ الساکبۃ کے مطابق امام سجاد ایام اسیری گزارنے کے بعد جس دن مدینہ میں داخل ہوئے وہ جمعہ کا دن تھا۔ ولید ابن عتبہ گورنر مدینہ تھا۔ جب اس نے صدائے ماتم و گریہ سنی تو پوچھا کیا بات ہے۔

وہ اس وقت جمعہ کا خطبہ دے رہا تھا۔ اسے بتایا گیا کہ آل محمدؐ واپس آئے ہیں اور اہل مدینہ ان کی تعزیت کر رہے ہیں وہ بے ساختہ رونے لگا خطبہ نہ دے سکا منبر سے اترا اور گھر جا کر بیٹھ رہا۔

بحار کے مطابق ثانیہ زہرا مدینہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مزار رسول پر آئیں۔ مسجد کے دروازہ پر کھڑی ہو گئیں۔

اور عرض کیا۔

یا جداہ انی ناعیۃ الیک اخی الحسین۔

نانا زینب آپ کو اپنے بھائی حسین کی خبر شہادت دیتی ہے۔

یا جداہ انی ناعیۃ الیک ولدک الحسین۔

نانا زینب آپ کو آپ کے حسین بیٹے کی خبر شہادت دیتی ہے۔

پھر بی بی آگے بڑھیں۔ مزار نبی کو گلے لگایا۔ اپنا چہرہ مزار نبی پر رکھا حضرت حجت نے زیارت ناحیہ میں اس وقت کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

فقام ناعيك عند قبر جدك الرسول فنعاك اسير بالدمع يهطول قائلا يا رسول الله! قتل سبطك و فتاك والتسبيح اهلك و حماك و سبيت بعدك ذراريك ووقع المحذور بعترتك و ذويك۔

آپ کی خبر موت دینے والے آپ کے نانا کے مزار پر کھڑے ہوئے اور بہتے آنسوؤں کے ساتھ آپ کی خبر شہادت سنائی خبر شہادت دینے والے کہہ رہے تھے۔ اے رسول خدا! آپ کا سبط پیاسا شہید کر دیا گیا ہے۔ آپ کے جوان قتل کر دیے گئے ہیں آپ کے اہل بیت اور حامیوں کا خون بہانا مباح سمجھ لیا گیا ہے۔ آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کو قید کیا گیا۔ آپ کی عزت اور آپ کے اقربا پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے

مقتل ابومخنف کے مطابق قبر رسول میں لرزہ ہوا۔ اور قبر نبی کے اردگرد موجود تمام افراد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا کہ مزار نبی سے باآواز بلند صدائے گریہ بلند ہوئی۔

قبر نبی کے بعد دختر زہرا اپنی ماں کے مزار پر آئی۔ قبر کو گلے لگایا اور غش کھا گئیں۔

جب غش سے افاقہ ہوا تو عرض کیا۔

ماں ذرا اٹھ کے دیکھ تیری زینب شام سے واپس آگئی ہے۔

ماں تو نے کیا مصائب دیکھے تھے جو زینب دیکھ کے آئی ہے۔

ماں کاش تو اپنی بیٹیوں کو رسن بستہ بے مقنع و چادر شہر بشہر تشہیر ہوتا دیکھتی۔

ماں کاش تو زین العابدین کو پا بجولاں طوق بگردن اور زنجیر بدست بیمار دیکھتی۔

ماں کاش تو اپنے یتیموں کو کبھی آگ میں جلتا اور کبھی پیاس سے بلکتا دیکھتی۔

پھر جناب سجاد قبر نبی پر آئے قبر کو گلے لگایا اور عرض کیا۔

اے خیر المرسلین نانا میں آپ کو بتلانے آیا ہوں کہ آپ کا محبوب بیٹا شہید کر دیا گیا ہے اور آپ کی ذریت کو قتل کر دیا گیا ہے۔

نانا میں آپ کو بتانے آیا ہوں کہ مجھے دستار یتیمی کے عوض آپ کی امت نے طوق بیڑیاں اور زنجیر دیئے۔

نانا میں آپ کو بتلانے آیا ہوں کہ ہمیں آپ کی امت نے اس طرح قید

کیا جس طرح ترک و کابل کے غلاموں کو قید کیا جاتا ہے۔

دمعۃ الساکبۃ کے مطابق پورے مدینہ میں پندرہ دن تک ماتم شبیر رہا۔

نفس المہموم کے مطابق امام جعفر ابن محمد باقر سے مروی ہے کہ ہاشمی مستورات نے سیاہ لباس پہنے۔ نہ کبھی گرمی کا خیال کیا اور نہ سردی کا۔ کسی ہاشمی مستور نے نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا۔ نہ سر میں کنگھی کی۔ نہ خضاب لگایا۔ اور نہ ہی بنی ہاشم کے گھروں میں پانچ برس تک چولہے جلے۔ پانچ برس تک مسلسل عزاداری شبیر میں شب و روز نوحہ و بکا میں گزرے جب ابن زیاد کا سر آیا تو ہاشمی گھروں میں آگ جلی۔

لہوف کے مطابق جناب سجاد چالیس برس تک اس طرح عزادار رہے کہ کبھی کسی نے آپ کی آنکھیں خشک نہیں دیکھیں جب بھی آپ کے سامنے کھانا رکھا جاتا یا پانی لایا جاتا۔ آپ کھانے کو دیکھکر فرماتے۔

ابوعبداللہ پیاسے اور بھوکے شہید کیے گئے۔ پھر آنسو بارش کی طرح برسنے لگتے کھانا اور پانی آنسوؤں سے تر ہو جاتا اور آپ روتے روتے غش کر جاتے۔

آپ کے ایک غلام نے ایک دن عرض کیا۔ آقا۔ آپ بہت کمزور ہیں اب تو اس نوحہ و بکا کو ختم فرما دیں۔

آپ نے فرمایا۔ بندہ خدا یعقوب کی آنکھوں کے سامنے سے بارہ میں سے صرف ایک بیٹا غائب ہوا تھا۔ منجانب اللہ یعقوب کو معلوم تھا کہ یوسف زندہ ہے۔ لیکن فراق یوسف میں روتے روتے یعقوب کی آنکھیں سفید ہو گئیں تھیں

اس کا سر سفید ہو گیا تھا۔ کمر جھک گئی تھی اور میں اپنے باپ اور بھائی کے علاوہ اپنے اہل بیت کے فخر یوسف نوخیز نوجوان اور بچوں کو پیاس سے تڑپتا اور نیزہ وسنان سے پارہ پارہ ایگنار کر بلا کے پتتے ہوئے میدان میں اپنی آنکھوں سے بلا کفن ودفن دیکھ کے آیا ہوں۔ بھلا میری آنکھیں رک سکتی ہیں۔

امام سجاد نے بیرون مدینہ ایک خیمہ لگا کر اسے امام بلدگاہ بنا رکھا تھا صبح سے شام تک اس میں آکر بیٹھ کر روتے رہتے تھے مدینہ سے پیدل کربلا اپنے بابا اور بھائیوں کی زیارت کو آتے تھے۔

نفس المہموم میں تاریخ ذہبی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ۳۵۲ھ میں معز الدولہ نے یوم عاشور پر بغداد میں سرکاری سطح پر سوگ منانے کا اعلان کیا۔ بازار بند کرائے گئے۔ سیاہ لباس پہنائے گئے۔

تاریخ ابن الوردی کے مطابق ۳۶۲ھ میں اہل سنت نے یوم عاشور پر ماتم کی مخالفت کی جس میں کافی سے زیادہ نہتے عزادار شیعوں کو شہید کر دیا گیا۔

ابوریحان البیرونی نے الآثار الباقیہ میں لکھا ہے کہ واقعہ کربلا سے قبل بھی یوم عاشور انتہائی باعظمت دن شمار کیا جاتا تھا۔ جب واقعہ کربلا ہوا تو کسی بھی نبی کی امت میں ایسا دلدوز سانحہ نہیں ہوا تھا اور کسی امت نبی نے اپنے نبی کی ذریت سے ایسا سلوک نہیں کیا تھا کہ اپنے نبی کی ذریت کو پیاسا شہید کیا۔ خیمے جلا دیے۔ بچے ذبح کر دیے۔ نبی زادیوں کو رسن بستہ اور بے مقنع و چادر کیا گیا۔ جیسا کہ نبی کونین کی امت نے آپ کی ذریت سے کیا۔ اس کے

بعد ہمیشہ کے لیے امت محمدؐ دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک گروہ بنی امیہ اور ان کے طرف داروں کا اور دوسرا گروہ ذریت نبی اور ان کے محبوں کا۔

بنی امیہ اور ان کے طرف دار یوم عاشور کو بطور عید کے منانے لگے۔ یوم عاشور تمام اموی حکمران ان کے دستر خوان پر پلنے والے علماء و محدثین اور ان کے ہوا خواہ نئے کپڑے پہننے لگے۔ عید کی طرح مبارک بادیاں دینے لگے۔ اسی دن شادیاں اور ولیمہ کی دعوتیں کرنے لگے۔ ایک دوسرے کو دعوتوں پہ بلانے لگے۔ اور مٹھائیاں بانٹنے لگے یہ سلسلہ بنی امیہ کی حکومت سے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔

جب کہ ذریت نبی کے موالی اور طرف دار یوم عاشور کو یوم غم منانے لگے یہ لوگ یوم عاشور بغداد کی گلیوں اور کوچوں میں پورا دن نوحہ وبکا اور ماتم وغم میں گزارتے ہیں۔

⁂ ⁂ ⁂
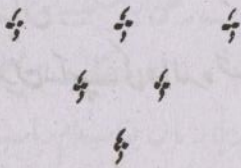
ساتویں مجلس

اولاد جناب سید الشہداء

مورخین کا اس بات میں سخت اختلاف ہے کہ مظلوم کربلا کی اولاد کتنی تھی۔

شیخ مفید نے چھ اولادیں لکھی ہیں۔

چار بیٹے اور دو بیٹیاں۔

۱۔ علی اکبر زین العابدین۔ آپ کی والدہ شہربانو یا شاہ زنان بنت کسریٰ تھی۔

۲۔ علی اوسط۔ شہید کربلا۔ آپ کی والدہ ام لیلیٰ بنت ابو سرہ ابن عروہ ابن مسعود ثقفی تھی۔

۳۔ جعفر ابن حسین۔ آپ کی والدہ بنو قضاعہ سے تھیں اور آپ کمسنی میں مدینہ ہی میں جناب سید الشہداء کی زندگی میں وفات پا گئے تھے۔

۴۔ عبداللہ الرضیع۔ یہ شہزادہ یوم عاشور بعد از ظہر پیدا ہوا اور اس وقت سید الشہداء کی گود میں شہید ہوا جب آپ نے اس کے کانوں میں اذان و

اقامت کہی اور جناب فضہ کو واپس کرنے لگے۔

۵۔ فاطمہ بنت حسین۔ اس شہزادی کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ ابن عبداللہ تمیمی تھی۔

۶۔ سکینہ بنت حسین۔ اس شہزادی کی والدہ ام رباب بنت امرؤ القیس تھیں۔

مترجم۔

میری تحقیق کے مطابق۔ آپ کے آٹھ بچے تھے۔

اس مقام پر میں صرف ان کے اسمائے گرامی مختصراً لکھے دیتا ہوں۔ تفصیل انشاء اللہ مع حوالہ جات اور شواہد کے بعد میں اپنی علیحدہ تالیف میں عرض کروں گا۔

۱۔ علی اکبر جناب سجاد۔ ماں جناب شہربانو۔

۲۔ علی اوسط۔ المعروف۔ علی اکبر شہید کربلا۔
ماں۔ جناب ام لیلی۔

۳۔ علی اصغر۔ شہید کربلا۔ ماں جناب ام رباب۔

۴۔ عبداللہ رضیع۔ شہید کربلا۔ ماں ام اسحاق بنت عبداللہ ابن طلحہ۔

۵۔ فاطمہ کبری۔ ماں قضاعیہ۔

۶۔ فاطمہ وسطی۔ ماں جناب شہربانو۔

۷۔ فاطمہ صغریٰ۔ ماں ام اسحاق۔

۸۔ سکینہ۔ ماں ام رباب

جہاں تک سید الشہدار کے لڑکوں کا تعلق ہے تو ان میں اختلاف بہت کم ہے۔ زیادہ اختلاف آپ کی لڑکیوں میں ہے اور لڑکیوں میں سے بھی جناب سکینہ خاتون اور جناب فاطمہ صغریٰ کے متعلق ہے۔ میری تحقیق کے مطابق جناب فاطمہ صغری جناب ام اسحاق کی بیٹی ہیں۔ جسے امام حسین ظاہراً دو وجوہ کی بنا پر مدینہ چھوڑ گئے تھے۔ ایک اس لیے کہ یہ شہزادی بیمار تھیں اور دوسرا جناب ام المومنین ام سلمہ کی خدمت کے لیے۔ اور باطناً اس کی وجہ کوئی مصلحت ہی ہو سکتی ہے جسے امام ہی بہتر جانتے ہیں۔ مقتل کی ہر کتاب میں کوے یا کبوتر کا خبر شہادت دینا ملتا ہے۔

جہاں تک میدان کربلا میں موجود فاطمہ صغری کا تعلق ہے اور بازار کوفہ میں بی بی کے خطبات کا تعلق ہے۔ تو یہ فاطمہ صغریٰ جناب سجاد کی ہمشیرہ ہی ہیں۔ جسے مورخین نے فاطمہ وسطیٰ کا نام دیا ہے۔ چونکہ کربلا میں موجود فاطمات میں سے بی بی ہی صغری (کمسن) تھیں۔

اس لیے مورخین نے قافلہ آل محمد میں موجود فاطمات کی نسبت سے اس مخدرہ کو فاطمہ صغریٰ لکھا ہے۔

جہاں تک جناب سکینہ خاتون کا تعلق ہے تو میری تحقیق کے مطابق یہ وہی شہزادی ہے جس کی وفات زندان شام میں ہوئی ہے۔

اس بی بی کا اصل نام امیمہ تھا۔

سکینہ۔ رقیہ۔ آنسہ۔ عاتکہ وغیرہ جتنے نام مورخین نے بتائے ہیں وہ سب اسی شہزادی سے پیار کے نام ہیں۔

جیسے ہمارے ہاں پیار سے بچی کو کبھی منی۔ کبھی گڈو۔ اور کبھی گڑیا

وغیرہ کہا جاتا ہے۔

علامہ علی نقی صاحب اعلی اللہ مقامہ الشریف نے ملتان میں ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ جس بچی کی وفات شام میں ہوئی ہے یہی سکینہ ہی تھی۔

٭ ٭ ٭
٭ ٭
٭

آٹھویں مجلس

حالات جناب عقیلہ قریش

اعلام الوری کے مطابق عقیلہ قریش کی شادی جناب عبداللہ ابن جعفر طیار سے ہوئی تھی۔ جس سے آپ کے تین بیٹے۔ علی۔ عون، محمد تھے۔ اور ایک بیٹی ام کلثوم تھی۔ علی سے بی بی کی ذریت آج بھی بکثرت موجود ہے۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ عقیلہ قریش۔ فصاحت۔ بلاغت، زہد، عبادت، فضیلت شجاعت اور سخاوت میں اپنے بابا علی اور ماں زہرا سے کم نہ تھی۔ واقعہ کربلا کے بعد مدینہ واپسی تک تمام آل محمدؐ کی سرپرست تھیں اور مدینہ واپسی کے بعد تمام نبی ہاشم کے معاملات انہی کے سپرد تھے۔

ذہبی کے مطابق عقیلہ قریش کی ولادت شہادت سرور انبیاء سے چار سال قبل ہوئی تھی۔

ولادت:

منتخب التواریخ کے مطابق بی بی کی ولادت یکم شعبان ۵ھ میں ہوئی تھی

جب آنحضور کو بی بی کی ولادت کی اطلاع ملی تو آپ تشریف لائے۔ اس بچی کو اٹھایا۔ پہلے سینہ سے لگایا۔ پھر اپنا رخسارہ اس بچی کے رخسارہ پر رکھ دیا۔ اور اتنا روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

جناب زہرا نے عرض کیا۔ بابا جان خیریت تو ہے اللہ آپ کو نہ رلائے۔

آپ نے فرمایا۔ میری یہ بچی بہت بڑے مصائب اٹھائے گی۔

اے زہرا جو بھی میری اس بچی کے مصائب میں روئے گا۔ اللہ کی طرف سے اسے اس کے بھائیوں کے مصائب پر رونے والے کے برابر اجر ملے گا۔

مؤلف۔

ہم نے اس بی بی کے فضائل و مناقب اپنی کتاب شجرہ طوبی میں لکھے ہیں شائقین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ جہاں تک تاریخ عالم کا تعلق ہے حضرت آدم سے لے کر آج تک اتنے مصائب کسی پر بھی نہیں آئے جتنے مصائب اس شہزادی کو جھیلنا پڑے۔

ذرا اندازہ کیجئے۔

شہادت رسول کی رات۔ شہادت زہرا کی رات، شہادت حضرت علی کی رات۔ شہادت امام حسن کی رات۔ وداع مدینہ کی رات۔ وداع مکہ کی رات شب عاشور۔ یوم عاشور۔ شہادت اصحاب حسین۔ شہادت اولاد حسین۔ شہادت اولاد حسن۔ شہادت عون و محمد۔ شہادت اولاد علی۔ شہادت اولاد عقیل۔ ذوالجناح کا در خیمہ پر آنا۔ دم آخر بھائی کے پاس آکر مجروح بھائی کا سر گود

میں لینا۔ شمر کو سینہ حسین پر بیٹھے دیکھا۔ تاراجی خیام۔ گوشواروں اترنا۔ چادر کا چھننا۔ خیام کا جلنا۔ شام غریباں۔ بچوں کی لاشیں اٹھانا۔ نجف کے قریب بیرون کوفہ رات گزارنا۔ بازار کوفہ میں خطبہ دینا۔ دربار ابن زیاد میں پیش ہونا۔ ابن زیاد سے گفتگو کرنا۔ زندان کوفہ میں رہنا۔ کوفہ سے شام تک بے مقنع و چادر اور بے پالان کے اونٹ پر سفر کرنا۔ دروازہ دمشق پر دربار یزید کے سجائے جانے کے انتظار میں رکنا۔ دمشق سے تین میل سے پیدل چلنا۔ پانچ لاکھ تماشائی کے مجمع سے گزرنا۔ شامی عورتوں کا مکانوں کی چھتوں سے سنگ باری کرنا۔ دربار دمشق میں پیشی۔ یزید سے گفتگو۔ سر حسین سے یزید کی جسارت دیکھنا یہ سب ایسے واقعات ہیں جن میں سے ایک ایک کا برداشت کرنا بھی مشکل تھا لیکن اس مخدرہ نے تمام مصائب برداشت کیے۔

وفات اور مدفن:۔

لوامع الانوار کے مطابق بی بی کی وفات شام ہی میں ۶۲ھ کو ہوئی ہے وقت شہادت آپ کی عمر ستر سٹھ برس تھی۔

نزہتہ اہل الحرمین میں ثقۃ الاسلام سید حسن صدر الدین نے لکھا ہے۔ زینب کبری بنت امیر المومنین کی کنیت ام کلثوم تھی۔

بی بی کا مزار اپنے شوہر عبداللہ ابن جعفر طیار کے پاس دمشق ہی میں ہے۔

عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں مدینہ میں قحط سالی کے دوران بی بی اپنے شوہر کے ساتھ دمشق تشریف لائی تھیں۔ اور اسی جگہ ہی وفات

پائی تھی۔

اس سلسلہ میں یہ ہے تحقیق علاوہ ازیں جو بھی کہا جاتا ہے وہ سب بیہودہ اور بے سر و پا ہے۔

خیرات حسان کے مصنف اور ناسخ التواریخ کے مولف نے بھی ایسے ہی لکھا ہے۔

☆ ☆ ☆

☆ ☆

☆

نویں مجلس

کربلا میں کون کون

جناب سید الشہداء کے ساتھ میدان کربلا میں حسب ذیل ہمشیرگان تھیں ۔

۱۔ ام کلثوم زینب بنت علی و زہرا۔ زوجہ عبداللہ ابن جعفر طیار۔

۲۔ ام کلثوم فاطمہ بنت علی۔ زوجہ محمد ابن جعفر طیار۔

۳۔ خدیجہ کبریٰ بنت علی زوجہ عبدالرحمن ابن عقیل ابن ابی طالب۔ شہید کربلا۔

سعد اور عقیل اسی مخدرہ کے بیٹے تھے جو شام غریباں پامال سم اسپاں ہوئے اور جن کی لاشیں دختر زہرا نے اٹھائی تھیں ۔

۴۔ رقیہ کبریٰ بنت علی زوجہ مسلم ابن عقیل۔ اس مخدرہ کے دو بیٹے عبداللہ ابن مسلم اور محمد ابن مسلم میدان کربلا میں شہید ہوئے اور عاتکہ نامی ایک سات سالہ بچی پامال سم اسپاں ہوئی ہے ۔

۵۔ ام ہانی بنت علی زوجہ عبداللہ اکبر ابن عقیل۔

۶۔ زینب صغریٰ بنت علی۔ زوجہ محمد ابن عقیل

۷۔ رملہ کبریٰ بنت علی۔ زوجہ عبدالرحمن اوسط ابن عقیل۔

۸۔ رقیہ صغریٰ بنت علی۔ زوجہ صلت ابن عبداللہ ابن نوفل ابن حارث ابن عبدالمطلب ۔

۹۔ فاطمہ بنت علی۔ زوجہ ابوسعید ابن عقیل محمد ابن سعید اسی کا سات سالہ بچہ تھا جسے تاراجی کے وقت خیام ہانی ابن شبث نے دائیں پسلی پر تیر مار کر شہید کیا تھا ۔

۱۰۔ خدیجہ صغریٰ بنت علی زوجہ عبداللہ اوسط ابن عقیل۔

۱۱۔ ام سلمہ بنت علی۔

ازواج علی۔ جو کربلا آئیں ان میں سے کچھ کنیزیں تھیں اور کچھ آزاد تھیں ان کی کل تعداد چھ ہے ۔

۱۔ صہبا ر تغلبیہ۔ یہ جناب رقیہ زوجہ جناب مسلم ابن عقیل کی والدہ ہیں ۔

۲۔ ام مسعود بنت عروہ ثقفی۔ جناب رملہ بنت علی کی والدہ۔

۳۔ لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ۔ عبداللہ ابن علی اور محمد اصغر ابن علی کی والدہ ۔

۴۔ ام زینب صغریٰ۔ رقیہ صغریٰ بنت علی کی والدہ۔

۵۔ ام فاطمہ ۔ فاطمہ بنت علی کی والدہ۔

۶۔ امامہ بنت ابوالعاص

جناب زینب خاتون کی بیٹی ام کلثوم اور ان کا شوہر قاسم ابن محمد ابن جعفر ابن ابو طالب تھا۔ یہ بھی میدان کربلا میں آئے تھے۔

دختران جناب ابو طالب میں سے صرف جناب ام ہانی بنت ابو طالب کی ہمشیرہ جمانہ بنت ابو طالب بھی اپنے بھتیجے مظلوم زہرا کے ساتھ کربلا آئی تھیں۔

جو کنیزیں امام حسین کے ساتھ میدان کربلا میں آئی تھیں۔ کل نو تھیں جن میں سے چار کنیزیں جناب زینب بنت علی و فاطمہ کے ساتھ تھیں ایک کنیز جناب سید الشہداء کی تھی اور چار کنیزیں آپ کی ازواج کے ساتھ تھیں۔

جناب زینب کی کنیزیں :-

۱۔ جناب فضہ نوبیہ۔ بی بی کے متعلق مختلف واقعات ہیں۔ لیکن ان تمام واقعات میں اختلاف کے باوجود اس میں اتفاق ہے کہ جناب فضہ جناب زہرا کی کنیز تھیں اور بی بی کی وفات کے بعد مستقلاً جناب زینب خاتون کی کنیزی میں رہتی تھیں بعض اوقات امام حسن اور بعض اوقات امام حسین کی خدمت بھی کر لیتی تھیں۔

نبی کونین نے حل مشکلات کے لیے بی بی کو ایک دعا تعلیم کی تھی۔ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تھی۔ جناب فضہ وہ دعا پڑھتی تھیں مشکل فوراً آسان ہو جاتی۔ دعا یہ ہے۔

یا واحد لیس کمثلہ احد۔ تمیت کل احد وتفنی کل احد

وانت علی عرشك واحد ولا تاخذك سنة ولا نوم۔

۲۔ قفیزہ بنت علقمہ۔ یہ کنیز جناب جعفر طیار کو حبشہ کی پہلی ہجرت میں ہدیۃ ملی تھی۔ ہجرت سے واپسی کے بعد جناب جعفر نے حضرت علی کو ہبہ کر دی تھی۔ خانہ علی میں رہ کر اس مخدرہ نے خدمت علی و زہرا کی۔ دختر رسول کی وفات کے بعد جناب زینب خاتون کی خدمت کرنے لگی اور بی بی کے ساتھ ہی کربلا بھی آئی۔

۳۔ روضہ۔ یہ سرور انبیاء کی کنیز تھی آپ کی وفات کے بعد کنیز زہرا رہی بی بی کی وفات کے بعد کنیز دختر زہرا ہو گئی۔ اور کربلا میں بی بی کے ساتھ تھی۔

۴۔ ام رافع سلمہ۔ یہ صفیہ بنت عبد المطلب کی کنیز تھی۔ بی بی نے انحضور کو خدمت کے لیے دی تھی۔ انحضور کی وفات کے بعد جناب زہرا کی خادمہ رہی۔ بی بی کی وفات کے بعد جناب زینب خاتون کی خادمہ بنکر رہی اور میدان کربلا میں بی بی کے ساتھ تھی۔

امام حسین کی کنیز :-

اس مخدرہ کا نام میمونہ تھا۔ یہ عبد اللہ ابن لقطیر قاصد امام حسین کی ماں تھی۔ جناب سید الشہداء کی آیا تھی۔ یہ اس وقت امام حسین کے ساتھ تھی جب آپ نے عبد اللہ ابن لقطیر کو قاصد بنا کر جناب مسلم کے پاس بھیجا راستہ میں حصین ابن نمیر نے اسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجا ابن زیاد نے اسے شہید کرا دیا۔

ازواج امام حسین کی کنیزیں و غلام

۱۔ فاکہہ جناب رباب کی کنیز اور قارب جو غریب زہرا کا غلام تھا۔ اور زیارت ناحیہ میں جس پر بالخصوص سلام کیا گیا ہے کی ماں تھی۔

۲۔ حسنیہ زوجہ سہم اور والدہ منجح۔ یہ جناب شہر بانو کی کنیز تھی۔ منجح پر بھی زیارت ناحیہ میں بالخصوص سلام ہے۔ جناب شہر بانو کے بعد جناب سجاد کی خدمت کرتی تھیں۔

۲۔ کبشہ۔ زوجہ رزین۔ والدہ سلیمان یہ ام اسحاق زوجہ امام حسین کی کنیز تھی۔ اسی کے بیٹے سلیمان جو امام حسین کا غلام تھا کو امام حسین نے مکہ سے پانچ اشراف بصرہ کے نام خط دے کر بھیجا تھا۔ اور منذر ابن جارود نے خط اور قاصد ہر دو کو ابن زیاد کے پیش کر دیا تھا اور ابن زیاد نے اسے شہید کر دیا۔

۴۔ ملیکہ کنیز جناب رباب۔ یہ مخدرہ عقبہ ابن سمعان کی زوجہ تھیں۔ میدان کربلا میں جناب رباب کے ساتھ تھی۔ عقبہ شہدائے کربلا سے نہیں ہے۔ زندہ گرفتار ہوا تھا۔

عمر سعد نے پوچھا کون ہے۔ اس نے بتایا غلام ہوں۔ اس نے اسے چھوڑ دیا۔

دس غلام امام حسین کے ساتھ مدینہ سے کربلا آئے تھے۔ ان میں سے آٹھ شہید ہوئے۔ اور دو بچ گئے۔

۱۔ سلیمان ابن ابورزین اسے بصرہ میں ابن زیاد نے شہید کیا تھا۔

۲۔ قارب ابن عبداللہ دئلی۔ شہید کربلا۔

۳۔ سعد ابن حارث خزاعی یہ حضرت علی کا غلام تھا اور اس قدر قابلِ اعتماد تھا کہ زکوٰۃ وغیرہ جیسے واجبات وصول کرتا تھا۔ میدان کربلا میں شہید ہوا۔

۴۔ منجح۔ امام حسین کا غلام تھا کربلا میں شہید ہوا۔

۵۔ نصر ابن ابونیزر حضرت علی کا غلام تھا میدان کربلا میں شہید ہوا۔

۶۔ حارث ابن نبہان۔ یہ جناب حمزہ کا غلام تھا۔ کربلا میں شہید ہوا۔

۷۔ جون۔ اس کا مفصل واقعہ سابقاً عرض کیا جا چکا ہے۔

۸۔ اسلم ابن عمرو۔ امام حسین کا خرید کردہ غلام تھا۔ آپ نے امام سجاد کو خدمت کے لیے دے دیا تھا۔

بچ جانے والوں میں ایک تو عقبہ ابن سمعان تھا۔ اور دوسرا علی ابن عثمان ابن خطاب تھا۔

غریب زہرا جب مدینہ سے چلے تو آپ کے بھائی آپ کے ساتھ تھے۔

٭ ٭ ٭

شہدائے اولاد ابی طالب

۱۔ عباس ابن علی۔ ۲۔ عثمان ابن علی۔ ۳۔ جعفر ابن علی۔ ۴۔ عبداللہ اکبر ابن علی۔
یہ چاروں جناب ام البنین کے فرزند ہیں۔

۵۔ محمد اصغر ابن علی۔ ۶۔ عبداللہ اصغر ابن علی۔ ان دونوں کی والدہ بنت مسعود دارمیہ تھی۔

۷۔ عمرو ابن علی۔ صہباء تغلبیہ کا بیٹا ہے۔

۸۔ عون ابن علی۔ اس کی ماں اسماء بنت عمیس تھی۔

۹۔ محمد اوسط ابن علی۔ یہ امامہ بنت ابوالعاص خثعمیہ کے فرزند تھے۔

جناب جعفر طیار کی اولاد سے پانچ افراد آپ کے ساتھ تھے۔

۱۔ عون ابن عبداللہ ابن جعفر طیار

۲۔ محمد ابن عبداللہ ابن جعفر طیار۔ یہ دونوں شہزادے عقیلہ قریش کے فرزند تھے۔

۳۔ عبیداللہ ابن عبداللہ ابن جعفر طیار۔ انکی والدہ خوصار بنت حفصہ ابن بکر ابن وائل تھی۔ یہ مخدرہ خود بھی میدان کربلا میں موجود تھی۔

۴۔ عون ابن جعفر ابن ابی طالب۔ یہ اسماء بنت عمیس کے فرزند تھے جناب اسماء کو جناب سیدالشہداء اپنی بیمار بیٹی جناب فاطمہ صغریٰ کے پاس چھوڑ کر آتے تھے

۵۔ قاسم ابن محمد ابن جعفر ابن ابی طالب۔ یہ ام ولد کے فرزند تھے انکی والدہ بھی میدان کربلا میں موجود تھیں اولاد عقیل ابن ابی طالب میں سے بارہ افراد آپکے ساتھ تھے

۱۔ جعفر ابن عقیل۔ یہ ام الثغر عامریہ کے فرزند تھے۔ یہ بی بی بھی میدان کربلا میں موجود تھیں۔

۲۔ عبدالرحمن ابن عقیل۔ ان کی والدہ ام ولد تھیں۔ یہ مخدرہ بھی میدان کربلا میں موجود تھیں

۳۔ عبداللہ ابن مسلم ابن عقیل۔
۴۔ محمد ابن مسلم ابن عقیل۔ یہ دونوں جناب رقیہ بنت علی کے فرزند تھے۔ اور یہ مخدرہ بھی میدان کربلا میں موجود تھی۔

۵۔ محمد ابن ابوسعید ابن عقیل۔ ان کی والدہ ام ولد تھیں۔ یہ بی بی بھی کربلا میں موجود تھی۔

۶۔ عبداللہ اصغر ابن عقیل۔ ان کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔

۷۔ موسیٰ ابن عقیل۔ یہ ام البنین بنت ابوبکر ابن کلاب عامر کے فرزند تھے۔ یہ مخدرہ بھی میدان کربلا میں موجود تھیں۔

۸۔ علی ابن عقیل۔ ان کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔

۹۔ احمد ابن عقیل۔ ان کی والدہ بھی ام ولد تھی اور یہ مخدرہ میدان کربلا میں موجود تھیں۔

۱۰۔ مسلم ابن عقیل ان کی والدہ بھی ام ولد تھی۔

۱۱۔ محمد اصغر ابن مسلم ابن عقیل۔

۱۲۔ ابراہیم ابن مسلم ابن عقیل۔

ان بارہ میں سے نو میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ دسویں جناب مسلم کوفہ میں شہید ہوئے۔ اور محمد و ابراہیم ابن مسلم جناب مسلم کے بعد کوفہ میں شہید ہوئے۔

امام حسن کے گھر سے پندرہ افراد جن میں مرد اور عورتیں شامل ہیں میدان کربلا میں آئے۔ کچھ کربلا میں شہید ہوئے۔ کچھ پامال سم اسپاں ہوئے۔ کچھ تاراجی

خیام کے وقت خوف و دہشت سے واصل بحق ہوئے۔ اور کچھ اسیر ہو کر شام آئے۔

۱۔ حسن مثنیٰ ابن حسن۔ — ان کی والدہ خولہ بنت منصور فزاریہ تھیں۔ یہ مدینہ میں رہ گئی تھیں۔

۲۔ عمرو ابن حسن

۳۔ قاسم ابن حسن۔ — یہ جناب ام فروہ کے بیٹے تھے۔ جو میدان کربلا میں موجود تھیں۔

۴۔ عبداللہ اکبر ابن حسن

۵۔ احمد ابن حسن — میدان کربلا میں ان کی عمر سولہ برس تھی۔

۶۔ ام الحسن بنت حسن
۷۔ ام الحسین کبریٰ بنت حسن۔ — یہ ام بشر بنت مسعود انصاری کی اولاد تھیں۔ دونوں بہنیں اس وقت پامال سم اسپاں ہو گئیں۔ جب یزیدی مسلمانوں نے خیام کو آگ لگائی۔

۸۔ محمد ابن حسن۔
۹۔ جعفر ابن حسن۔ — یہ دونوں شہزادے ام کلثوم بنت عباس کے فرزند تھے۔ کربلا آنے سے قبل ہی اس مخدرہ کا انتقال ہو گیا تھا۔

۱۰۔ عبداللہ اصغر ابن حسن۔ — ان کی والدہ ام ولد تھیں اور کربلا میں موجود تھیں۔

۱۱۔ حسین اثرم ابن حسن۔
۱۲۔ فاطمہ بنت حسن — یہ دونوں بہن بھائی ام اسحاق بنت طلحہ سے تھے۔ یہی فاطمہ بنت حسن جناب سجاد کی بیوی اور جناب باقر کی

والدہ ہے

۱۳۔ زید ابن حسن۔
۱۴۔ عبدالرحمن ابن حسن
۱۵۔ ام الحسین صغریٰ بنت حسن۔ — یہ تینوں بھی ام ولد سے تھے اور یہ مخدرہ میدان کربلا میں موجود تھی۔

معتبر کتب مقاتل کا خلاصہ یہ ہے۔ جو ہم نے پیش کر دیا ہے۔ اس اعتبار سے۔

۴۲ مستورات اہل بیت تھیں۔

۲۸ مرد تھے۔

ان میں سے بائیس نابالغ تھے اور چھ بالغ تھے۔

ان میں سے کچھ میدان جنگ میں شہید ہوئے ہیں۔ کچھ شدت پیاس سے فوت ہوئے ہیں۔

اور یہ سعید ابن عبدالرحمن ابن عقیل اور عقیل ابن عبدالرحمن ابن عقیل ہیں۔ اور ایک احمد ابن حسن ہے۔

مستورات میں سے دس کم سن بچیاں تھیں۔ ان میں سے تین بچیاں اس وقت پامال سم اسپاں ہوئیں۔ جب ملاعین نے خیام کو آگ لگائی اور گھوڑے دوڑا کر مستورات کے سروں سے نیزوں کے ساتھ چادریں اتارنے لگے۔

ان تین میں دو ام الحسن اور ام الحسین امام حسن کی شہزادیاں تھیں۔ اور ایک عاتکہ بنت مسلم ابن عقیل تھی۔

جس کا سن سات برس کا تھا۔

یہ تمام کا تمام صرف اور صرف جناب ابو طالب کا خاندان تھا۔

غلام دس تھے جن میں سے سات کربلا میں ایک بصرہ میں شہید ہوا۔ اور دو بچ گئے۔

کنیزیں نو تھیں۔

آل محمد کے گھر سے کربلا آنے والوں کا کل میزان ایک سو بائیس بنتا ہے۔

فصل

اس فصل میں نو مجالس ہیں

پہلی مجلس

انتقام خون شبیر

ارشاد قدرت ہے۔

ہم اپنے نمائیندوں کی دنیا اور آخرت میں مدد کریں گے۔ اللہ کی یہ مدد دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک تو اقامہ حق کے لیے اور دوسری ان کی مظلومیت پر ظالموں سے۔

امام صادق نے فرمایا ہے کہ۔اگرچہ امام حسین کے قاتل قتل کر دیے گئے تھے لیکن تا حال اس کے قتل کا مقدمہ نہیں چلا۔

دوسرے مقام پر آپ نے فرمایا ہے۔امام حسین کے عوض ایک لاکھ ظالم مارا گیا ہے۔ لیکن اس کے بے گناہ قتل کا مقدمہ تا حال نہیں چلا۔مقدمہ قتل حضرت حجت کے ظہور کے بعد ہوگا۔

امام محمد باقر سے سوال کیا گیا۔ قبلہ کیا آپ میں ہر امام معصوم قائم بالحق نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا۔ہم میں سے ہر امام معصوم قائم بالحق ہے۔

اس نے عرض کیا۔ پھر صرف حضرت حجت کو قائم بالحق کیوں کہا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جب میرا جدا مجد مظلوم شہید کیا گیا تو ملائکہ نے بارگاہ خالق میں عرض کیا۔

بارالہا۔کیا تیرے محبوب کا محبوب اس بے دردی سے قتل کیا جائے گا اور اس کا انتقام نہیں ہوگا۔

ذات احدیث نے جواب دیا۔

مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے! میں اس کا انتقام ضرور لونگا لیکن اپنے محبوب کی امت کا امتحان لے کر۔

اس کے بعد ذات احدیث نے نسل امام حسین سے معصوم آئمہ کے انوار ملائکہ کو دکھائے ان انوار میں ایک نور بحالت قیام مصروف عبادت تھی ذات احدیث نے اس قائم کی طرف کی اشارہ کر کے فرمایا۔اس قائم کے ذریعہ انتقام لوں گا۔اس دن کے بعد سے حضرت حجت کا لقب ہی قائم ہو گیا۔

ایک روایت کے مطابق جب عثمان نے جناب ابوذر غفاری کو مدینہ بدر کر کے ربذہ بھیجا تو صحابہ نے جناب ابوذر سے کہا۔ابوذر تجھے بشارت ہو راہ خدا میں یہ مصائب کم ہی ہیں۔

جناب ابوذر نے فرمایا۔واقعی میرے لیے تو انتہائی آسان امتحان ہے لیکن تم لوگ اس وقت کیا کرو گے۔ جب فرزند رسول بے گناہ مظلوم شہید ہوگا۔ اور عالم اسلام میں اس سے بڑھ کر کوئی شہید نہیں ہوگا۔اس کے بعد

اللہ اس امت میں ہمیشہ کے لیے تلوار رکھ دے گا۔ جو کبھی نیام میں نہیں ڈالی جائے گی۔ اور اللہ انتقام حسین لینے والا ذریت حسین ہی سے مبعوث کرے گا۔ کاش تم ان حقائق سے مطلع ہوتے کہ شہادت حسین کے اثرات سمندر میں رہنے والی مخلوق، پہاڑوں کے باسیوں، ٹیلوں کی پستیوں میں زندگی بسر کرنے والوں اور اہل سماء پر کیا ہوں گے۔ اگر تم کو علم ہوتا تو تم اتنا روتے کہ روتے روتے ہی جان دے دیتے۔

جس بھی آسمان سے روح حسین گزرے گی اس آسمان کے ستر ہزار ملائکہ خوف و دہشت کے مارے کانپنے لگ جائیں گے۔ اور تا قیامت کانپتے رہیں گے۔ آسمان پر جو بادل بھی چمکے اور گرجے گا وہ اپنی گرج اور چمک میں قاتل حسین پر لعنت کرے گا۔

ہر دن روح حسین سرور انبیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بے گناہی کی المناک داستان سنائے گی۔

بحار میں امام صادق سے مروی ہے کہ جب ہمارے مہدی کا ظہور ہوگا تو قاتلین حسین کے بچوں تک کو قتل کرے گا۔

راوی نے عرض کیا۔ قبلہ ارشاد قدرت ہے۔ کوئی ایک دوسرے کے جرائم کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ نے سچ فرمایا ہے۔ لیکن تمہیں کیا معلوم کہ قاتلین حسین کی اولاد اپنے آباء کے اس عمل سیاہ پر کتنا فخر کریں گے۔ اور اپنا تعارف اس طرح کرائیں گے کہ ہم قاتلین حسین کی اولاد ہیں۔ اور یہ تو تجھے معلوم ہی ہے کہ جو شخص کسی کے کام پر راضی ہوتا ہے۔ وہ بھی اس کام کرنے والے کی طرح

ہوتا ہے۔

اگر ایک شخص مشرق میں قتل ہو اور مغرب میں رہنے والا اس مقتول کے قتل پر راضی ہو تو گویا یہ بھی اس کے قتل میں برابر کا شریک ہے۔

بحار میں امام سجاد سے مروی ہے کہ مدینہ سے روانگی کے بعد کربلا میں شہادت تک فرزند رسول میں ہر محفل میں جناب یحییٰ کا تذکرہ ضرور فرماتے تھے۔

جناب یحییٰ کا واقعہ یوں ہے کہ۔

بنی اسرائیل کے شہنشاہ کی بیوی بہت بوڑھی ہو گئی اب اس نے سوچا کہ کیوں نہ اپنی بیٹی بادشاہ سے بیاہ دوں۔

جب اس نے بادشاہ سے بات کی تو بادشاہ نے جناب یحییٰ سے پوچھا۔

آپ نے فرمایا۔

وہ آپ کی بیٹی ہے اور کسی بھی شریعت میں کوئی باپ اپنی بیٹی کو بیوی نہیں بنا سکتا۔

چنانچہ بادشاہ نے اس شادی سے انکار کر دیا۔ جب ملکہ کو پتہ چلا تو وہ اپنی بیٹی کو اچھی طرح سنوار کر بادشاہ کے سامنے لائی۔ لڑکی نے رقص کیا۔

بادشاہ فریفتہ ہو گیا۔

بادشاہ نے بڑھیا سے لڑکی مانگی۔ اس نے کہا۔ اگر یحییٰ کا سر دے دے تو لڑکی دے دوں گی۔

بادشاہ نشہ میں بدمست تھا اس نے جناب یحیی کے قتل کا حکم دے دیا جناب یحییٰ کو شہید کر دیا گیا۔ اور سر بادشاہ کے پاس لایا گیا۔ بادشاہ نے جناب یحییٰ کا سر سونے کے طشت میں رکھ کر اس بڑھیا کو ہدیہ بھیجا۔

ذات احدیث کے حکم سے زمین نے اس بڑھیا کو اسی وقت نگل لیا۔ لیکن جناب یحیی کا خون زمین سے ابلتا رہا۔ خداوند عالم نے اس قوم پر بخت نصر کو مسلط کر دیا۔

بخت نصر نے بے شمار قتل کیے۔ ایک مرتبہ اپنی گشت کے دوران جناب یحیی کی مقتل سے گذرا خون ابلتا دیکھا۔ ساتھیوں سے پوچھا۔ انہوں نے تمام قصہ سنایا۔

چنانچہ بخت نصر نے قسم کھائی کہ جب تک یہ خون بند نہیں ہوگا اس وقت تک میں بنی اسرائیل کو قتل کرتا رہوں گا۔ اس کے بعد اس نے بنی اسرائیل کو قتل کرنے شروع کر دیا۔ ستر ہزار قتل کے بعد بھی خون نہ رکا اس نے پوچھا۔ کیا اس علاقہ میں بنی اسرائیل سے کوئی بچ گیا ہے۔

لوگوں نے بتایا کہ ہاں فلاں جگہ پر ایک بڑھیا رہ گئی ہے۔ اس نے اس بڑھیا کے لانے کا حکم دیا جب وہ بڑھیا آئی تو بخت نصر نے اس بڑھیا کو اسی مقام پر قتل کرنے کا حکم دیا جہاں سے خون ابل رہا تھا۔ جب اس بڑھیا کو قتل کیا گیا تو خون رک گیا۔

ذات احدیث نے اپنے محبوب نبی کو وحی کے ذریعہ مطلع کیا تھا کہ یحییٰ کے عوض میں سے ستر ہزار قتل ہوئے تھے اور تیرے فرزند کے عوض کئی ستر ہزار قتل ہوں گے۔

اس کے بعد میرے بابا مجھے مخاطب ہو کر فرماتے تھے۔ علی بیٹے۔! جس طرح جناب یحییٰ کا خون اس وقت تک ابلتا رہا تھا جب تک ستر ہزار بنی اسرائیل قتل نہ ہو گئے۔ اسی طرح میرا خون بھی اس وقت تک ابلتا رہے گا جب تک میری ذریت سے مہدی ظہور کر کے میرے قاتلین کو قتل نہ کرے گا۔

٭ ٭ ٭

٭ ٭

٭

دوسری مجلس

چند یزیدی مسلمانوں کی اپنی زبانی

بحار میں کوفہ کے ایک لوہار سے مروی ہے کہ میں آہنگری میں ماہر فن تھا نیزہ کی انی۔ تیر کا پھل اور تلواریں پڑے ہوئے دندانے انتہائی سرعت سے درست کر لیتا تھا۔ جب میں نے کوفہ میں جنگ کربلا کی باتیں سنیں تو اپنا مختصر سا سامان لیکر کربلا پہنچ گیا۔

وہاں دس دن تک مزدوری کرتا رہا۔ سات محرم کو پانی پر پہرے بٹھا دیے گئے۔ دس محرم کو بازار موت گرم ہوا۔ ذریت محمد کو شہید کر دیا گیا۔ عصر عاشور کو خیام لوٹ کر جلا دیے گئے۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ میں بھی واپس آیا۔ اچھی خاصی رقم کما کر لایا تھا۔

ایک رات عالم خواب میں دیکھا ایک بہت بڑا میدان ہے لوگ کہہ رہے ہیں کہ قیامت آگئی ہے۔ مجھے اتنی شدت کی پیاس لگ رہی تھی کہ اسے لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔

وہاں جتنے بھی لوگ تھے ہر ایک زبان منہ سے باہر نکلی ہوئی تھی اور ہر شخص

شدت پیاس سے بے حال تھا۔ سورج آگ برسا رہا تھا اور زمین آگ اگل رہی تھی تمازت آفتاب سے جسم کا گوشت تک بھننے لگا۔ اسی دوران میں نے ایک انتہائی نورانی چہرہ والے شخص کو میدان میں آتے دیکھا اس کے گرد بہت سے لوگ تھے سب کے چہرے نورانی تھے۔

پھر ایک شہسوار آیا اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور اس کے ارد گرد غلاموں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی۔ کہ اس شہسوار نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔ اسے بھی پکڑ لو۔

چنانچہ ایک شخص آیا اور اس نے میرے کندھے پر زنجیر ڈال دی مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میرا کندھا اکھڑ گیا ہو۔

میں نے اس سے پوچھا آپ کون ہیں؟ اور میری گرفتاری کا حکم دینے والا کون ہے؟

اس نے جواب دیا میں ملائکہ جہنم سے ہوں اور حکم دینے والا علی ابن ابی طالب ہے۔

میں نے اس سے درخواست کی کہ ذرا میرے کندھے کا بوجھ ہلکا کر دے اس نے پہلے سے بھی دگنا کر دیا۔

میں نے پوچھا وہ سامنے منبر پر کون تشریف فرما ہے اور اس کے ارد گرد کون ہیں؟

اس نے جواب دیا۔ وہ نبی مختار ہیں اور آپ کے ارد گرد تمام انبیاء اور اولیاء ہیں۔

اتنے میں وہ شہسوار ان کے سامنے حاضر ہوا۔

انہوں نے پوچھا کیا کیا۔

اس نے جواب دیا قبلہ تمام قاتلان حسین کو گرفتار کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ انہیں پیش کرو۔

میں نے دیکھا کربلا میں موجود تمام سالار اور تمام سپاہی گرفتار ہو کر آئے تھے میں دل میں خوش ہوا کہ الحمد للہ میں قاتلین حسین سے نہیں ہوں۔ پھر آنحضور ایک ایک سے پوچھنے لگے کہ بتا تو نے کیا کیا تھا۔ ہر ایک اپنے جرائم بتانے لگا۔ کوئی کہہ رہا تھا میں نے پانی بند کیا تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا میں نے لاش پر گھوڑے دوڑائے تھے۔ آنحضور روتے بھی جا رہے اور ملائکہ کو حکم بھی دے رہے تھے کہ اسے جہنم میں لے جاؤ۔

آخر میں ایک شخص آیا۔ آنحضور نے اس سے پوچھا تو نے کیا کیا تھا اس نے عرض کیا۔ قبلہ بخدا میں تو بری ہوں میں نے کچھ نہیں کیا تھا۔ صرف ایک رات سخت ہوا چلی حصین ابن نمیر کے خیمہ کی ایک لکڑی میں نے وہی لکڑی درست کی تھی۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے فوج یزید میں اضافہ تو کیا تھا۔ ملائکہ کو حکم دیا کہ اسے بھی جہنم میں لے جاؤ۔ اب مجھے بھی یقین ہو گیا کہ میرا انجام بھی یہی ہو گا۔ آخر میں مجھے پیش کیا گیا۔ آپ نے مجھے بھی جہنم میں لے جانے کا حکم دیا۔ جب ملائکہ نے مجھے کھینچا تو میں ڈر کے مارے بیدار ہو گیا۔ جب بیدار ہوا تو میری زبان خشک تھی اور میرا آدھا جسم بے کار اور بے حس ہو چکا تھا۔

سدی سے مروی ہے کہ ایک رات ایک شخص میرا مہمان ہوا۔ میں نے اسے مرحبا کہا۔ باتیں بڑی روانی سے اور اچھی کرتا تھا رات کے کافی وقت ہم انہی

باتوں میں مصروف رہے باتوں باتوں میں کربلا کا واقعہ چل نکلا۔ وہ اسی ترنگ میں واقعہ کربلا بیان کرنے لگا۔

لیکن میرے آنسو بہنے لگے۔

اس نے کہا کیا بات ہے کہ تو رو رہا ہے۔

میں نے کہا۔ تو نے ایک ایسی مصیبت کا ذکر چھیڑ دیا ہے جس کے مقابلہ میں ہر مصیبت کم معلوم ہوتی ہے۔

اس نے کہا۔ کیا تو میدان کربلا میں نہیں تھا؟

میں نے کہا۔ الحمد للہ میں نہیں تھا۔

اس نے کہا۔ حیرت ہے تو واقعہ کربلا کے نہ ہونے پر حمد خدا کر رہا ہے آخر کس بات پر حمد کر رہا ہے۔

میں نے کہا۔ اس بات پر حمد کر رہا ہوں کہ میرے ہاتھ خون حسین سے سرخ نہیں ہیں۔ کیونکہ جد حسین کا فرمان ہے کہ جس شخص سے قیامت کے دن خون حسین کا مطالبہ کیا گیا۔ اس کے دیگر اعمال میزان میں رکھے ہی نہ جائیں گے۔ آنحضور نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میرا حسین بیٹا مظلوم شہید ہو گا۔ میرے حسین کے قتل میں شریک ہر شخص جہنم میں داخل ہو گا۔

میرے حسین کے قتل میں شریک افراد کے ہاتھ شل ہو جائیں گے۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی۔ جب بھی ایک چمڑا جل جائے گا دوسرا تبدیل کر دیا جائے گا۔ اور وہ عذاب الیم میں ہوں گے۔ دنیا میں ان کی عمر کوتاہ ہو گی۔

اس نے کہا۔ میرے دوست یہ پرانی باتیں ہیں۔ اب ان کا وقت نہیں کس نے گھڑی ہیں۔

میں نے کہا۔ میرے خیال میں یہ گھڑی ہوئی نہیں ہے یہ حقائق ہیں۔
اس نے کہا۔ کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ قاتل حسین کی عمر کوتاہ ہوگی۔
میں نے کہا۔ یہ بھی حقیقت ہے۔
اس نے کہا کاش تجھے معلوم ہوتا کہ میں کون ہوں۔ اس وقت میری عمر نوے برس سے زیادہ ہو رہی ہے۔ اور میں وہ اخنس ابن قیس ہوں جو شہسواروں کے اس دستہ کا سالار تھا جنہیں عمر سعد نے لاش حسین پامال کرنے کا حکم دیا تھا۔

میں نے فرزند رسول کی پسلیاں تک پامال سم اسپاں کر دی تھیں۔ میں ہی وہ اخنس ہوں جس نے حسین کے بیمار فرزند کے نیچے سے بستر کھینچا تھا اور بیمار اوندھے فرش پر گر گیا تھا۔ میں نے ہی سکینہ بنت حسین کے کانوں سے گوشوارے اس طرح اتارے تھے کہ اس کے کانوں سے خون بہنے لگا تھا۔

میرا دل تڑپ تڑپ کر رونے لگا۔ میں نے دل میں سوچا تعجب ہے ذریت رسول کا ظالم میرے گھر میں بیٹھ کر قتل حسین کی روداد فخر سے سنا رہا ہے۔ اس خبیث کو تو جیسے بھی ہو قتل کرنا چاہیے میں یہی سوچ ہی رہا تھا کہ چراغ کی لو دھیمی ہونے لگی۔ میں اسے سنبھالنے کے لیے اٹھا اس نے کہا آپ بیٹھ جائیں میں ہی درست کیے دیتے ہوں۔ اس نے انگلی سے لو کو بلند کرنا چاہا۔ انگلی کو آگ لگ گئی پھر جوں جوں وہ بجھانے کی کوشش کرتا گیا آگ زور پکڑتی گئی میں پانی لایا تاکہ اوپر ڈالوں جونہی میں نے پانی ڈالا آگ کے شعلے اور بلند ہو گئے میں نے کہا۔ جا کر نہر میں کود جاؤ وہ دوڑنے لگا آگے وہ تھا پیچھے میں تھا اس

نے نہر میں چھلانگ دی۔ مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے نہر میں پانی نہیں تیل تھا پانی کے جس حصہ میں وہ تھا وہ تمام جلنے لگا۔ آخر وہ ملعون سیاہ کوئلہ بن کر بے موت مر گیا۔ اور میں نے حمد خدا کی۔

عبداللہ ابن رباح قاضی کہتا ہے کہ مجھے ایک شخص ملا جو نابینا تھا۔ کسی نے اس سے اندھے ہونے کی وجہ پوچھ لی۔ اس نے کہا میں واقعہ کربلا میں موجود تھا۔ لیکن میں نے کوئی ہتھیار استعمال نہیں کیا جیسے گیا تھا ویسے ہی واپس آیا جب میں کربلا سے واپس آیا۔ گھر سویا۔ عالم خواب میں دیکھا ایک شخص نے آ کر کہا۔ اٹھ تجھے رسول کونین بلاتے ہیں۔ میں نے کہا رسول کو مجھ سے کیا کام ہے اس نے میرے گریبان سے پکڑ لیا اور کھینچ کر لے گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میرے دوسرے ساتھی پہلے موجود تھے ہر ایک سے آپ پوچھ رہے تھے کہ تو نے کیا کیا تھا۔ آنحضور کے پہلو میں ایک فرشتہ کھڑا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں ایسی تلوار تھی کہ جب اسے حرکت دیتا تھا تو اس سے آگ نکلتی تھی۔ میرے نو ساتھیوں کے قتل کا حکم دیا۔ وہ سب قتل بھی ہوئے اور جل بھی گئے۔ میں آنحضور کے قدموں پر گر گیا اور عرض کی قبلہ میں نے تو کربلا میں کچھ بھی نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو نے لشکر یزید کی تعداد میں اضافہ بھی نہیں کیا؟۔

پھر فرمایا ذرا میرے قریب آ۔ جب میں قریب ہوا تو سامنے طشت میں کچھ رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے اس میں اپنی انگلی ڈبوئی اور میری آنکھوں میں پھیر دی جب میں گھبرا کر بیدار ہوا تو اندھا تھا۔

ہشام ابن محمد کوفی نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ نبی آدم سے ذرعہ ابن شریک کا آخری وقت ہم نے دیکھا ہے کہ شخص بڑا سفاک اور واقعہ کربلا میں تھا

اس کے پیٹ میں آگ کی گرمی تھی اور پشت پر برف کی سردی تھی چنانچہ اس کے اہل خانہ نے اس کے پیٹ پر برف اور ٹھنڈا پانی رکھا ہوا تھا۔ اور اس کے عقب میں انگیٹھی جلا رکھی تھی۔ اور یہ شخص پیاس پیاس کرتا تھا۔ اسے ایک بہت بڑا جام شربت کا بنا کر دیتے تھے پی کر پھر اور مانگتا تھا۔ اس کا پیٹ پھول کر کپا ہو گیا تھا۔ آخر اس کا پیٹ پھٹ گیا اور واصل جہنم ہوا۔ یہ وہ ملعون تھا جس نے فرزند رسول کے گلوئے نازنین پر تیر امارا تھا اور آپ نے بہنے والوں خون سے اپنا سر ریش مبارک اور چہرہ سرخ کر کے فرمایا تھا اسی حالت میں نانا سے ملوں گا۔

☆ ☆ ☆

☆ ☆

☆

تیسری مجلس

خبر شہادت شبیر

مورخین کے مطابق جب نواسہ رسول کی خبر شہادت مدینہ میں پہنچی۔ ام المومنین ام سلمہ کے گھر میں زندہ ازواج نبی اور خواتین مدینہ جمع ہوئیں۔ نوحہ و بکا اور ماتم شروع ہو گیا۔

عبداللہ ابن عمر کو بھی اطلاع ہوئی وہ اپنے گھر سے منہ پر طمانچے مارتا اور روتا ہوا گھر سے باہر گلی میں آیا۔

اور کہنے لگا۔

اے قریشو! اے انصارو! اے مہاجرو۔

اور اے ہاشمیو! ذریت رسول اس بے دردی سے ذبح کر دی گئی ہے۔ اور تم اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے ہو۔ اسی وقت مدینہ سے نکلا اور عازم شام ہوا راستہ میں اسے جو بھی ملا اس نے منہ پیٹ کر اسے نواسہ رسول کی خبر شہادت سنائی جس بستی میں جاتا ان بستی والوں کو یزید کے ظلم اور نواسہ رسول کی مظلومیت سے آگاہ کرتا۔ ہر جگہ سے لوگ بھی اس کے ساتھ

جمع ہوتے گئے۔ ہر ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ جب خلیفہ روم کا بیٹا یزید کا مخالف ہے تو ہمیں اس ظالم سے کیا لینا ہے۔ جب عبداللہ شام پہنچا تو اس کے ساتھ لوگوں کی بہت بڑی تعداد تھی۔ حتےٰ کہ اہل شام بھی پریشان ہو گئے۔

جب یزید کو اطلاع ملی تو اس نے کہا۔ ابو محمد کے جذبات ہیں جو بہت جلدی ٹھنڈے ہو جائیں گے یزید نے صرف عبداللہ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔

عبداللہ ابن عمر یہ کہتا ہوا یزید کے پاس گیا۔

اے یزید! تو نے آل محمد کی رسن بستگی اور قتل و غارت میں وہ کام کیا ہے۔

اگر ترکی اور رومی لوگوں کو موقع مل جاتا تو ایسا تو وہ بھی نہ کرتے۔ اب مسند رسول سے اٹھ۔ تو اس اہل نہیں ہے تاکہ امت مسلمہ خود اپنا انتظام کرے۔

یزید نے عبداللہ کو خوش آمدید کہا۔ اٹھ کر گلے لگایا۔ اور کہا۔ آپ کو میرے اس عمل پر مطمئن ہونا ہے یا مجھے مسند خلافت سے ہٹانا ہے؟

عبداللہ نے کہا۔ مجھے آپ سے کونسی ضد ہے۔ مجھے تو صرف اطمینان چاہیے۔

یزید نے کہا۔ آپ کا اپنے باپ عمر کے متعلق کیا خیال ہے؟

عبداللہ نے کہا۔ میرا ان کے متعلق وہی خیال ہے جو ایک فرمانبردار بیٹے کا اپنے اچھے باپ کے لیے ہو سکتا ہے۔

یزید نے کہا۔ اگر میں آپ کو آپ کے باپ کا خط میرے باپ معاویہ کے نام دکھاؤں تو آپ اسے پہچان لیں گے؟

عبداللہ نے کہا۔ میں اپنے باپ کے خط کو ضرور پہچان لونگا۔

یزید نے کہا۔ جب آپ پہچان لیں گے تو پھر آپ مطمئن بھی ہو جائیں گے۔

عبداللہ نے کہا۔ خط کو پہچان لینے کے بعد یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اسکے مندرجات کو تسلیم نہ کروں اور مطمئن نہ ہو جاؤں۔

یزید نے کہا۔ پھر ایسا کریں یہ حکومت کے رازوں میں سے ایک راز ہے آپ آج رات میرے پاس رہیں۔ مل کے کھانا کھائیں گے بعد میں میں آپ کو آپکے والد کا خط دکھاؤں گا۔

وہ خط پڑھنے کے بعد آپ کو اختیار ہوگا میرے متعلق جو رائے قائم کریں اور جو حکم دیں میں انکار نہیں کروں گا۔ میرے پاس وہی حکومت ہے جو آپ کے توسط سے ہمیں ملی ہے۔

دوسرے لوگ آپ کا یہ احسان مانیں یا نہ مانیں ہم انکار نہیں کر سکتے اور نہ ہی آپ کے باپ کے معین کردہ خطوط سے انحراف کر سکتے ہیں۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد یزید نے کہا تشریف لایئے میں آپ کو وہ خط دکھاؤں۔ دونوں خزانہ میں آئے۔ یزید نے ایک صندوق کھولا۔ اس میں سے ایک صندوقچہ نکالا۔ اس کا قفل کھولا۔ اس میں سے ایک خط نکالا جو سیاہ ریشم میں لپٹا ہوا تھا۔

یزید نے عبداللہ ابن عمر کے سپرد کیا اور کہا۔ اسے پہلے پہچانیے پھر پڑھیے

پھر مجھے حکم دیجئے۔

عبداللہ جوں جوں خط پڑھتا گیا توں توں اس کے جذبات ٹھنڈے ہوتے گئے۔

جب خط پڑھ لیا تو کہا۔

آپ نے ٹھیک کیا ہے۔ آج کے بعد میں کوئی شکوہ نہ کروں گا۔

بحار کے مطابق عبداللہ آیا نہیں تھا بلکہ اس نے یزید کو خط لکھا تھا جس میں یزید کو نواسہ رسول کے قتل پر ملامت کی تھی۔

یزید نے جواب میں لکھا۔

اے احمق! کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہمیں بلند مکان نصیب ہوئے۔ آراستہ فرش نظر آئے، اور قیمتی گاؤتکیے دیکھے۔ ان کے حصول میں ہم نے جنگ کی ہے۔ اگر ان کا حصول ہمارا حق تھا تو ہم نے اپنے حق کی وصولی کی جنگ لڑی ہے۔ اور اگر ہمارا حق نہیں تھا تو اس جنگ کا آغاز آپ کے باپ نے کیا تھا۔ اسی نے یہ بنیاد رکھی تھی۔ اسی نے اہل حق کو اپنے مقام سے ہٹایا تھا۔

اس جواب کے بعد عبداللہ شام آیا۔ یزید کو بہت ملامت کی۔ یزید نے اسے اس کے باپ کا خط بنام معاویہ دکھایا جس کے بعد عبداللہ خاموش ہو گیا اور لوگوں کو بتایا تھا کہ یزید حق پر تھا اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔

مؤلف۔

شاید یہی وجہ تھی کہ یزید نے سر مظلوم کربلا کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ بنی ہاشم کا سیاسی سٹنٹ تھا ورنہ نہ کوئی فرشتہ آیا ہے اور نہ کوئی وحی۔

سبط ابن جوزی نے تذکرہ الخواص میں لکھا ہے کہ جب شہادت فرزند رسول

کی اطلاع مکہ میں آئی تو عبداللہ ابن زبیر نے ایک لمبا چوڑا خطبہ دیا جس میں امام حسین کی مظلومیت اور اہل کوفہ کی بے وفائی کا تذکرہ کیا۔ آخر میں امام حسین کی تعریف۔ اور یزید و ابن زیاد کی مذمت کی۔ امام حسین کی ایک ایک فضیلت کا نام لیا اور ابن زیاد و یزید کا ایک ایک عیب گنا۔

بحار کے مطابق شہادت امام حسین کے بعد ابن زبیر نے عبداللہ ابن عباس کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ ابن عباس نے انکار کر دیا جب یزید کو اطلاع ملی تو یزید خوش ہوا اور ابن عباس کو لکھا مجھے اطلاع ملی ہے کہ ملحد ابن زبیر نے آپ کو اپنی بیعت کی دعوت دی ہے اور اپنی اطاعت کی جانب بلایا ہے۔ تاکہ آپ اس کے باطل میں معاون اور گناہوں میں شریک ہوں۔ لیکن آپ ہماری بیعت پر قائم رہے اور ہمارے حلقہ اطاعت سے نہیں نکلے۔ اللہ نے آپ کو ہمارے حق کی معرفت عطا فرمائی ہے۔ اللہ آپ کو اپنے رشتہ دار (یزید) کی طرف سے جزائے خیر دے۔ اگر میں اور کچھ بھول بھی جاؤں تو کم از کم آپ کا یہ احسان اور آپ کے وظیفہ میں جلدی کو ہرگز نہیں بھولوں گا۔ کیونکہ آپ نبی اکرم کے رشتہ دار ہیں ان لوگوں کو بھی ذرا سنبھالنا جو ابن زبیر کے سحر گزیدہ ہو کر آپ کے پاس آئیں۔ انہیں حقیقت حال سے مطلع رکھنا وہ آپ کی بات ذرا اچھی قبول کریں گے۔

جناب ابن عباس نے یزید کے اس خط کا جواب یہ دیا۔

اما بعد۔

تیرا خط آیا ہے جس میں تو نے لکھا ہے کہ ابن زبیر نے مجھے اپنے حلقہ بیعت و اطاعت میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے اور میں نے تیری بیعت کو

اس کی بیعت پر ترجیح دی ہے۔

بخدا! اس میں نہ تو تیری بیعت کی فضیلت ہے اور نہ ہی ابن زبیر کی بیعت سے انکار ہے۔ نہ میں نے تیری بیعت کی ہے نہ تیری تعریف کا محتاج ہوں نہ مجھے تیری صلہ رحمی کی ضرورت ہے۔ جس بنا پر میں نے تیری بیعت سے انکار کیا تھا، ہی وجہ ابن زبیر کی بیعت سے انکار کی ہے اور میری نیت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

تو یہ سمجھتا ہے کہ تو میرے احسان کو نہ بھولے گا اور وظیفہ بھیجتا رہے گا تو اے انسان نما درندے تو اپنا وظیفہ اپنے پاس رکھ ہم نے کب تیرے وظیفہ کا بھلا لیا ہے یا کب تجھ سے کچھ توقع رکھی ہے۔

تو نے خواہش کی ہے کہ میں لوگوں کو ابن زبیر سے دور رکھوں اور تیری طرف راغب کروں تو ایسا ہرگز نہ ہوگا اور کبھی نہ ہوگا۔ تو سمجھتا ہے کہ ہمیں تجھ سے محبت ہے۔ بھلا ہمیں تجھ سے کیسی محبت ہو سکتی ہے کہ تو فرزند رسول حسین اور بنی عبدالمطلب کے نوخیز نوجوان کو شہید کرایا ہے۔ جو ہدایت کے چراغ اور کرۂ ارض پر دین کا مرکز تھے ان کے شہید جسموں کو تیرے گھوڑوں نے پامال کیا ہے۔ نہ انہیں کفن دیا گیا ہے اور نہ دفن کیا گیا ہے۔ وہ تو بھلا ہو ان خوش نصیبوں کا جنہوں نے تیسرے دن اولاد رسول کو دفن کیا ہے۔

بھلا میں کیسے بھول سکتا ہوں کہ تو نے فرزند رسول کو اس کے نانا کے حرم سے نکلنے پر مجبور کیا۔

پھر تو نے حرم خدا میں سے اسے نکلنے پر مجبور کیا کیونکہ تو نے

حاجیوں کے لباس میں ایسے افراد بھیجے تھے جو موقع پاتے ہی اسے حرم خدا ہی میں شہید کر دیتے۔

مکہ سے وہ عراق گیا۔ وہاں بھی تیرے لشکر نے اسے نہ بیٹھنے دیا اور یہ تیری اس عداوت کا نتیجہ ہے جو تجھے اللہ، رسول اور ان اہل بیت رسول سے ہے جن سے اللہ نے ہر رجس کو دور رکھا ہے اور انہیں اس طرح پاک رکھا ہے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے۔

ہم بھی انہی اہل بیت سے ہیں۔ تیرے۔ گندے۔ نجس۔ ظالم۔ کافر فاجر۔ جگر خوار۔ دشمنان خدا و رسول اور خدا و رسول سے جنگ لڑنے والے آباء و اجداد سے نہیں ہیں۔

جب فرزند رسول عراق میں پہنچا تو اس نے اصلاح کی ہر ممکن کوشش کی۔ اس نے تم سے واپس مدینہ آنے کی اجازت مانگی اس نے کسی سرحدی علاقہ پر رہنے کی اجازت مانگی۔

اس نے تمہارا ملک چھوڑ دینے کی اجازت مانگی۔ لیکن تم نے دیکھا کہ آج اس کے ساتھی کم ہیں۔ تم نے اس کی کوئی ایک بات بھی قبول نہیں کی۔ اور تم نے اہل بیت رسول کو اس طرح قتل کیا ہے جس طرح وہ مسلمان ہی نہ ہوں ترک یا دیلم کے باسی ہوں۔

مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تو مجھ سے کسی خلوص اور محبت کی توقع رکھتا ہے۔ حالانکہ تو نے نبی زادوں کو قتل کیا ہے۔

تیری تلوار ہمارے خون سے سرخ ہے۔ اگر کبھی اللہ نے موقع دیا تو یاد رکھ تو میرا انتقام ہے۔

ممکن ہے میں انتقام نہ لے سکوں تو یہ اللہ کی مصلحت ہوگی۔ قبل ازیں نہ صرف اولاد انبیاء کو شہید کیا جاتا ہے بلکہ خود انبیاء کو بھی شہید کیا گیا ہے اگر ان انبیاء کے اطاعت گزار ان کا بدلہ نہیں لے سکے تو خود اللہ نے ان کا بدلہ لیا ہے۔

اس بات پر خوش نہ ہو کہ آج تو کامیاب ہو گیا ہے۔ ایک دن آئے گا جب ہماری تلوار تیری شہ رگ پر ہو گی۔

تو نے لکھا ہے کہ میں نے تیری اطاعت کو ابن زبیر کی اطاعت پر ترجیح دی ہے۔

تو میں نے نہ کبھی تیری اطاعت کا وعدہ کیا ہے اور نہ ہی آئندہ ایسا کوئی خیال ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس مسند کے حق دار اور ہیں نہ تو ہے نہ ابن زبیر ہے۔ تم نے جبراً اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ پھر ہم پر ظلم کیا ہے اور یہ بالکل اس طرح ہے جس طرح قوم ثمود و عاد اور قوم لوط کے بدمعاش چھا گئے تھے۔

سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تو نے نبی زادیوں کو بے پالان کے اونٹوں پر رسن بستہ کربلا سے شام تک تشہیر کرایا۔ اور لوگوں کو دکھایا کہ ہم کتنے بے بس ہیں۔

اس سب کے باوجود جو احسان جتلاتا ہے۔ کہ تو ہمارے ساتھ حسن سلوک کرے گا۔

تو نے برسر منبر اس خوشی کا اظہار کیا ہے کہ آج میں نے مقتولین بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔ تو نے اچھا کیا ہے کہ اپنے چھپے ہوئے کینے کا اظہار

کر دیا ہے۔

یاد رکھ یزید! بخدا اگر آج تو میرے ہاتھ سے بچ گیا تو ایک وقت آئے گا جب میرا ہاتھ تیرے گریبان میں ہو گا۔ جتنا چاہے زندگی گزار لے لیکن یہ یقین رکھ کہ تیرا ہر لمحہ ناراضگی خالق میں اضافہ ہی کرے گی۔ وہ وقت بہت قریب ہے جب اللہ اولاد رسول کا انتقام تجھ سے لے گا۔ اور پھر تو آنے والوں کے لیے باعث عبرت ہو گا۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

چوتھی مجلس

انتقام مختار

بحار میں ہے کہ جب جناب مختار نے طویل جد و جہد کے بعد حکومت عراق سنبھال لی تو اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا میرے لیے اس وقت تک کھانا اور پینا جائز نہیں ہو گا جب تک قاتلین اولاد رسول کو چن چن کر واصل جہنم نہیں کر لوں گا۔ اور زمین کو ان کے نجس وجود سے پاک نہیں کر لوں گا۔

سب سے پہلے جناب مختار کے ہاتھ وہ بدنصیب لگے جنہوں نے فرزند رسول کے جسم اطہر کو پامال سم اسپاں کیا تھا۔ مختار نے انہیں منہ کے بل لٹا دیا۔ ان کے پاؤں اور ہاتھوں میں کیلیں لگوائیں۔ پھر ان پر گھوڑے دوڑائے حتےٰ کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ پھر ان کی نجس ہڈیوں کو جلوا دیا تھا۔

ان کے بعد جناب عبدالرحمن ابن عقیل کے دونوں قاتل مل گئے انکے سر تن سے جدا کرنے کے بعد ان کی لاشیں جلوا دیں۔

مالک ابن یسر کو سر بازار قتل کیا۔

اپنے سالار ابو عمرہ کو خولی کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ جب ابو عمرہ کے اس کے گھر پہنچا تو اس کی بیوی نورانیہ بنت مالک محبہ اہل بیت تھی سپاہیان مختار کی آمد سنکر خولی ٹوائیلٹ میں جا چھپا۔ ابو عمرہ نے نورانیہ سے پوچھا۔ خولی کہاں ہے اس مخدرہ نے زبان سے تو کہا کہ مجھے نہیں معلوم وہ کہاں چلا گیا ہے۔ لیکن ہاتھ سے ٹوائیلٹ کی طرف اشارہ کیا جب انہوں نے ٹوائیلٹ کا دروازہ توڑا تو اس نے اپنے کو ٹوائیلٹ میں ایک ٹوکرے کے نیچے چھپا رکھا تھا۔ مختار نے اسے قتل کر کے اس کی لاش جلا ڈالی۔

عبداللہ ابن کامل کو حکیم ابن طفیل کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ حکیم وہ ظالم تھا جس نے سقائے سکینہ کا دایاں بازو شہید کیا تھا۔ پھر آپ کی پیشانی پر تیر مارا تھا اور آخر میں آپ کا لباس اتارا تھا۔

جناب مختار کے حکم سے حکیم کو ایک جگہ کھڑا کر کے باندھ دیا گیا اور اس پر ہر طرف سے تیر اندازی کی گئی۔

ہم شکل نبی کے قاتل مرہ ابن منقد کی گرفتاری کے لیے جب لشکر مختار گیا تو یہ گھر سے پہلے بھاگ گیا تھا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ وہ عبداللہ ابن زبیر کے پاس مکہ جا چکا ہے۔

زید ابن رقاد گرفتار ہو کر آیا اس کے تیروں۔ پتھروں سے ہلاک کر کے جلا دیا گیا۔

سنان ابن انس کوفہ سے بصرہ کی طرف بھاگ گیا۔ حکم مختار سے اسکا

مکان لوٹ کر گرا دیا گیا۔ مختار نے اس کے تعاقب میں جاسوس بھیجے۔ سنان
بصرہ سے قادسیہ بھاگا۔

ابھی تک قادسیہ اور عذیب کے مابین تھا کہ گرفتار ہو گیا۔ مختار کے
پاس لایا گیا۔ مختار نے پہلے اس کی ایک ایک انگلی کٹوائی پھر پاؤں کٹوائے
پھر تیل گرم کرایا اور ابلتے تیل میں ڈالو دیا۔

عبداللہ ابن عقبہ غنوی بھی بھاگ گیا۔

منہال کہتا ہے کہ میں مکہ میں تھا۔ جناب سجاد سے ملاقات ہوئی انہوں
نے مجھ سے کوفہ کے حالات پوچھے۔ میں نے جب انتقام مختار کا بتایا۔ تو آپ
نے پوچھا۔ منہال حرملہ کا کیا بنا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ جب میں وہاں سے چلا تھا اس وقت تک تو
وہ زندہ تھا۔

امام سجاد نے دست دعا بلند کیے اور عرض کیا۔ بار الہا حرملہ کو لوہے اور
آگ کا عذاب دے۔

منہال کہتا ہے کہ میں واپس کوفہ آیا۔ مختار کو ملا۔

مختار نے کہا۔ اے منہال کیا بات ہے آپ ہمارا ساتھ نہیں دے
رہے۔ میں نے کہا۔ میں مکہ میں تھا۔ میں نے دیکھا مختار کسی انتظار میں تھا۔ اسی
اثنا میں سپاہی دوڑتے ہوئے آئے اور کہا۔

اے امیر بشارت ہو حرملہ گرفتار ہو گیا ہے۔

کچھ دیر بعد حرملہ آگیا۔

مختار نے کہا قصاب کو بلاؤ۔ قصاب آگیا۔ تو مختار نے اس کے ہاتھ اور

پاؤں کاٹنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد مختار نے لکڑیاں منگوائیں۔ انہیں آگ لگا کر
حرملہ کو اس آگ میں ڈال دیا۔

میں نے سبحان اللہ کہا۔

مختار نے کہا۔ منہال کسی خوشی پر تسبیح کی جاتی ہے کیا بات ہے؟

میں نے دعائے جناب سجاد کا تذکرہ کیا۔ مختار گھوڑے سے اترا دو رکعت
نماز شکریہ پڑھی پھر سجدہ شکر کیا۔ اور وہاں سے چل پڑے میرا گھر راستہ میں
پڑتا تھا۔ جب میرے دروازہ پر آیا تو میں نے کھانے کی دعوت دی۔

مختار نے کہا۔ منہال تو نے خود ہی تو بتایا ہے کہ میرے ہاتھوں فرزند
رسول کی دعا قبول ہوئی ہے۔ پھر آج کھانے کا دن نہیں ہے بطور شکر روزہ
رکھنے کا دن ہے۔

عمرو ابن صبیح صیدائی کو لایا گیا حکم مختار سے اس کے نیزے مار مار کر
واصل جہنم کیا گیا۔

عبداللہ ابن اسید جہنی۔ مالک ابن ہیثم بدائی اور حمل ابن مالک محاربی کو
قادسیہ سے گرفتار کر کے لایا گیا۔ مختار نے پوچھا۔ ظالمو! تم نے کیا کیا۔ انہوں نے
معذرت کی کہ ہمیں مجبور کیا گیا تھا۔

مختار نے کہا۔ کیا تم نواسہ رسول کو پانی بھی نہیں دے سکتے تھے۔ چنانچہ حکم
مختار سے انہیں قتل کر دیا گیا۔

بجدل ابن سلیم کو لایا گیا۔ مختار نے اس سے پوچھا۔ تو نے انگوٹھی کس
طرح اتاری تھی۔ اس نے جب واقعہ سنایا کہ انگوٹھی کے ساتھ انگلی بھی کاٹی تھی تو
مختار نے اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر تڑپا رہنے کا حکم دیا۔ اس کے ہاتھ اور

پاؤں کاٹ کر اسے پھینک دیا۔ یہ خود بخود مر گیا۔

رقاد ابن مالک۔ عمر ابن خالد۔ عبدالرحمن بجلی۔ اور عبداللہ ابن قیس خولانی لائے گئے۔

مختار نے انہیں بھی قتل کرنے کا حکم دیا۔

اسماء ابن خارجہ فزاری جناب مسلم کی شہادت میں شریک تھا۔ مختار نے اسے گرفتار کرایا اور اس کے قتل کا حکم دیا۔

شمر نے فرزند رسول کے قافلہ میں موجود اونٹ پکڑ کر انہیں نحر کرا کے ان کا گوشت تقسیم کیا تھا۔ مختار نے تمام ان گھروں کی فہرست مرتب کرائی جن میں وہ گوشت تقسیم ہو کر پکا تھا۔ پھر ان تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور ان کے گھروں کو گروا دیا۔

از روئے تاریخ مختار نے عام منادی کرا دی تھی کہ جو شخص کسی بھی میدان کربلا میں کسی شریک کی اطلاع دے گا۔ اسے انعام دیا جائے گا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی غلام اپنے سرداروں کو پکڑ کر لے آئے۔ کئی غلاموں نے اس بات کو راز رکھنے کی خاطر اپنے آقاؤں سے آزادی اور جائیدادیں لے لیں۔ کئی غلاموں نے اپنے فوری انتقام اس طرح لیے کہ غلام آقا سے کہتا تھا ذرا مجھے اپنے کندھے پر بٹھا لیجئے۔ سردار غلام کو کندھوں پر اٹھاتے تھے۔ اور غلام سارا سارا دن اپنے سرداروں کے کندھوں پر بیٹھے اور انہیں دوڑاتے گزار دیتے تھے۔

جب دیگر تمام شرکائے میدان کربلا یزیدی سلمان قتل ہو گئے یا کوفہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ تو مختار نے عمر سعد کے متعلق سوچا۔

بحار کے مطابق عبداللہ ابن جعدہ نے مختار سے عمر سعد کے لیے امان لے رکھی تھی

مختار کے لکھے گئے امان نامہ کی عبارت کچھ یوں تھی۔

بسم الله الرحمن الرحيم هذا امان المختار ابن ابی عبيدة الثقفی لعمر بن سعد ابن ابی وقاص انك آمن بامان الله على نفسك و اهلك و مالك و ولدك و اطعت و لزمت منزلك الا ان تحدث حدثا فمن لقی عمر بن سعد من شرطة الله و شيعة آل محمد فلا يعرض له الا بسبيل خير و السلام۔

اللہ کے نام سے۔ یہ مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی کی طرف سے عمر ابن سعد ابن ابو وقاص کے لیے امان ہے۔ اے عمر! تو اللہ کی طرف سے اپنی ذات اپنے اہل اپنے مال اور اپنی اولاد کے لیے اس وقت تک امان میں رہے گی جب تک تو اطاعت شعار رہے گا اور اپنے گھر سے باہر نہیں جائے گا۔ کسی سابقہ جرم میں تیرا اس وقت تک مواخذہ نہیں ہوگا جب تک تو کسی نئے جرم کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ (یا جب تک تو پاخانہ نہیں پھرے گا) تجھے جو بھی خدائی فوج یا شیعیان آل محمد میں سے کوئی ملے گا۔ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گا۔

اس کے بعد مختار عمر سعد کو زیادہ سے زیادہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ عمر سعد
کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ اگر میں مختار کے پاس رہوں تو میرا بیٹا حفص غائب ہو اگر
حفص مختار کے پاس ہو تو میں غائب ہوں۔

بایں ہمہ عمر سعد کو مختار پر اعتماد نہیں آتا تھا۔ ایک دن عمر سعد ایک اور شخص
کو ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا۔ مختار کو بھی معلوم ہو گیا کہ عمر سعد بھاگ گیا ہے۔
مختار نے کہا۔

ہم اس کے ساتھ وفا کرنا چاہتے تھے لیکن اس نے خود اپنی امان کو پھاڑ
ڈالا ہے۔ جہاں چاہے چلا جائے اس کے گلے میں رسی ہے جس کا دوسرا سرا میرے
ہاتھ میں ہے آخر پلٹ کر آ جائے گا۔ کہاں جائے گا۔

ابن سعد کی واپسی کے سلسلہ میں دو روایات ہیں۔

ایک روایت کے مطابق عمر جس ناقہ پر سوار تھا وہ سو گیا اسے نیند آ گئی
وہ ناقہ پھر اسے واپس کوفہ میں لے آئی۔

اور دوسری روایت کے مطابق جو شخص عمر سعد کے ساتھ تھا۔ جب حدود
کوفہ سے نکل گئے تو عمر سعد نے اس سے پوچھا۔

کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ میں کیوں نکل آیا ہوں۔ اس نے کہا۔ مجھے تو معلوم
نہیں ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ مجھے مختار پر اعتبار نہیں تھا وہ کسی بھی وقت مجھے قتل
کر سکتا تھا۔

اس شخص کو جب معلوم ہوا کہ مختار سے بھاگ کر جا رہا ہے۔ تو اس
نے کہا۔

میں کہہ تو کچھ نہیں سکتا دیسے جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ مختار کبھی اپنی
وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔ بھاگ کر تو نے خود عہد شکنی کی ہے۔ اب مختار
تیرے بیٹے کو قتل کر دے گا۔ تیرا گھر لوٹ لے گا۔ اور مکان کو بھی جلا
دے گا۔

میرا مشورہ تو یہ ہے کہ اب بھی واپس ہو جاؤ۔

یہ سنکر عمر سعد نے کہا۔ تو نے ٹھیک کہا ہے۔

عمر سعد واپس آ گیا۔ مختار کو واپسی کا علم ہو گیا۔ عمر سعد کا بیٹا حفص مختار
کے پاس بیٹھا تھا۔ مختار نے پوچھا۔

باپ کہاں ہے؟

حفص نے کہا۔ گھر میں ہے۔

مختار نے ایک سپاہی کو بلا کر اس کے کان میں کچھ کہا۔ وہ چلا گیا۔

کچھ دیر بعد وہ عمر سعد کا سر لے کر آ گیا۔ جب حفص نے باپ کا سر دیکھا تو
انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

مختار نے کہا کیا اسے پہچانتا ہے۔

حفص نے کہا۔ اسے کون نہیں پہچانتا۔ ویسے اب زندگی بے کیف ہو گئی
ہے۔

مختار نے کہا۔ میں کب کہتا ہوں کہ تیری زندگی بے کیف نہیں ہے اگر تجھے
بھی اپنے باپ کے پاس بھیج دوں پھر تو تیری زندگی بھی باپ کی طرح بر کیف
ہو جائے گی۔

پھر سپاہی کو حکم دیا۔ اس نے حفص کو بھی قتل کر دیا۔

جناب محمد حنیفہ مختار کے عمر سعد کو اپنے تریب بٹھانے پر راضی نہ تھے وہ ملامت کرتے رہتے تھے۔ مختار نے عمر سعد اور اس کے بیٹے حفص دونوں کے سر جناب محمد کو بھیجے۔ جب سپاہی مکہ پہنچے تو اس وقت بھی جناب محمد مختار کی اس بات پر ملامت کر رہے تھے۔

جب ان کے سامنے ان کے سر رکھے گئے تو انہوں نے دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

بارالہا۔ تو مختار پر رحم فرما۔ اس نے محمد و آل محمد کے دل ٹھنڈے کیے ہیں اب میری طرف سے مختار کی اس کی ملامت نہ ہو گی۔ میرے اللہ مختار کی لغزشوں سے درگزر فرما۔

☆ ☆ ☆

☆ ☆

☆

پانچویں مجلس

قتل ابن زیاد

جب دیگر دشمنان خدا کو مختار قتل کر چکا تو اس نے ابراہیم ابن مالک اشتر کو ابن زیاد کے مقابلہ میں بھیجا۔ ابراہیم کوفہ سے چل کر تکریت آیا۔ یہاں تین دن قیام کیا اس دوران جابہ کا ٹیکس موصول ہوا۔ ابراہیم نے وہ رقم تمام سپاہیوں میں تقسیم کر دی۔ دس ہزار کا لشکر ابراہیم کے ساتھ تھا۔ یہیں اسے مختار کی طرف سے حکم ملا کہ جتنا جلد ممکن ہو ابن زیاد سے ٹکرا جاؤ۔ ابراہیم تکریت سے نہر خاذر پر آیا ابن زیاد پہلے سے یہاں موجود تھا۔ ابن زیاد کے ساتھ تراسی ہزار سپاہی تھے۔

ابراہیم دس ہزار تو کوفہ سے لے کر چلا تھا۔ بعد میں اسکے ساتھ جو آکر شامل ہوئے، انہیں ملا کر ابراہیم کے لشکر کی کل تعداد بیس ہزار بن گئی۔

ابن زیاد کے شامی لشکر میں اکثر روسائے شام شامل تھے۔ ان میں عمیر ابن خباب بھی تھا۔ ابراہیم نے عمیر کو خفیہ خط لکھا کافی تحائف بھیجے۔ اور اسے ابن زیاد کو چھوڑ کر اپنے ساتھ ملنے کی پیش کش کی۔ عمیر اپنے ایک ہزار سوار لے کر

ابراہیم کے ساتھ مل گیا۔ عمیر نے آتے ہی ابراہیم سے کہا۔ آپ جتنا جلدی جنگ شروع کریں گے فائدہ میں رہیں گے۔

چنانچہ دوسرے دن صبح صبح ابراہیم نے نماز پڑھائی اور لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ۔

میمنہ کی کمان سفیان ابن یزید ازدی کو دی۔ میسرہ پر علی ابن مالک ختعمی کو مقرر کیا۔ شہسواروں کی سالاری۔ طفیل ابن لقیط کو دی۔ پیادہ کا سالار مزاحم ابن مالک سکونی کو بنایا۔

اہل شام اس گمان میں تھے کہ ان کی تعداد بڑی کم ہے لہذا کوئی لشکر حملہ کی جرات نہیں کرے گا اس لیے وہ بے خبر سو رہے تھے کہ لشکر ابراہیم نے شامی لشکر پر حملہ کر دیا۔

انہوں نے جلدی میں لشکر کو اس طرح مرتب کیا۔

میمنہ پر شراحیل ابن ذی القلاع کو۔ میسرہ پر ربیعہ ابن مخارق غنوی کو میسرہ کے ایک حصہ جمیل ابن عبداللہ غنوی کو اور قلب لشکر پر حصین ابن نمیر کو معین کیا۔

کچھ دیر تک تو ایک ایک کی جنگ ہوئی اس کے بعد ابراہیم نے عمومی حملہ کا حکم ان الفاظ میں دیا۔

الا یا شرطۃ اللہ۔	اے اللہ کے سپاہیو!
الا یا شیعۃ الحق۔	اے حق کے شیعو!
الا یا انصار الحسین۔	اے حسین کے مددگارو!
الا یا انصار الدین۔	اے دین کے ناصرو!

عترت رسول کا خون حلال سمجھنے والوں۔ اور بیعت شکنوں کی اولاد میں سے کسی کو بچکر نہ جانے دو۔ وہ دیکھو ابن زیاد سامنے ہے اس عمومی حملہ میں ابراہیمی لشکر کی طرف سے اتنی شدت تھی کہ شامی نہ سنبھل سکے۔ اس لڑائی میں زوال ہو گیا۔ نماز ظہر اشاروں سے ادا کی گئی۔ حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ کوفی لشکر نے شامیوں کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ شامی لشکر کے قدم اکھڑ گئے۔ جب صبح کو لاشیں دیکھی گئیں تو ان میں حصین ابن نمیر۔ شراحیل ابن ذی الکلاع ابن حوشب غالب باہی اور اشرس ابن عبداللہ جیسے رؤسائے شام بھی مقتول پائے گئے۔ فتح کا سہرا ابراہیم کے سر رہا۔

ابراہیمؒ کا بیان ہے کہ شامی لشکر میں میں نے ایک شخص کو دیکھا جو بڑی بے جگری سے لڑ رہا تھا۔ اور سپاہیوں کو لڑنے پر آمادہ کر رہا تھا۔ جس پر حملہ کرتا تھا۔ اس کے دو ٹکڑے کر دیتا تھا۔ جب میں نے اس کی جرات اور بیباکی دیکھی تو میں اس کی طرف بڑھا اس پر حملہ کیا اس کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ وہ مجھ سے دور بھاگنے لگا میں نے اس کا تعاقب کیا۔ نہر کے کنارے جا کر وہ گھوڑے سے گرا میں نے اتر کر اس کے سینہ میں تلوار کی نوک گھونپ دی وہ تڑپ کر مر گیا۔

ابراہیم کے سپاہیوں میں سے ایک سپاہی گیا اور جا کر دیکھا تو وہ ابن زیاد تھا وہ اس سر کاٹ کرلے آیا۔

اس جنگ میں ستر ہزار شامی مارے گئے تھے۔ ابراہیم نے ابن زیاد کے بے سر لاشہ کو سولی پر لٹکایا۔

شعبی کا کہنا ہے کہ اہل شام سے جتنے لوگ نہر خازر پر قتل ہوتے ہیں اتنے

کبھی کسی جنگ میں قتل نہیں ہوئے۔

شعبی کے مطابق ۶۷ھ کے یوم عاشور کو ابراہیم نے مختار کو ابن زیاد اور دیگر روسائے شام کے سر بھیجے۔ ہر ایک کے کان میں ایک رقعہ تھا اور رقعہ پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔ مختار اس وقت کھانا کھا رہا تھا۔ مختار نے شکریہ ادا کیا کھانے کے بعد اپنا جوتا ابن کے منہ پر رکھا پھر غلام سے کہا۔ میرا جوتا پاک کر دے نجس ہو گیا ہے۔

ابو طفیل واثل عامر ابن واثلہ کہتا ہے کہ تمام سر مسجد کوفہ کے دروازہ پر رکھے ہوتے تھے۔ اور ان پر سفید کپڑا پڑا ہوا تھا۔ میں نے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ ایک سانپ ابن زیاد کے ایک نتھنے سے نکلتا تھا اور دوسرے نتھنے میں داخل ہو جاتا تھا۔

پھر جب اس کا سر نوک نیزہ پر بلند کیا گیا تو بھی میں نے کئی مرتبہ سانپ کو اس کی ناک سے نکلتے اور ناک میں داخل ہوتے دیکھا پھر مختار نے عبدالرحمن ابن ابو عمیر ثقفی۔ عبدالرحمن ابن شداد خثعمی۔ اور انس ابن مالک اشعری کو یہ تمام سر اور تیس ہزار دینار دے کر کہ جناب محمد ابن حنیفہ کی خدمت میں بھیجا۔ جناب محمد اس وقت کھانا کھا رہے تھے جب ابن زیاد کا سر ان کے پاس پہنچا۔ محمد نے شکریہ خدا ادا کیا اور کہا۔

آج کے بعد ہر بنی ہاشمی پر مختار کا حق واجب ہو گیا ہے۔ اللہ اسے ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔ اس نے ہمارا انتقام لے لیا ہے بارے اللہ! مختار کو معاف فرما۔ اسے جنۃ الفردوس میں جگہ دے۔

اس کے بعد محمد نے رقم اپنے موالیوں میں تقسیم کر دی اور سر جناب سجاد کے

پاس مدینہ بھیج دیے۔ جناب ابن زیاد کا سر جناب سجاد کے پاس آیا تو آپ اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔

آپ فوراً سجدہ شکر میں گر گئے۔ بارالہا! تیرا شکر ہے کہ تو نے موت سے پہلے مجھے ابن زیاد کا سر دکھا دیا ہے۔

جب میرے بابا کا سر ابن زیاد کو پیش کیا گیا تھا اس وقت وہ بھی کھانا ہی کھا رہا تھا۔

بعض روایات کے مطابق جناب مختار نے اٹھارہ ہزار شرکائے کربلا کو قتل کیا تھا۔

مختار کی مدت حکومت اٹھارہ ماہ تھی۔ ۶۶ھ ۱۴ ربیع الاول کو اقتدار سنبھالا۔ ۱۵ شعبان ۶۷ھ کو شہید ہوا۔ وقت شہادت مختار کی عمر سٹھ برس تھی۔

٭ ٭ ٭
٭ ٭
٭

چھٹی مجلس

یزید اور اس کی مدت حکومت

منتخب کے مطابق یزید بہت بڑا سرکش اور دشمن خدا تھا۔ مورخین کے بقول حرامزادہ تھا۔ کیونکہ اس کی ماں میسون اپنے باپ بجدل کے غلام کے پاس سوئی تھی جس سے یزید پیدا ہوا۔

بعض مورخین کے بقول معاویہ کے ہاں ایک بھارتی کنیز تھی جس سے یزید پیدا ہوا تھا۔

اور بعض مورخین کے بقول ایک دن معاویہ پیشاب کر رہا تھا کہ اسے آلہ تناسل پر بچھو نے ڈس لیا۔ اس کے معالجین نے اسے بتایا کہ اگر کسی بڑھیا سے مباشرت کر لو تو فوراً ٹھیک ہو جاؤ گے۔

چنانچہ شام کی اس بڑھیا طوائف میسونہ کو لایا گیا جس سے معاویہ نے مجامعت کی۔ اس نطفہ سے یزید پیدا ہوا۔ خود تو معاویہ کو یقیناً آرام آگیا ہوگا لیکن نبی کونین کو تا قیامت بے آرام کر دیا۔

اگر اولین و آخرین میں سے دیکھا جائے تو یزید سے بدتر کوئی فرد نظر نہیں

آئے گی۔ ہر وقت رقص و سرود، شراب، شباب اور کباب میں مصروف رہتا تھا۔ اسی کے دور میں مکہ اور مدینہ میں بھی بزم ہائے رقص و سرود شروع ہوئیں اور شراب کھلے عام پی جانے لگی

کتوں، بندروں اور خارپشتوں سے کھیلنا اس کا معمول تھا۔ اس نے ایک بندر پال رکھا تھا جسے یہ ابو قیس کہہ کر پکارتا تھا۔ اسے عبا اور قبا پہنا کر اس کے سر پر عمامہ رکھتا تھا اور اپنے پہلو میں مسند پر گاؤ تکیہ لگا کر ابو قیس کو بٹھاتا تھا۔ ابو قیس کو گھڑ دوڑ میں گدھی دے کر شامل کیا جاتا تھا۔

انوار نعمانیہ کے مطابق اس نے اپنی سگی پھوپھی سے زنا کیا۔ یہ کنواری تھی یزید کا دل آگیا۔ یہ پھوپھی کو باغ میں لے گیا اور وہاں گھوڑی اور گھوڑے کا ملاپ کرایا۔ اس کی پھوپھی بیٹھی دیکھ رہی تھی۔ جب گھوڑا فارغ ہو گیا تو اس نے پھوپھی سے اٹھنے کو کہا۔ جب وہ اپنی جگہ سے اٹھی تو اس نے دیکھا وہ جگہ گیلی تھی۔ چنانچہ اسے علیحدہ کمرہ میں لے گیا۔ جب اپنی جگہ بیٹھ گیا تو پھوپھی سے پوچھا میں تو سمجھا تھا کہ آپ کنواری ہوں گی لیکن آپ تو کنواری نہیں ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ کیا تیرے باپ نے شام میں کسی کو کنوارا رہنے دیا تھا جو میں کنواری رہتی۔

ابن نما نے اخذ الثار میں لکھا ہے کہ یزید اڑتیس برس کی عمر میں ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ میں ہلاک ہوا۔ اس کی مدت حکومت تین سال آٹھ ماہ تھی۔ بعض مورخین کے مطابق گیارہ اور بعض کے مطابق چودہ لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑ کر مرا۔

شہادت حسین اور ہلاکت یزید کے مابین تین برس دو ماہ اور چار دن کا وقفہ تھا۔

موت یزید

متعدد اور مختلف روایات میں بحار کے مطابق یہ خبیث شراب میں دھت ہو کر سویا صبح لوگ اٹھے تو یہ واصل جہنم ہو چکا تھا اس کا جسم اس طرح سیاہ تھا جیسے کسی نے تارکول مل دیا ہو۔ دمشق ہی میں مقام حواریں پر دفن کیا گیا۔

جب اموی حکومت ختم ہوئی اور اقتدار بنی عباس نے سنبھالا تو ابو العباس سفاح نے بنی امیہ کی قبریں کھودیں ان کے مردہ جسم نکال کر انہیں سولی چڑھانے کا حکم دیا۔

عمرو ابن ہانی کہتا ہے کہ جب ہم نے یزید کی قبر کھودی تو جسم یزید جل کر راکھ ہو چکا تھا۔

٭ ٭ ٭

ساتویں مجلس

واقعہ ابو العباس سفاح

مناسب ہوگا اگر اس مقام پر ابو العباس سفاح کا ایک واقعہ نذر قارئین کر دیا جائے۔ ابو مخنف نے لکھا ہے کہ حکومت جب بنی عباس کے پاس آگئی۔ ابو العباس سفاح نے تخت حکومت سنبھال لیا۔ اطراف و نواح سے تمام گورنروں نے اپنی اطاعت کا اقرار لیا۔ ابو العباس نے تمام بنی امیہ کو جمع کیا اور ان سے کہا۔ کہ دیکھو اب وقت گزر چکا ہے جو باتیں گزر گئی ہیں۔ نہ تم انہیں یاد کرو نہ ہم دہراتے ہیں آپ کے وظائف اور مراتب ویسے ہی رہیں گے کسی قسم کی فکر نہ کریں اس وقت بنی امیہ کا ستر ہزار فرد تھا۔ ان میں پیش پیش آل زیاد آل مروان اور آل ابو سفیان تھی۔ یزید ابن عبد الملک ابن مروان ان کا قائد تھا۔ ابو العباس روزانہ انہیں اپنے پاس بٹھاتا تھا اور ہر قسم کی خاطر و مدارات کرتا تھا۔

ایک دن جب تمام اموی روسا ابو العباس کے پاس بیٹھے تھے کہ دربان نے آکر اطلاع دی کہ ایک شخص آیا ہے جو کمزور اور لاغر بوڑھی ناقہ پر سوار ہے اس کا لباس انتہائی بوسیدہ ہے وہ شرف باریابی چاہتا ہے۔ میں نے اسے کہا

ہے کہ ذرا لباس بدل کے آ۔ اس نے کہا کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک امیر سے نہ مل لوں گا اس وقت تک ہاتھ نہ دھوؤں گا۔

ابوالعباس نے کہا۔ ہو نہ ہو۔ یہ ہمارا وفادار سدیف ہی ہوگا۔ اسے بلا لو

جب سدیف اندر آیا اور بنی امیہ نے دیکھا تو ان کے چہرے زرد پڑ گئے ایک دوسرے سے کہنے لگے سدیف تو مرگیا تھا پھر واپس آگیا ہے۔

ہوا یوں تھا کہ سدیف ہر سال ایام حج میں مکہ جا کر بنی امیہ کے خلاف تقریریں کرتا تھا۔ آل محمد اور دین پرسان کے مظالم بیان کرتا تھا ایک مرتبہ بنی امیہ نے اسے گرفتار کرا کے اتنا مروایا کہ وہ سمجھے یہ مرگیا ہے چنانچہ ان لوگوں نے اٹھا کر مزبلہ پر پھینک دیا۔ اس کی بیوی نے اس کی تیمارداری کی یہ تندرست ہو گیا اور کہیں چھپ رہا۔

بنی امیہ یہی سمجھے کہ وہ مرگیا ہے۔ لیکن جب ابن زیاد کے دربار میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ تو آپ انہیں اپنی فکر دامنگیر ہوئی۔

سدیف نے ابوالعباس کو سلام کیا۔ اور کہا کہ اپنے اور اپنے قبیلہ کے ان دشمنوں کا انتقام نہ بھولنا۔

ابوالعباس نے کہا۔ سدیف تم اپنے کام سے کام رکھو۔ جو چاہتا ہے لے لے اور زیادہ باتیں نہ کر۔ ابوالعباس نے غلام سے کہا جاؤ۔ سدیف کو لے جاؤ اسے نیا لباس دو نہلاؤ۔ سدیف سے کہا اب آرام کر سفر کی تکان اتار کل صبح میرے پاس آجانا۔

سدیف کے جانے کے بعد ابوالعباس نے بنی امیہ سے معذرت کی۔

دوسرے دن سدیف آیا تو بنی امیہ پھر بیٹھے تھے سدیف نے انہیں دیکھکر

پھر اپنی بات دھرائی۔

ابوالعباس نے کہا۔ سدیف میں نے کل بھی تجھ سے کہا ہے کہ حکومت انتقام لینے سے ثابت نہیں رہتی۔ ہمیں ایسا مشورہ مت دے جو ہمارے قبائلی وقار کے منافی ہو۔ تجھے معلوم ہے کہ ہم نے ہمیشہ معاف کیا ہے۔ اگر تو زیادہ گرم ہے تو یہاں سے چلا جا۔

سدیف یہ بات سنکر باہر آیا۔ غصہ سے لبریز تھا۔

ابوالعباس نے بنی امیہ سے ایک مرتبہ پھر معذرت کی۔

رات کے وقت ابوالعباس نے سدیف کو تلاش کرایا جب سدیف مل گیا تو ابوالعباس نے کہا سدیف ذرا حوصلہ سے کام لے کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ مجھے اپنے مقتول بھول گئے ہیں۔ مجھے سب کچھ یاد ہے لیکن میں کسی اچھے وقت کے انتظار میں ہوں۔

جب سفاح نے بنی امیہ کے شجرہ ملعونہ کو بنیادیں اکھاڑنا چاہیں تو اس نے سدیف کو بتایا کہ اب وقت آگیا ہے۔ اب تیری آنکھیں ٹھنڈی اور دل مطمئن ہو جائے گا کل صبح آنا پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے۔

دوسری صبح ابوالعباس نے عطائے عام کا اعلان کیا۔ اپنے محل کو آراستہ کرایا۔ اپنے غلاموں میں سے بہادر اور سنگدل چار سو غلام جمع کیے۔ انہیں سنہرے دستوں والی تلواریں دیں۔ اور کہا کہ دیکھو در ہٹ کے کھڑے رہو جب میں اپنی ٹوپی سر سے اتار کر پھینکوں تو پھر کسی حکم کا انتظار نہ کرنا یہی حکم ہوگا میرے ہاں جو بھی کرسی پر بیٹھا ہوا سے تہ تیغ کر دینا۔

سفاح بنی امیہ کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے پوچھا آج کے دن کے

انتظار میں تھا۔ آج میری حکومت کی سالگرہ ہے میں انعامات شروع کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ ابتدا بنی ہاشم سے کروں یا بنی امیہ سے۔

اموی سرداروں نے کہا۔ بنی ہاشم عرب کے سادات اور افضل کائنات میں ان سے ابتدا ہونا چاہیے۔

سفاح نے اپنے پہلو میں کھڑے ہوئے غلام سے کہا۔ ایک ایک ہاشمی کو بلا تا کہ میں اسے انعام دوں۔ سدیف سفاح کے دائیں جانب کھڑا ہوا تھا۔

غلام نے عبیدہ ابن حارث کا نام پکارا۔

سدیف نے کہا۔ ارے اس وقت عبیدہ کہاں ہے؟

سفاح نے پوچھا کیوں اسے کیا ہوا ہے۔

سدیف نے کہا اسے تو بنی امیہ کے ایک سردار عتبہ ابن ربیعہ نے شہید کر دیا تھا۔

سفاح نے کہا۔ اے غلام اس کا نام کاٹ دے۔ دوسرے کا نام لے۔

غلام نے جناب حمزہ کا نام پکارا۔

سدیف نے کہا۔ حمزہ کہاں ہے؟

وہ بھی نہیں ہے۔

سفاح نے کہا کیوں حمزہ کو کیا ہوا۔

سدیف نے کہا۔ اسے ایک اموی عورت ہندہ نے شہید کرایا تھا۔ اس کا پیٹ چاک کر اس کا جگر چبانے کی خاطر نکالا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کا نام آکلۃ الاکباد پڑ گیا تھا۔ پھر اس نے جناب حمزہ کی انگلیاں کاٹ کر اپنے گلے میں ہار کے بطور پہنی تھیں۔

سفاح نے کہا۔ اس کا نام بھی کاٹ دو۔

دوسرے کو پکارو۔

غلام نے حضرت علی کا نام پکارا۔

سدیف نے کہا۔ حضرت علی کہاں ہیں۔

وہ بھی نہیں ہیں۔

سفاح نے کہا۔ کیوں وہ کیوں نہیں؟

سدیف نے کہا۔ اسے ابن ملجم نے مسجد میں شہید کیا تھا۔ اور معاویہ نے شام میں اس کی عید منائی تھی جو آج بھی ۲۷ ماہ رمضان کی شب تمام مسلمان مساجد میں منائی جاتی ہے۔

سفاح نے کہا۔ اسے بھی چھوڑ دو اور نام پکارو۔

غلام نے امام حسن کا نام پکارا۔

سدیف نے کہا۔ امام حسن بھی نہیں ہے۔

سفاح نے پوچھا وہ کہاں ہے۔

سدیف نے کہا۔ اسے معاویہ کے فریب سے ابوبکر کی بھانجی اور اشعث کی بیٹی نے زہر دے دیا تھا۔ اور مروان نے اس کے جنازہ پر تیر چلوائے تھے۔

سفاح نے کہا۔ انہیں چھوڑ کر دوسرے کا نام لو۔

غلام نے امام حسین کا نام لیا۔

سدیف نے کہا۔ وہ بھی نہیں ہیں۔

سفاح نے پوچھا۔ وہ کیوں نہیں۔

سدیف نے کہا یہ جو آپ کے ارد گرد سنہری کرسیوں پر بیٹھے ہیں اس
ان کے امیر یزید نے میدان کربلا میں تین روز کا بھوکا اور پیاسا رکھ کے شہید
کرادیا تھا۔

سفاح نے کہا۔ مجھے معلوم نہیں تھا۔ کسی اور کا نام لو۔

غلام نے جناب عباس ابن علی کا نام لیا۔

سدیف نے کہا۔ وہ بھی نہیں ہے۔

سفاح نے کہا۔ وہ کہاں ہے۔

سدیف نے کہا اسے بھی یزید نے میدان کربلا میں پانی لانے کے جرم
میں شہید کرادیا تھا۔

سفاح نے کہا۔ میرے علم میں نہیں تھا۔
کسی اور کا نام لو۔

غلام نے جناب امام سجاد کا نام پکارا۔

سدیف نے کہا۔ وہ بھی نہیں ہے۔

سفاح نے پوچھا وہ کیوں نہیں۔

سدیف نے کہا۔ اسے ان کرسی نشینوں کے ایک حکمران ہشام نے زہر سے
شہید کرادیا تھا۔

سفاح نے کہا۔ ٹھیک ہے دوسرے کا نام لو۔

غلام نے زید ابن علی کا نام پکارا۔

سدیف نے کہا۔ وہ کہاں ہے؟

سفاح نے کہا۔ کیوں اسے کیا ہوا۔

سدیف نے کہا اسے ہشام ابن عبد الملک نے شہید کرا کے اسکے بے
روح جسم کو سولی پر لٹکوایا تھا۔ اس کا پیٹ چاک کرادیا تھا۔ چار برس تک
بے روح جسم سولی پر لٹکایا رہا تھا۔ پرندوں نے اس میں گھونسے بنا لیتے تھے اس
کے چار سال بعد ہشام کے حکم سے اسے سولی سے اتار کر نذر آتش کرایا۔ اور
راکھ کو ہوا میں بکھیر دیا گیا۔

قدرت خدا سے وہ راکھ جمع ہو کر نہر میں گری ایک مرتبہ پانی میں
ڈوبی جب باہر نکلی تو صحیح وسالم جسم تھا۔

اس نے اتنا کہا۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

اس کے بعد وہ لاش نہر میں ڈوب گئی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے ابراہیم
ابن زید کو شہید کیا اس کا تو مزار کوفہ کے مغربی حصہ میں آج تک معروف
ہے۔

سفاح نے کہا۔ خیر مجھے معلوم نہیں تھا۔
کسی اور کا نام لو۔

غلام نے ابراہیم ابن محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباس کا نام لیا۔

سدیف نے کہا۔ وہ بھی نہیں ہے۔

سفاح نے پوچھا۔ وہ کیوں نہیں ہے۔

سدیف خاموش ہو گیا۔

سفاح نے کہا۔ مجھے کیوں نہیں بتا رہا میرے بھائی کے ساتھ کیا سلوک
ہوا تھا؟

سدیف نے کہا۔ مجھ میں ہمت نہیں ہے کہ آپکے بھائی سے جو سلوک ہوا۔

اسے آپ کے سامنے بیان کروں۔

سفاح نے کہا۔

تجھے اللہ کا واسطہ مجھے بتادے۔

سدیف نے کہا۔

ان لوگوں کا جداعلی تھا جس کا نام مروان تھا۔اس نے آپ کے بھائی کو گرفتار کرا کے اس کا سر گائے کی ثابت اتاری گئی کھال میں ڈالوایا تھا۔ پھر اسے دھونکنی کے ساتھ جوڑ دیا گیا تھا۔

اور دھونکنی دھونکی گئی۔اس کے بے روح جسم پر تین دنوں میں دس ہزار کوڑا برسایا گیا تھا۔

اس کا مزار حران میں ہے۔

اتنے میں ایک اموی نے پکار کر کہا۔

اے غلام تو امیر کو ہمارے قتل پر آمادہ کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تجھے رسوا کرے۔

سدیف نے کہا۔ یہ تو قیامت کو پتہ چلے گا کہ اللہ کسے رسوا کرتا ہے ویسے تم نے میرا مقصد درست سمجھا ہے۔

سفاح نے سدیف کو آنکھ کے اشارہ سے ایسی بات سے روک دیا۔اور باآواز بلند رونے لگے۔اپنے اپنا گریبان چاک کیا پھر ٹوپی سر سے اتار پھینکی۔ یہ دیکھتے ہی تیار غلاموں نے تلوار نکال کر بنی امیہ کو قتل کر دیا۔ پھر سفاح نے حکم دیا کہ اب ان تڑپتے لاشوں پر دستر خوان بچھاؤ۔ دستر خوان لگائے گئے نیچے اموی لاشیں تڑپتی رہیں اوپر سفاح اپنے تمام سپاہیوں کے ساتھ بیٹھ

کے کھانا کھاتا رہا۔

اس وقت نو سو پینتالیس اموی تھے جنھیں تہ تیغ کیا گیا تھا۔

اس کے بعد جو بچ رہے انہیں ایک بہت بڑا مکان بنوا کر انہیں مدعو کیا اور اس میں انہیں مروادیا۔ پھر سفاح نے سدیف کو ایک لشکر دے کر شام بھیجا وہاں سدیف نے چن چن کر امویوں کو قتل کرنا شروع کیا۔تیس ہزار اموی تہ تیغ ہے

؁ ؁ ؁

؁ ؁

؁

آٹھویں مجلس

متوکل اور مزار فرزند رسول

جن لوگوں نے نواسہ رسول کو ختم کرنے کی کوشش کی متوکل ان میں شامل ہے اس ظالم نے مزار فرزند رسول سے اپنی دشمنی نکالی۔ بنی امیہ کے بعد متوکل وہ شخص ہے جس نے بنی عباس سے ہوتے ہوئے عداوت فرزند رسول کو اپنی انتہا تک پہنچا دیا تھا۔

بنی امیہ نے تو زندہ فرزند رسول کو شہید کیا تھا لیکن اس نے قبر حسین کو گوارا نہ کیا۔ کبھی دریائے فرات کا رخ موڑا اور کبھی بیلوں سے ہل چلائے لیکن اللہ جس کی حفاظت کرے اسے کوئی بھی نہیں مٹا سکتا۔ جب دریائے فرات کا رخ موڑا جاتا تو حائر حسینی پر آکر دریا کا پانی دیوار کی مانند بلند ہونا شروع ہو جاتا۔ ہر طرف سے چار دیواری سی بن جاتی لیکن پانی مزار غریب پر نہ آتا۔ جب ہل چلائے جاتے تو بیل حائر حسینی کی حد تک آکر گھٹنے زمین پر ٹیک دیتے لیکن اپنا قدم مزار مظلوم زہرا تک نہ لاتے خود ہل چلانے والے کہتے ہیں کہ بیلوں کو مارتے مارتے یا لاٹھی ٹوٹ جاتی یا بیل مر جاتے لیکن ان کے قدم مزار تک نہ جاتے۔

پھر اس ظالم نے حکم دیا کہ فرزند رسول کا مزار کھود کر لاش کو باہر نکال دو۔ ابراہیم دیرج نامی شخص اس کام پر مامور تھا۔

راوی کہتا ہے کہ ابراہیم دیرج مہلک مرض میں مبتلا ہو گیا چونکہ میرا پڑوسی تھا اس لیے میں اس کی عیادت کو گیا طبیب اس کے پاس بیٹھا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا۔ میں نے جب مرض کے متعلق پوچھا تو اس نے طبیب کی طرف اشارہ کیا۔ طبیب اس کا اشارہ سمجھ گیا۔ وہ اٹھ کر چلا گیا۔

میں نے پوچھا آخر بات کیا ہے۔

اس نے کہا۔ کیا بات ہے؟

اب میں کتنی ہی توبہ کر دوں ممکن ہے میری توبہ قبول ہی نہ ہو مجھ سے ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب ہوا ہے۔ کل ہی کی بات ہے متوکل نے مجھے چند آدمی دے کر بھیجا تاکہ کربلا جا کر قبر غریب زہرا مسمار کر دوں چونکہ ہمارے لیے دن میں یہ کام کرنا ممکن نہ تھا اس لیے ہم دن کو بغداد سے چلے شام کے وقت کربلا آئے۔

میں نے اپنے ماتحتوں سے کہا تم قبر مسمار کرو میں سوتا ہوں۔ چونکہ میں بہت تھک چکا تھا اس لیے سوتے ہی نیند نے آلیا کچھ ہی دیر گزری ہو گی کہ میرے ماتحتوں کے چیخنے اور مجھے جگانے کی آواز آئی میں نے آنکھیں کھولیں تو سب کے سب میرے گرد کھڑے مجھے جگا رہے تھے۔

میں نے پوچھا کیا بات ہے؟

انہوں نے کہا۔ قبر حسین پر کچھ افراد ہیں جو ہمیں قبر کے قریب بھی نہیں

جانے دیتے۔

میں تصدیق کے لیے وہاں آیا۔ دیکھا تو جیسے انہوں نے کہا۔ بالکل سچ تھا۔

میں نے کہا انہیں قبر سے ہٹاؤ۔

میرے ماتحت کہنے لگے ان کی شکلیں دیکھ رہے ہو کیسی ہیبت ناک ہیں۔

میں نے کہا اگر قریب نہیں جاتے تو دور سے کھڑے ہو کر تیر اندازی کرو۔

میرے ماتحتوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ جو بھی تیر مارتے تھے وہ تیر پلٹ کر تیر انداز کے سینہ میں پیوست ہو جاتا اور وہ وہیں مر جاتا۔ جب سب مر گئے تو میں ڈر کے مارے وہاں بھاگ کر آیا۔ اب میری جو حالت ہے تو دیکھ رہا ہے۔

اس ملعون نے تو اس نور خدا کو بجھانے کی اس حد تک کوشش کی کہ اس نے حکم عام دیا کہ جس شخص کو زیارت حسین کو جاتا دیکھو اسے قتل کر دو۔ خدا معلوم کتنے شیعیان علی صرف زیارت حسین کے جرم میں شہید ہوئے ہیں۔

ایک اور روایت کے مطابق ابراہیم دیرج نے واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ جب میں قبر غریب زہرا پر گیا تو میں نے قبر کو کھودنے کا حکم دیا۔ قبر کھودنے کے بعد اسے بند کر دیا۔ اور متوکل کو بتایا کہ مجھے تو قبر میں کچھ نظر نہیں آیا۔

ابو علی عماری کہتا ہے کہ میں ابراہیم کے ایام مرض میں ان کی عیادت کو آیا اور اسے کہا کہ دیکھ اب تو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں ہے مجھے امید ہے کہ اب مجھ سے کچھ نہیں چھپائے گا۔ البتہ یہ وعدہ کرتا ہوں کہ تیری زندگی تک میں کسی کو کچھ نہ بتاؤں گا۔

ابراہیم نے کہا۔ آپ کیا بات پوچھنا چاہتے ہیں۔

میں نے کہا۔ میں صرف قبر حسین کے کھولنے کا واقعہ پوچھنا چاہتا ہوں کیا یہ سچ ہے کہ قبر میں کچھ بھی نہ تھا۔

ابراہیم نے کہا۔ یہ غلط ہے جب میں نے قبر مظلوم کھودائی تو جسم غریب کے تازہ تازہ ٹکڑے ایک بوریے پر رکھے ہوئے تھے اور ان سے تازہ خون رس رہا تھا۔ کستوری کی خوشبو مہک رہی تھی۔ یہ دیکھ کر میں نے قبر کو بند کرنے کا حکم دیا تھا اور متوکل سے کہا تھا کہ قبر میں کچھ بھی نہیں ہے۔

ہارون معری متوکل کے سالار لشکر میں سے سالار لشکر تھا۔ ابو عبداللہ باقطانی کا بیان ہے کہ میں ہارون معری کا کاتب تھا۔ ہارون کا تمام جسم مبروص تھا اور اس کا چہرہ اس قدر سیاہ تھا کہ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے اس پر تارکول مل دیا گیا ہو۔ میں نے اس سے کئی مرتبہ اس کی وجہ پوچھی مگر وہ ہر مرتبہ ٹال گیا۔ جب وہ بیمار ہوا تو میں نے ایک مرتبہ پھر پوچھا اور اس کی زندگی تک راز رکھنے کا وعدہ بھی کیا۔

تب اس نے بتایا کہ متوکل نے ابراہیم دیرج کے ساتھ مجھے بھی قبر حسین مسمار کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ میں تیار ہوا۔ رات کو خواب میں سرور انبیاء نے منع فرمایا کہ ابراہیم کے ساتھ نہ جانا۔ صبح کو سب مجھے ہر ایک نے چلنے پر مجبور کیا میں نہ تو انہیں خواب بتا سکتا تھا اور نہ ہی انکار کر سکتا تھا آخر میں ان کے ساتھ چلا گیا وہاں ہم سے جو کچھ ہو سکا کیا اگلی رات سرور کونین خواب میں ملے اور فرمایا کیا میں نے تجھے روکا نہیں تھا کہ ابراہیم کے ساتھ نہ جانا۔ یہ فرما کر میرے منہ پر تھوکا اور ایک طمانچہ مارا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرا منہ کالا ہو گیا اور دوسرا جسم مبروص ہو گیا ہے۔

بحار میں ہے کہ متوکل کا بیٹا منتصر اگرچہ محب نہیں تھا لیکن جب اس نے سنا کہ میرا باپ جناب سیدۃ النساء کے حق میں بیہودہ بکتا ہے تو اس نے علماء سے اس سلسلہ میں سوال کیا انہوں نے بتایا کہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔ لیکن جو شخص اپنے باپ کو قتل کرتا ہے اس کی عمر گھٹ جاتی ہے۔ منتصر نے کہا۔ اگر میری عمر نصرت حق پر قربان ہو جائے مجھے پروا نہیں چنانچہ ایک رات موقعہ پاکر منتصر نے متوکل کو قتل کردیا۔ اس کے بعد وہ خود صرف سات ماہ زندہ رہا۔

❁ ❁ ❁
❁ ❁
❁

نویں مجلس

زید مجنون

بحار کے مطابق زید انتہائی محب اہل بیت اور دانش مند تھا۔ لیکن زید مجنون کے لقب سے ملقب تھا اس نے جب مصر میں سنا کہ متوکل فرزند رسول کی قبر کا نشان مٹانا چاہتا ہے زید مصر سے روتا ہوا روانہ ہوا۔ کوفہ میں آیا یہاں اس کی ملاقات بہلول سے ہوئی۔ بہلول بھی اپنے وقت کا عظیم دانشمند تھا لیکن دیوانہ کہلواتا تھا۔ زید کی جب بہلول سے ملاقات ہوئی تو بہلول نے زید سے پوچھا۔

بھیا کیا بات ہے کہ تم مصر سے کوفہ تک پیدل چلے آئے۔

زید نے جواب دیا۔

بھیا میں نے سنا ہے کہ متوکل خبیث غریب۔ قتول کی قبر کا نشان بھی مٹانا چاہتا ہے۔

اس غم نے مجھے بیٹھنے نہ دیا۔ اور یہ سوچ کر نکل کھڑا ہوا کہ ممکن ہے میری کسی تدبیر سے کوئی حل نکل آئے۔ اور یہ خبیث اپنے اس مکروہ ارادہ سے

بازرہ جائے۔

بہلول نے کہا۔ بخدا! میں بھی نہ دن کو آرام کرتا ہوں اور نہ رات کو سوتا ہوں ہر وقت اسی غم میں آنسو بہاتا ہوں اور اللہ سے شکوہ کرتا ہوں۔

زید نے کہا۔ پھر چلئے کربلا پہلے غریب آل محمد کی زیارت کر لیں، پھر کچھ سوچیں گے۔

دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور کربلا کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب یہ دونوں کربلا میں آئے تو مزار فرزند رسول کو صحیح وسالم دیکھا اور ایک دوسرے سے کہا یہ لوگ نور خدا کو بجھانا چاہتے ہیں لیکن اللہ اپنے نور کو باقی رکھنا چاہتا ہے یہی باتیں کر رہے تھے کہ ایک سن رسیدہ شخص ان کے پاس آیا۔

اس نے زید سے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟

زید نے جواب دیا ایک درد رسیدہ انسان ہوں میں نے سنا ہے کہ متوکل قبر حسین کا نشان مٹانا چاہتا ہے۔ لیکن قبر حسین کو سالم دیکھ کر اب غم بھول گیا ہوں۔

اس شخص نے کہا۔ بخدا وہ میں ہی بدنصیب ہوں جسے بیس سال اس قبر پر ہل چلاتے ہوئے ہو گئے۔ لیکن کچھ نہیں ہو سکا۔ آپ کی آمد نے میری آنکھیں کھول دی ہیں اب متوکل کے پاس جاتا ہوں۔ اسے حقیقت حال سے آگاہ کر کے استعفاء پیش کرتا ہوں چاہے تو مار ڈالے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

زید نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ آؤں گا۔

جناب بہلول وہیں رہ گئے۔

جناب زید اس شخص کے ساتھ بغداد گئے۔ جب اس شخص نے متوکل کو تمام حالات سے آگاہ کیا تو متوکل کو غصہ آگیا۔ اور اس نے اس شخص کے قتل کا حکم دیا۔

قتل کے بعد اس کے پاؤں میں رسی ڈال کر مزبلہ پر ڈال دیا گیا۔ جناب زید کے غم میں اور اضافہ ہو گیا۔ رات کے وقت آئے اس کی لاش اٹھائی اور دریائے دجلہ پر لائے غسل دیا۔ اور دفن کر کے تین دن تک اس کی قبر پر بیٹھ کر قرآن خوانی کرتے رہے۔

ایک رات قرآن خوانی کر رہے تھے کہ شہر سے نوحہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں جب زید نے وجہ پوچھی تو اسے بتایا گیا کہ

متوکل کی ایک حبشن کنیز تھی جسے وہ بے پناہ چاہتا تھا مر گئی ہے یہ اس کا جنازہ آرہا ہے۔

زید کا گریہ بڑھ گیا۔

پھر زید نے دیکھا کہ اس حبشن کی قبر پر ایک بہت بڑا مقبرہ بنایا گیا۔ زید کا جگر پھٹنے لگا۔

اب اس سے نہ رہا گیا۔

چنانچہ جناب زید نے متوکل کے نام حسب ذیل مضمون کی ایک نظم لکھ کر متوکل کو بھیجی۔

اے بے حیا تجھے شرم نہیں آتی کہ کربلا میں قبر حسین گرا رہا ہے اور ایک

سیاہ روز اپنی عورت کی قبر پر عالی شان محل بنا رہا ہے۔ جب متوکل نے
پڑھا تو اس نے زید کے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ زید کو گرفتار کرکے متوکل کے
پاس لایا گیا۔

کافی دیر تک مباحثہ ہوتا رہا اور زید ڈٹ کر جواب دیتا رہا۔

متوکل نے پوچھا۔

تیرا ابوتراب کے متعلق کیا خیال ہے۔

جناب زید نے کہا۔ ابوتراب کو مجھ سے بہتر تو جانتا ہے لیکن حدیث
نبی ہے کہ فضائل علی کا انکار کافر کرے گا۔

اور بغض علی منافق کرے گا اور میرے خیال میں چونکہ تجھ میں دونوں صفات
ہیں اس لیے کفر کی وجہ سے تو منکر فضائل علی ہے اور نفاق کی بدولت تو دشمن
علی ہے۔

اس کے بعد جناب زید نے حضرت علی کے فضائل پڑھنا شروع کیے۔

متوکل نے زید کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔

جناب زید کو زندان میں ڈال دیا گیا۔ ابھی رات پوری نہ گزری تھی کہ
متوکل چراغ لے کر خود آیا اور در زندان کھولا۔ جناب زید کو خلعت اور نقد انعام
دے کر کہا تو آزاد ہے۔ جہاں چاہے چلا جا اور جو مانگنا ہے مانگ لے۔

جناب زید نے کہا۔

صرف مزار حسین کی تعمیر اور زیارت حسین سے پابندی کا خاتمہ مانگتا
ہوں۔

متوکل نے کہا۔ جیسے تیرا جی چاہے کر۔

زید وہاں سے روانہ ہوا۔ اور عراق کی ایک ایک بستی میں جا کر اعلان
کیا کہ جسے زیارت حسین پر جانا ہو جا سکتا ہے۔ اب کوئی پابندی نہیں۔

جب متوکل سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا کہ رات کو
جب سویا تو ایک شخص آیا اور اس نے ٹھوکروں سے میرا برا حال کرکے
کہا کہ ابھی جا کر زید کو زندان سے آزاد کر ورنہ صبح سے پہلے تو مار دیا
جائے گا۔

پہلی مجلس

شان امام حسین

مناقب خرگوشی اور ترمذی وغیرہ کے مطابق نبی اکرم نے فرمایا ہے۔
اولاد دنیا کی خوشبو ہوتی ہے اور میری خوشبو میرے حسنین ہیں۔

بحار میں عروہ بارقی سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ آنحضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں مسجد میں آپ کے پاس دو بچے تھے اور آپ کبھی ایک کو اور کبھی دوسرے کو چوم رہے تھے۔ جب صحابہ نے دیکھا تو وہ باتوں سے رک گئے میں نے عرض کیا۔

قبلہ یہ آپ کے فرزند ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ میرے بھائی۔ میرے چچا زاد۔ میرے محبوب خلائق۔ میرے کان۔ میری آنکھ کے بیٹے ہیں۔ یہ اس کے بیٹے ہیں جس کی تکلیف سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ عجیب محبت اور عجیب اظہار محبت ہے۔

آپ نے فرمایا ۔ ہاں تمہارے لیے یہ اظہار محبت عجیب ہے کہ میں انہیں پہلے سونگھتا ہوں پھر چومتا ہوں لیکن میرے لیے تعجب نہیں سکون ہے ۔ جس رات جبریل مجھے معراج پر لے گیا ۔ میں جنت کی سیر کر رہا تھا کہ ایک درخت بڑا حسین اور دل آویز نظر آیا ۔ میں بے اختیار اس کی طرف بڑھا ۔ اس کے میوے کھانے لگا ۔ پھر وہاں سے آگے بڑھا تو اسی جیسا ایک اور درخت نظر آیا ۔ میں نے اس کے میوے بھی کھائے ۔

جبریل نے عرض کیا ۔ قبلہ ۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان درختوں کے نام کیا ہیں اور اس کا نتیجہ کیا ہے ۔

میں نے کہا ۔ ہاں جبریل مجھے معلوم ہے ۔ پہلے درخت کا نام حسنؑ اور دوسرے کا نام حسین ہے ۔ اللہ مجھے ایک بیٹی دے گا ۔ میں اس بیٹی کی شادی اپنے بھائی علی سے کروں گا ۔ اللہ علی و فاطمہ کو دو بچے دے گا ۔ ان سے ان میوہ ہائے جنت کی خوشبو آئے گی جب میں ان میوہ ہائے جنت کا شائق ہوں گا تو اپنے انہی دونوں بیٹوں کو سونگھ لوں گا میرا شوق پورا ہو جائے گا اور میرے مشام نبوت خوشبوئے جنت سے لبریز ہو جائیں گے ۔

دارقطنی نے عبد اللہ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ایک دن نبی کریم ان دونوں شہزادوں کو اٹھائے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا ۔ میرے یہ دونوں بیٹے سرداران جنت ہیں اور ان کا باپ ان سے افضل ہے ۔

فضائل سمعانی کے مطابق جب آنحضور نماز پڑھتے تھے تو یہ دونوں بچے آپ کی پشت پر سوار ہو جاتے تھے ۔ ایک مرتبہ صحابہ نے عرض کیا ۔ قبلہ آپ کو بڑی تکلیف دیتے ہیں اگر حکم دیں تو انہیں ہم روکیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ خبردار ! میرے

اور ان کے مابین کوئی حائل نہ ہو ۔ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ انہیں اپنا محبوب سمجھے ۔

مسند حنبل میں ہے کہ ایک دن آنحضور حسنین کو چوم رہے تھے ۔ مسجد میں بیٹھے ہوئے صحابہ میں سے ایک صحابی نے کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں لیکن آج تک میں نے ایک کو بھی نہیں چوما ۔ آنحضور نے فرمایا ۔ اگر تیرے دل میں نساوت اور شقاوت کوٹ ، کوٹ کر بھری ہے تو اس کا میرے پاس کیا علاج ہے ۔

مناقب حاکم کے مطابق ابو رافع کہتا ہے ۔ کہ ایک دن میں امام حسین کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ شہزادے نے مجھے کہا ۔ مجھے اپنے کندھے پر سوار کر میں نے انکار کیا ۔ شہزادے نے کہا ۔ کیا تو اس جسم کو نہیں اٹھاتا جسے رسول کونین اٹھاتے ہیں ۔ میں نے آپ کو کندھے پر سوار کر لیا ۔ پھر میں نے کہا اب آپ بھی مجھے سوار کر لیا ۔ تو شہزادے نے کہا کیا تو اس کندھے پر سوار ہو گا جسے رسول کونین چومتے ہیں ؟

میں نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا ۔

مناقب میں ہے کہ ایک شخص سے کوئی جرم سرزد ہو گیا ۔ وہ سزا کے خوف سے چھپ گیا ۔ ایک دن اسے دونوں شہزادے ایک جگہ مل گئے اس نے دونوں کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور سیدھا مسجد میں آنحضور کے پاس آ گیا اور عرض کی قبلہ میں ان کی غلامی کو اپنی سفارش بنا کر لایا ہوں ۔ آپ مسکرا دیے اور فرمایا ۔ جا تجھے حسنین کے صدقے معاف کیا ہے ۔ ذات احدیث نے یہ آیت بھیجی

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم   اگر یہ لوگ کوئی ظلم کریں

جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔	پھر تیرے پاس آکر معافی مانگیں اور تو بھی ان کی سفارش کر دے تو اللہ کو بخشنے والا پائے گا۔

بحار میں امام رضا ؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن دونوں شہزادوں نے والدہ کی خدمت میں عرض کیا کل عید کا دن ہے ہمارے کپڑے نہیں ہیں بی بی خاموش ہوگئی۔ دوسری مرتبہ پھر شہزادوں نے عرض کیا۔ بی بی پھر خاموش ہوگئیں تیسری مرتبہ پھر شہزادوں نے عرض کیا۔ بی بی نے فرمایا۔ تمہارے کپڑے درزی کے پاس ہیں۔

رات ہوگئی ہر کوئی سوگیا۔ کافی رات گئے دق الباب ہوا جناب فضہ دروازہ پر آئیں تو ایک شخص کو کھڑے دیکھا پوچھا کیا بات ہے اس نے کپڑوں کی ایک گٹھڑی دی اور عرض کیا۔ میں حسنین کا درزی ہوں ان کے کپڑے لایا ہوں۔ جناب فضہ گٹھڑی لائیں۔ اس میں دو عمامے، دو قمیضیں، دو صدریاں۔ دو عبائیں اور دو جوتے تھے۔

بحار کے مطابق ایک دن نبی عالمین جناب سیدہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا۔ بیٹی آج میں تیرا مہمان ہوں۔ بی بی نے عرض کیا۔ ابا جان! بسم اللہ ویسے تیسرے دن سے حسنین نے بھی کچھ نہیں کھایا۔ اب حضرت علی اور حسنین کے ساتھ بیٹھ گئے۔ جناب سیدہ حیران تھیں کہ کیا کروں اتنے میں جبریل نے آکر عرض کیا۔ اے محبوب خدا اللہ درود وسلام کے بعد پوچھتا ہے کہ بتاؤ کیا پسند کروگے۔ انحضور نے تمام اہل بیت سے پوچھا مگر کسی نے کوئی جواب

نہ دیا۔ بالآخر امام حسین نے عرض کیا اگر آپ سب اجازت دیں تو میں عرض کرتا ہوں۔ سب نے اجازت دی۔ امام حسین نے فرمایا۔ جبریل آج تازہ کھجور کو دل چاہتا ہے۔

جبریل نے عرض کیا۔ اللہ جل جلالہ کو پہلے معلوم تھا جناب سیدہ کے حجرہ عبادت میں کھجوروں کا طبق موجود ہے۔ آپ کھا سکتے ہیں۔ جب طبق لایا گیا انحضور نے ایک دانہ اٹھا کر امام حسین کے منہ میں رکھا پھر ایک دانہ امام حسن کے منہ میں رکھا۔ پھر ایک دانہ حضرت علی کے منہ میں رکھا پھر ایک دانہ جناب فاطمہ کے منہ میں رکھا اور ہر مرتبہ فرمایا۔ کھاؤ اللہ تمہیں مبارک کرے جناب سیدہ نے عرض کیا۔ بابا جان پہلے تو آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جب میں نے تم سب کے منہ میں ایک ایک دانہ رکھا تو جبریل و میکائیل نے وہی کچھ کہا جو میں نے کہا ہے۔ اور جب میں نے حضرت علی کے منہ میں دانہ رکھا تو ذات احدیث نے وہی کچھ کہا ہے جو میں نے کہا ہے۔

بحار میں امالی ابوالفتح سے مروی ہے کہ ابو رافع کہتا ہے کہ ایک دن ہم انحضور کے پاس بیٹھے تھے کہ جبریل ایک شیشہ کا طشت لے کر آیا۔ جس میں مشک رکھے تھے۔ جبریل نے عرض کیا۔ قبلہ یہ اللہ کی طرف سے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو تحفہ ہے۔ انحضور نے وہ طشت لیا اور اٹھ کر خانہ جناب زہرا میں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد جناب فضہ نے بتایا ہے کہ جب آپ نے طشت سے رومال ہٹایا تو طشت نے تین مرتبہ لا الہ الا اللہ۔ تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر یہ آیت پڑھی۔ طٰہٰ ما انزلنا علیك القرآن لتشقیٰ۔

پھر آپ نے حضرت علی کو دیا۔ جب طشت حضرت علی کے ہاتھ میں آیا۔

تو طشت سے آواز آئی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انما ولیکم اللہ ورسولہ و
الذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون ۔

پھر آپ نے امام حسن کو دیا۔ جب طشت امام حسن کے ہاتھ میں آیا تو
طشت سے آواز آئی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عما یتساءلون عن النبا العظیم،
پھر آپ نے امام حسین کو دیا۔ جب امام حسین کے ہاتھ میں آیا تو طشت سے
آواز آئی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ
پھر آپ نے جناب سیدہ کو دیا جب جناب سیدہ کے ہاتھ میں آیا تو طشت
سے آواز آئی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انما یرید اللہ لیذھب
عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔

دوسری مجلس

روضہ مبارکہ کی تعمیر

امام حسین کا روضہ مبارکہ مورخین کے مطابق موجودہ عمارت سے قبل پانچ مرتبہ تعمیر ہوا۔

پہلی مرتبہ اموی حکومت میں مزار غریب پر ایک مسجد بنائی گئی تھی۔ ہارون رشید نے اس مسجد کو گرانے کا حکم دیا تھا۔ جس کے بعد مامون کے دور تک قبر غریب یونہی رہی۔

دوسری مرتبہ مامون نے روضہ تعمیر کیا۔ جسے متوکل نے گرا دیا۔

تیسری مرتبہ متوکل کے بیٹے منتصر نے روضہ تعمیر کیا۔ جسے پھر عباسی حکمران نے گرا دیا۔

چوتھی مرتبہ اولاد امام حسن میں سے محمد ابن زید نے تعمیر کیا۔ جسے بعد میں عباسی حکمران نے گرا دیا۔

پانچویں مرتبہ عضد الدولہ ابن رکن الدولہ نے تعمیر کرایا۔ جسے ۴۰۷ھ میں ایک عباسی حکمران نے نذر آتش کر دیا۔

چھٹی مرتبہ سلطان الدولہ دیلمی کے وزیر حسن ابن مفضل نے تعمیر کیا۔ جسے دشمنان آل محمد نے زمین بوس کر دیا۔

ساتویں مرتبہ سلطان اویس الکانی نے اسے تعمیر کیا۔ جو اس وقت تک موجود ہے۔ یعنی اس وقت جو موجود ہے بعینہ یہ وہی عمارت نہیں ہے بلکہ اس میں تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ البتہ حائر حسینی کی حدود یہی ہیں۔ متعدد تعمیرات

کا مطلب یہ ہے کہ قبل ازیں چھ مرتبہ دشمنان آل محمد اور حاسدین حکمرانوں کے حکم سے روضہ مبارکہ ظلماً گرایا جاتا رہا اور ساتویں مرتبہ کے بعد اسے جب بھی گرایا گیا وہ تجدید عمارت کے لیے گرایا گیا۔

مختصر مواعظ امام حسین :۔

بھائی چار قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک وہ بھائی جو آپ کا اور اپنا دونوں کا خیر خواہ ہو۔

ایک وہ بھائی جو آپ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہو۔

ایک وہ بھائی جو اپنی ذات کو آپ پر ترجیح دیتا ہو۔

ایک وہ بھائی جو آپ کا نہ خیر خواہ ہوتا ہے نہ بد خواہ۔

آپ سے اس کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔ جو بھائی آپ کا اور اپنی ذات دونوں کا خیر خواہ ہوتا وہ ہے جو اپنی خیر کے ساتھ آپ کی بھی خیر منائے یہ برادری کی اچھی قسم ہے۔

جو بھائی آپ کی ذات کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہے وہ ہے جو صرف اور صرف برادری کی بقا چاہتا ہے اس کے دل میں دنیا نہیں صرف برادری ہوتی ہے۔

جو بھائی اپنی ذات کو برادری پر ترجیح دیتا ہے وہ اس انتظار میں رہتا ہے کہ کب آپ کسی مصیبت میں گھریں بلکہ آپ کے خلاف ہر جگہ پر دپیگنڈہ کرتا ہے آپ کو ملے گا تو بنگاہ حسد دیکھے گا۔ ایسے بھائی پر اللہ کی لعنت ہو جو بھائی نہ اپنا اور نہ آپ کا خیر خواہ ہے۔ یہ وہ بھائی جو احمق ہوتا ہے برادری کرتے کرتے دشمنی کر بیٹھتا ہے۔

ایسے کام سے بچ جس کے بعد معذرت کرنا پڑے۔ کیونکہ مومن ہمیشہ ایسا کام کرنے سے بچتا ہے اور منافق ہمیشہ یہی کرتا ہے کہ برائی کی پھر معذرت کر لی۔

بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے۔

سلام کرنے کی ستر نیکیاں لاتی ہیں۔ جن میں سے انہتر ابتدا کرنے والے کو اور ایک جواب دینے والے کو ملتی ہے۔

احسان سے تعریف ہوتی ہے اور انجام میں اجر ہوتا ہے۔

سخی ترین شخص وہ ہے جو ایسے شخص کو دے جس سے اسے کچھ امید نہ ہو۔

کریم وہ ہے جو قادر ہوتے ہوئے معاف کر دے۔

وہی شخص زیادہ صلہ رحم ہوتا ہے جو قطع رحمی کرنے والے سے صلہ رحمی کرے۔

شاخیں اپنے تنوں کی حیثیت کے مطابق بلند ہوتی ہیں۔

جو شخص اپنے بھائی سے ایک مصیبت دور کرے اللہ دنیا اور آخرت میں اس سے دس دس مصائب دور کرے گا۔

جو کسی پر احسان کرے اللہ اس پر احسان کرتا ہے۔

ہمارے محب میں چار میں سے ایک خصلت ہونا چاہیے۔

ارادہ محکم ہو۔ ذہن منصف ہو۔ بھائی اچھے ہوں۔ اور علماء پسند ہو۔

اسی شخص کا اسلام بہتر ہو گا جو بے فائدہ معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔

حلم زینت ہے۔ وفا مروت ہے۔ صلہ رحمی نعمت ہے۔ تکبر لعنت ہے جلد بازی حماقت ہے۔ حماقت کمزوری ہے خود فریبی جبرت ہے۔ کمینوں سے بیٹھنے کا نتیجہ برا ہوتا ہے۔ فاسقوں سے صحبت کا انجام بدنامی ہوتا ہے

حضرت علی نے ایک دن پوچھا۔ بیٹے سرداری کیا ہے؟ آپ نے عرض کیا۔ قبیلہ پر احسان اور چشم پوشی۔

دولت کیا ہے؟ امید میں کمی اور جو مل جائے اس پر اکتفا

فقر کیا ہے؟ لالچ اور ناامیدی۔

ملامت کیا ہے؟ خود پسندی اور خودنمائی۔

مصیبت کیا ہے؟ رئیس شہر سے عداوت۔

ایک شخص کسی کی غیبت کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ بندہ خدا یہ سالن مت کھا کیونکہ جہنمی کتوں کا سالن ہے۔

اپنے سے کمزور پر ظلم مت کیا کرو کیونکہ ایسے افراد کا اللہ ناصر ہوتا ہے اور وہ بڑا طاقت ور ہے۔

جو شخص دریا یا سمندر میں ہو اور غرق سے محفوظ رہنا چاہتا ہو تو وہ کشتی کی روانگی کے وقت اس آیت کی تلاوت کرے۔

کسی بڑے آدمی کو کوئی دوا مت دو اگر اسے فائدہ ہوا تو تعریف نہ کرے گا اگر نقصان ہوا تو ہر جگہ مذمت کرے گا۔

عقل اسی وقت کامل ہوتی ہے جب انسان اتباع حق کرے۔

علم آموزی معرفت کی تمہید ہے۔ تجربات کی کثرت عقل شرف اور تقویٰ میں اضافہ کرتی ہے۔ انکساری جسم کی راحت ہے وہی تیرا دوست ہوگا جو برائی پر ٹوکے اور جو برائی پر آمادہ کرے وہ دوست نہیں دشمن ہوگا۔

آخر میں دعائے امام حسین پر ہی اپنی کتاب کو ختم کرتا ہوں۔

فہرست کتب نظامی پریس بکڈپو، وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

عنوان کتب	روپیہ	عنوان کتب	روپیہ
قرآن مجید مترجم: فرمان علی (جلی قلم)	150	تاریخ ائمہ: مولانا علی حیدر صاحب	120
قرآن مجید، ترجمہ مولانا سید فرمان علی	150	الدمعۃ الساکبہ: آقائی محمد باقر بہبہانی	180
قرآن مجید ترجمہ فرمان علی (رنگین)	200	الدمعۃ الساکبہ: معصومہ عالمؑ، حضرت علیؑ	
قرآن مجید ترجمہ فرمان علی (رنگین جلی قلم)	200	اور امام حسنؑ کے تفصیلی حالات (جلد دوم)	200
حمائل شریف ترجمہ فرمان علی	100	قرآن اور اہلبیتؑ: سید ریاض حسین نجفی	60
قرآن مجید، ترجمہ مولانا مقبول احمد	250	علل الشرائع: شیخ صدوقؒ	200
قرآن مجید معریٰ (بغیر ترجمہ)	100	ریاض القدس: آقائی صدر الدین (جلد اول)	175
نہج البلاغہ: مفتی جعفر حسین	170	ریاض القدس: (جلد دوم)	200
تحفۃ العوام اضافہ شدہ اڈیشن	100	قرآن مجید معریٰ: (۳۰ پاروں کا سیٹ)	200
تحفۃ العوام (قدیم اڈیشن)	60	حرز المومنین: (مجموعہ وظائف)	120
تحفۃ العوام (ہندی)	100	مخزن عملیات ترجمہ الدعوات کبیر	120
تحفۃ العوام (انگریزی)	50	اسرار مکنونہ: ترجمہ لئالی مخزونہ	30
وظائف الابرار	55	کوکب دری: محمد صالح کشفی ترمذی	135
وظائف الابرار	80	ینابیع المودت: شیخ سلیمان حسینی قسطنطنیہ	300
وظائف الابرار	42	البلاغ المبین جسٹس آغا محمد سلطان مرزا	150
صحیفہ کاملہ: مفتی جعفر حسین صاحب	150	بحار الانوار: جلد ۱ تا ۱۲	1355
مفاتیح الجنان: سید اختر عباس صاحب	120	علیؑ تو علیؑ ہے: علی نقی	100
شیعہ ہی اہلسنت ہیں: ڈاکٹر تیجانی سماوی	45	مشکلکشاء: صائم چشتی اول دوم	300
معجزات حضرت علیؑ: محمد وصی خاں صاحب	30	تاریخ اسلام: نجم الحسن کراروی	200
معجزات حضرت عباسؑ: محمد وصی خاں	30	تاریخ اسلام: سید العلماء	140
چودہ ستارے: مولانا نجم الحسن صاحب	100	اور پھر حضرت علیؑ آئے	30
روحوں کا سفر: موت کے بعد کیا ہوگا	20	بحور الغمۃ: علامہ محمد علی لکھنوی	150
الارشاد: شیخ مفید علیہ الرحمہ	120	الشافی: ترجمہ اصول کافی جلد ۱ تا پنجم	900
قضایائے امیر المومنین	40	من لا یحضرہ الفقیہ: شیخ صدوق جلد ۱ تا چہارم	875
معالی السبطین فی الاحوال الحسنؑ والحسینؑ		بیاض بدر العزا: تاریخوار نوحوں کی کتاب	40
جلد اول و دوم	300	بدر العزا (ہندی)	45
اعجاز القرآن: سید صولت حسین	30	نور العزا: پرانے تاریخوار نوحوں کی کتاب	50
تہذیب الاسلام: علامہ مجلسی	120	انیس و دبیر کے بیس مرثیے	24

Published by :
Nizami Press Book Depot, Victoria Street, Lucknow
Phone : 2267964